98

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

رسالہ مشتمل بر ذکر میلاد و فضائل و آداب حضرت سرور عالم سید العرب والعجم

باعث ایجاد کونین رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

مسمّٰی بہ فضائل محمدی

المعروف بہ

انوار احمدی صلی اللہ علیہ وسلم

مستجاب رقم

مؤلفہ

عالیجناب مولانا مولوی الحاج حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

المخاطب بہ فضیلت جنگ بہادر صدر المہام امور مذہبی سرکار عالی حیدرآباد دکن

ناشر

مستجاب کمپنی

ناشر قرآن مجید و معارف اسلامی

حیدرآباد کالونی کراچی پاکستان

Marfat.com

س - 98
888

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

رسالہ مشتمل بر ذکر میلاد و فضائل و آداب حضرت سرورِ عالم سید العرب والعجم
باعث ایجاد کونین رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ اجمعین

مُسمّٰی بہ

فضائلِ محمدی

المعروف بہ

انوارِ احمدی

مُؤلّفہ

عالیجناب مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قادری چشتی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ
المخاطب بہ فضیلت جنگ بہادر صدر المہام امورِ مذہبی سرکارِ عالی دکن

طبع چہارم سنہ ۱۳۸۷ھ

ناشر

مُستجاب کمپنی

ناشر قرآن مجید و معارف اسلامیہ
۴۶ حیدرآباد کالونی — کراچی ۵

قیمت
دس روپیے پچاس پیسے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

58582

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	د
تعارف مصنف	و
مقدمہ	۲
نقل تحریر حضرت مولانا ممدوح قدس سرہٗ	۳
صالحین کے ذکر سے رحمت الٰہی کا نزول	۵
اجازت اشعار حسنہ	؍؍
صحیح حدیثیں سوائے صحاح ستہ کے	۷
آنحضرت کا اشعار نعتیہ و قصیدہ بانت سعاد سے خوش ہونا	۸
آنحضرت صلعم ازلاً و ابداً ممدوح و محمود ہیں	۱۵
آنحضرت صلعم کی شہرت آسمان و زمین میں	۱۷
نام کی وضع میں وصفی معنی کا لحاظ	۱۹
آنحضرت صلعم کا ذکر اور صالحین کا ذکر کفارہ گناہ ہے	۲۱
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ذکر حق تعالیٰ ہے	۲۲
آنحضرت صلعم کا ذکر باعث اطمینان قلب	۲۳
فضیلت و نجات بطفیل نام مبارک	۲۵
آنحضرت صلعم کا نام عرش پر	۲۷
آنحضرت صلعم کا ذکر علامت محبت و ایمان ہے	۲۸
آنحضرت صلعم تمام عالم کی پیدائش کا باعث ہیں	۳۰
نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم باعث رفع وحشت ہے	۳۲
حدیث لولاک۔	۳۶
نام مبارک سے مردے کا زندہ ہونا۔	۳۸
نام مبارک اماکن علویہ میں۔	۳۹
آنحضرتؐ کے فضائل کسبی نہیں ہیں	۴۱
خاتم النبیین دوسرا شخص نہیں ہو سکتا	۴۳
فضائل درود شریف اجمالاً	۵۲
درود شریف کا اہتمام	۵۵
درود شریف لکھنے والے فرشتے	۶۱
درود شریف پڑھنے والوں کے لئے فرشتوں کی دعا	۶۴
درود شریف کیساتھ ملائکہ کا عروج بجانب عرش	۶۵
بحکم حق تعالیٰ درود شریف کا آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہونا۔	؍؍
عرض سلام بوساطت جبرئیل علیہ السلام	۶۶
درود شریف کا پیش ہونا بوساطت فرشتہ	۶۷
بلاواسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا	۷۰
سماع موتیٰ	۷۱
کلام میں عقل کی رعایت	۷۳
حق تعالیٰ کا درود بھیجنا	۷۹
صلوٰۃ کے معنی	۸۰
ثنا و تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۸۶
حقائق اشیاء	۸۹
فائدہ جلیلہ	۹۵
تعداد ملائکہ	۹۶

Marfat.com

888

عنوانات	صفحہ
ایک ضمیر میں خدا و رسول کا ذکر	۱۰۰
تاکہ استمرار صلوٰۃ	۱۰۳
حسن خطاب صلوٰۃ	۱۰۵
شرافت مومن	"
زیادتی و کمی ایمان	۱۱۲
صلوٰۃ سے وجوب ثابت ہے	۱۲۳
اوقات درود شریف	۱۲۷
کثرت درود اہل سنت وجماعت کی علامت ہے	۱۳۴
سلام	۱۳۵
نماز میں سلام بطور انشاء	۱۴۱
قیام وقت سلام	۱۵۹
قیام برائے اکرام	۱۶۰
جنازے کے لئے قیام	۱۶۹
ادب تعظیم و توقیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم	۱۷۴
سجدۂ جانوران	۱۷۶
ہمسری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم	۱۷۹
حضرت عمرؓ کا اعتراف غلامی	۱۸۶
مسئلہ مساوات میں ابن قیمؒ کی تقریر	۱۸۸
فضیلت صحابہ	۱۹۱
لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ کی تفسیر	۱۹۲
باادب لوگوں کی مدح	۱۹۷
آنحضرتؐ کا نام لیکر پکارنے کا حال	۲۰۰
راعنا کہنے کی ممانعت	۲۰۲
اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وعید	۲۰۴
آیۂ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ کی تفسیر	۲۰۶
طہارت برائے سلام	۲۱۴
توراۃ کا ادب	۲۱۵
قبلہ کا ادب	۲۱۸
آداب صحابہؓ	
حضرت صدیق اکبرؓ کا ادب	۲۲۰
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب	۲۲۱
ادب امام شافعیؒ	۲۲۳
قباثؓ کا ادب	۲۲۵
عباسؓ کا ادب	۲۲۶
براءؓ کا ادب	۲۲۷
عثمانؓ کا ادب	۲۲۸
ابوہریرہؓ کا ادب	۲۳۲
اسلعؓ کا ادب	۲۳۳
عموماً صحابہؓ کا ادب	۲۳۵
مناظرہ امام مالکؒ و ابوجعفر	۲۳۸
عمرؓ کا ادب	۲۴۰
دعائے قضائے حاجات	۲۴۴
لفظ سیدنا	۲۴۶
سوائے انبیاء کے کسی پر درود جائز نہیں۔	۲۴۹
جس کا نام محمد ہو اس کی تعظیم	۲۵۳
نام مبارک کی تعظیم و برکت	۲۵۶
تقبیل وقت سماع نام مبارک	۲۵۸
بے ادبی کی ابتداء	۲۶۳
خوارج کی بے ادبی اور ان کا حال	۲۶۹
وہابیان نجد کا حال	۲۹۲
متن انوار احمدی (منظوم)	۳۰۲
قطعہ نعتیہ	۳۱۷
قطعہ تاریخ طبع کتاب انوار احمدی (اردو)	۳۱۹
قطعہ فارسی بصنعت تخرجہ و تدخلہ	۳۲۰

Marfat.com

۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا عارف باللہ الحاج حافظ محمد انوار اللہ قدس سرہٗ کے فیضِ علمی اور ان کی برکات سے کون واقف نہیں ہے۔ آپ کے مفید تصانیف موجودہ زمانہ کی اقتضاء کے موافق حمایت اسلام کی ضمانت اور علوم و معارف اسلامیہ کی اشاعت کے لئے بڑا سرمایہ ہیں۔

"انوار احمدی" نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل، درود شریف کے برکات، صحابہ کرامؓ وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل پر نہایت محققانہ تصنیف ہے۔

۱۲۹۴ھ بدوران قیام مدینہ منورہ زاداللہ شرفاً بحضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت انوار اللہ قدس سرہٗ پہلے نظم عقیدت تحریر فرماتے رہے پھر اس کے بعد ان ہی اشعار کی شرح لکھنی شروع کی جس نے ایک مبسوط کتاب کی شکل اختیار کرلی۔ پھر مکہ معظمہ زاداللہ شرفاً تشریف لے گئے۔ وہاں قدوۃ المحققین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی خدمت میں اس کا مسودہ پیش فرمایا۔ حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے بعد ملاحظہ پسند فرما کر اس کا نام "انوار احمدی" تجویز فرمایا اور عربی و اردو میں مختصر تعارف و تاثر تحریر فرما کر ایک عربی قطعہ سے اپنے انبساط کا اظہار فرمایا۔

جاء بالنور فوقه نور   المصنف كاسمه انوار

ارجوان تنفع دلائله   تطمئن القلوب بالاذكار

مصنف علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ادارہ اشاعت العلوم حیدرآباد دکن نے ۱۳۲۳ھ میں پہلی مرتبہ "انوار احمدی" کو طبع کیا۔ اس کی مقبولیت کی وجہ سے دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ اس کے بعد ۱۳۳۳ھ میں تیسرا ایڈیشن عثمان پریس حیدرآباد دکن سے طبع ہو کر اشاعت العلوم دکن سے شائع ہوا۔

اب ایک طویل انقلابی دور کے بعد کراچی پاکستان میں "مستجاب کمپنی" اس کا چوتھا ایڈیشن بڑے حسن اہتمام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

کتاب کی قدر و منزلت سنجیدہ علمی مطالعہ کرنے والے حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب کی بنیاد عظمت، محبت ادب اور اتباع پر رکھی ہے۔ جب تک کسی کی عظمت دل پر قائم نہ ہو اس وقت تک اس کی محبت، ادب اور اتباع کے منازل پر فائز ہونا محال ہے۔

کتاب کے ہر مبحث کو نہایت ٹھوس دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ فن حدیث پر بڑے اختصار سے سیر حاصل بحث فرمائی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے استناد کے علاوہ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور صالحین امت کے اخبار، آثار و اقوال سے بھی مدد لی گئی ہے۔ افہام و تفہیم کا ایسا نفیس انداز ہے کہ کتاب چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

لہ ولادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ روز سہ شنبہ ۱۳۳۶ھ وفات ۱۲ یا ۱۳ رجمادی الآخر ۱۳۳۶ھ بروز چہارشنبہ بوقت اذان صبح عمر ۷۲ سال ۳ ماہ ۲۰ دن بمقام مکہ معظمہ مدفن جنت المعلیٰ قریب مزار حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

888

اللہ تعالیٰ مصنف علیہ الرحمۃ کو انوار و برکات عطا فرمائے اور مطالعہ کرنے والوں کو ذوقِ صحیح اور حسنِ عمل سے سرفراز فرمائے۔

یوں تو اپنے بزرگوںؒ کی گرامی صحبتوں میں حضرت انوار اللہ قدس سرہٗ کے افادات سے ان کی علمی عظمت کا سکہ قلب پر جم چکا تھا۔ لیکن ۱۳۵۵ھ میں جامعہ نظامیہ سے ایک امتیاز کے سلسلہ میں "انوار احمدی" کا ایک نسخہ مجھے عطا ہوا جس کے مطالعہ نے مجھ پر بڑا گہرا اثر کیا۔ حسن اتفاق سے میرے ایک برادر طریقت سیٹھ حاجی احمد بن عثمان راجوانی حیدرآباد دکن سے کراچی پاکستان تک مطالعہ "انوار احمدی" میں میرے ہم شغف ہوگئے ہیں۔ التزام اور تواتر سے مختلف اوقات میں یہ کتاب حاجی صاحب کو سناتا رہا۔ اور حاجی صاحب مجھے اس کتاب کی طباعت پر مجبور کرتے رہے۔ آخر ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ میں سیٹھ حاجی احمدؒ صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان کے فرزند سیٹھ محمد عبدالرزاق اینڈ برادرز (مالک ریڈی میڈ گارمنٹ) نے اپنے والد کی اس تمنا کو پورا کرنے کے لئے اپنے پرخلوص تعاون کے ساتھ پھر تحریک طباعت شروع کی۔ بہرحال پرخلوص محرکات اور احباب کے بے غرض تعاون سے بفضلہ تعالیٰ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

میں اپنے محترم دوست جو میرے علمی مشاغل میں مسلسل معین و مددگار رہے مولانا حافظ عبدالغفور شاکر کا بیحد ممنون ہوں کہ انھوں نے کتاب کی تصحیح میں میری بڑی مدد فرمائی۔

احباب کرام مولوی سخاوت مرزا صاحب۔ بی اے۔ ایل ایل بی اور مولوی احمد عبداللہ المسدوسی صاحب بی اے ایل ایل بی کا شکرگذار ہوں کہ انھوں نے بڑی تحقیق سے مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات فراہم کرنے میں میرے ساتھ بڑا تعاون فرمایا۔

میں اپنے عزیز دوست جناب محمد ذکی صاحب ایم اے (مالک ایجوکیشنل پریس کراچی) کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے مطبع میں اس کتاب کی طباعت کا بڑی عقیدت سے انتظام فرمایا اور ان کی دلچسپی سے طباعت معیاری ہوسکی۔

دعائے خیر کے ساتھ معترف ہوں کہ "مستجاب پریس" میں میرے بڑے لڑکے سید شاہ احمد محی الدین قادری اور بڑے داماد ندیم مرزا صاحب نے کتاب کے سرورق اور قطعات کی طباعت میں اچھی کارکردگی کا ثبوت دیا۔ اور جلد بندی کا اچھا انتظام رکھا۔ دعا ہے کہ ان کی طباعتی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہوں۔

لہ مرشدی حضرت حافظ سید احمد اللہ شاہ قادری (صدر سرگروہ گشتی ہند) المتوفی ۱۳۵۶ھ
مرشدنا والدنا شیخ المشائخ سید شاہ عظیم الدینؒ اورنگ آبادی المتوفی ۱۳۵۲ھ
حضرت استاذی علامہ محمد عبداللہ قاضی گیورائی وکیل ضلع بیڑ دکن المتوفی ۱۳۶۰ھ۔ حضرت علامہ ضیا یار جنگؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ
حضرت استاذی علامہ ابوالخیر محمد صابر پروفیسر اورنگ آباد کالج۔ حضرت استاذی علامہ محمد عبدالقدیر صدیقیؒ (صاحب تفسیر صدیقی)
حضرت مخدومی صوفی شاہ حیدر عرف متو نوابؒ المتوفی ۱۳۶۵ھ۔ حضرت مخدومی علامہ عبداللہ شاہ قادری نقشبندیؒ ۱۳۸۴ھ
حضرت مخدومی مولانا قاضی احمد عبدالصمد صاحب قادری چشتیؒ المتوفی ۱۳۸۴ھ۔ حضرت استاذی قاری روشن علیؒ المتوفی (استاذ القراء)
حضرت استاذی سید محمد قدرت اللہؒ الحسینی انتخاب رقم اخطاط شاہی نظام دکن) المتوفی ۱۳۵۶ھ۔
"نام نکو رفتگان ضائع مکن"

Marfat.com

تعارف مُصنّف علیہ الرحمہ

اسم گرامی حافظ محمد انوار اللہ رح المخاطب "خان بہادر" "فضیلت جنگ" ابن حافظ ابو محمد شجاع الدین رح ابن قاضی سراج الدین فاروقی رح۔ از اولاد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ کے چھٹی پشت کے جد قاضی سراج الدین کو شہنشاہ عالمگیر نے ۴۸ سنہ جلوس عالمگیری میں قندھار (ضلع ناندیڑ صوبہ اورنگ آباد دکن) کا قاضی مقرر کیا تھا۔ اور یہ قضاءت خاندان میں جاری رہی آپ کے والد ماجد قاضی حافظ ابو محمد شجاع الدین رح ۱۲۲۵ھ – ۱۲۸۸ھ بڑے عالم و فاضل شخص تھے۔ جو مولوی کرامت علی رح تلمیذ شیخ عبدالعزیز رح محدث دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ رفیع الدین قندھاری رح سے ارادت و خلافت تھی۔ اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ میں حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی رح کے خلیفہ تھے۔

حضرت انوار اللہ رح ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں بمقام ناندیڑ (صوبہ اورنگ آباد دکن) پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ اور علوم متداولہ منقول و معقول یعنی تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی تکمیل مولانا فیاض الدین رح اورنگ آبادی۔ مولانا عبدالحلیم رح فرنگی محلی، مولانا عبدالحی رح فرنگی محلی سے کی۔ نیز تفسیر اور حدیث کی سند شیخ عبداللہ یمنی رح سے حاصل کی۔ اور اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ اور جب پہلی مرتبہ ۱۲۹۴ھ میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوئے۔ اور حاجی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد اور دو حج کئے اور کتب خانہ شیخ الاسلام اور محمودیہ سے نوادرات ساتھ لائے جامع الاسانید امام اعظم، سنن، بیہقی، کنز العمال کے نو جلدوں کو نقل کرائے اور شائع کرائیں۔

حلیہ:- رنگ سانولا۔ کتابی چہرہ۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ داڑھی گھنی۔ میانہ قد۔ سینہ کشادہ جسم مضبوط اور ورزشی تھا۔

لباس:- سادہ علمانہ لباس۔ جبہ۔ عمامہ۔ چادر وغیرہ۔ سادہ زندگی۔

عقد:- ۱۲۸۵ھ میں آپ کا عقد حاجی امیرالدین محتسب قصبہ نبولہ کی صاحبزادی سے ہوا۔

معاصرین دکن:- علامہ زمان خان شہید رح۔ علامہ مسیح الزماں رح۔ علامہ وحید الزماں رح۔ علامہ سید نور الاصفیاء رح علامہ سید نور الضیاء الدین رح (ضیاء یار جنگ)۔ قاضی گیورائی علامہ محمد عبداللہ رح وکیل ضلع بیڑ۔ علامہ شمسی۔ علامہ عبدالمقتدر صدیقی رح علامہ عبدالقدیر رح صدیقی (صاحب تفسیر صدیقی) علامہ عبداللہ شاہ قادری نقشبندی (جامع سنن فقہ حنفیہ) فیاض الدین مرد۔ عبدالصمد حسینی اقسر۔ شمالی ہند میں علامہ شبلی نعمانی رح اور علامہ سید سلیمان ندوی رح وغیرہ مانوس و متعارف تھے۔

حضرت شاہ کمال اللہ حیدرآبادی عرف مچھلی والے شاہ صاحب سے آپ کو بڑا ارتباط تھا۔

سلسلۂ ملازمت سرکاری

۱۲۸۵ھ میں محکمہ مال میں خلاصہ نویسی پر مامور ہوئے مگر ۱۲۸۶ھ میں اس سے مستعفی ہوگئے والد ماجد کی وفات کے بعد درس و تدریس کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور جب

---

[1] مطلع انوار:- سیرت حافظ محمد انوار اللہ رح مفتی رکن الدین مطبوعہ ۱۳۵۳ھ

۱۲۹۲ھ میں جامعہ نظامیہ قائم ہوا تو اس کے آپ ہی صدر مقرر ہوئے۔ جہاں آپ سالہا سال تک طلبا و نظامیہ کو مستفید کرتے رہے۔

مولانا انوار اللہ ؒ، نظام دکن نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ ششم کے اتالیق تھے۔ آپ کو ۱۳۰۱ھ میں جشن تخت نشینی کے موقع پر خان بہادر کا خطاب اور ایک ہزاری منصب عطا ہوا۔ ان کے بعد نظام دکن نواب میر عثمان علیخان آصفجاہ ہفتم کے اکیس سال تک اتالیق رہے۔ مولانا انوار اللہ ؒ کی اتالیقی اور تربیت کی وجہ سے نظام دکن میں تعلیمی ترقی اور اسلامی اداروں کی امداد کا جذبہ بیدار ہوا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۳۲ھ (۱۳۲۱ف) میں شہزادگان اعظم جاہ و معظم جاہ کی تعلیم و تربیت بھی آپ کے سپرد ہوئی اور فضیلت جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ ۱۳۳۲ھ (۱۳۲۱ف) میں نظامت امور مذہبی اور صدر الصدور صوبہ جات سلطنت آصفیہ مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۳۴ھ (۱۳۲۳ف) وزارت امور مذہبی سپرد ہوئی۔

وفات یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ بعمر ۷۲ سال دکن کا یہ آفتاب علم و فضل بعارضۂ سرطان غروب ہوگیا۔ اور حسب فرمان بادشاہ وقت و شاگرد رشید جامعہ نظامیہ ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ اس وقت حضور نظام بمبئی گئے ہوئے تھے، بعد واپسی مزار شریف پر فاتحہ خوانی فرمائی اور آپکی یاد تازہ رکھنے کے لئے دو وظائف تعلیمی دائمی طور پر طلبا و نظامیہ کے نام جاری فرمائے۔

اولاد آپ کے دو لڑکے اور لڑکیاں تھیں جو آپ کے حین حیات ہی اللہ کے پیارے ہوگئے تھے۔ آپ کی ایک نواسی مولوی عبدالغفور سے منسوب تھی۔

تصنیفات[1] (۱) کتاب العقل (۲) انوار احمدی (۳) افادۃ الافہام دو جلد (تردید قادیانی مذہب میں) (۴) شمیم الانوار صوفیانہ نظمیں (۵) حقیقۃ الفقہ دو جلد، اہل حدیث کی رد میں —— (۶) مقاصد الاسلام ۱۱ حصے تمدن، تہذیب، مسئلہ تقدیر، تصوف (اتباع صحابہ وغیرہ میں) —— علامہ برکات احمد ٹونکی سے مسئلہ زمان و مکان پر ایک کتاب لکھوائی۔ آپ کے تالیف و تصنیف کا شمار ۱۱۷ کتب تک پہنچا ہے۔

علمی ادارے آپ نے کئی علمی ادارے قائم کئے مثلاً مجلس اشاعت العلوم، دائرۃ المعارف النظامیہ برائے اشاعت نوادرات عربی فارسی، کتبخانہ آصفیہ کا قیام اور تنظیم بتعاون نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی۔ قیام جامعہ نظامیہ جس میں شعبہ تقریر اور دار الافتاء بھی قائم ہے۔ جہاں سے سینکڑوں علماء، فضلاء نے تعلیم و تربیت پائی جن میں چند جید علماء آپ کے شاگرد تھے مثلاً مولوی حسن علی طلسمی عبدالجبار خاں آصفی۔ حافظ ولی الدین۔ مولوی غوث الدین قادری۔ احمد عبدالعلی، حکیم محمود صمدانی۔ مولوی رکن الدین (مرتب سوانح استاد مرحوم) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

---

[1] فہرست مطبوعات دائرۃ المعارف۔ فہرست مطبوعات دکن حیدرآباد مرتبہ احمد عبداللہ المسدوسی
فہرست کتب خانہ مکہ مسجد حیدرآباد دکن۔ داستان ادب از ڈاکٹر محی الدین زور

Marfat.com

مقامات مقدسہ مشرق وسطیٰ اور شمالی ہند کے دینی مدارس اور اداروں کی امداد

آپ کے مدار المہامی امور مذہبی یعنی وزارت امور مذہبی کے زمانہ میں، حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کے لئے جو رقمی نذرانے حکومت حیدرآباد دکن کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے اس میں وافر اضافے ہوئے۔ اجمیر شریف، بریلی، دیوبند، بدایون، الہ آباد، میواڑ، اودے پور وغیرہ کے دینی مدارس اور اسلامی اداروں کی آپ ہی کی تجویز پر سالانہ رقمی امدادیں حکومت حیدرآباد دکن کی جانب سے جاری ہوئی تھیں۔ اور خود ریاست دکن کے دینی مدارس کی امداد کا ایک مستقل مد (بجٹ) تھا۔ محکمہ امور مذہبی کے ذریعہ اکثر اصلاحی کام آپ ہی کے زمانہ میں شروع کئے گئے تھے۔

مصنفین علماء اور خطیبوں کے وظائف اور بغرض اشاعت تصانیف امداد

حافظ عبد اللطیف بھوپالی کو بغرض اشاعت قرآن تین ہزار یعقوب خاں مترجم قرآن بزبان مرہٹی کو پندرہ ہزار سکہ انگریزی مولوی فتح الدین پنجابی کو بغرض طباعت تفسیر روح الایمان (دو ہزار سکہ انگریزی) تعمیر مسجد آسٹریلیا کے لئے چالیس ہزار۔ نیز تعمیر مسجد بصرہ۔ مرمت عیدگاہ اورنگ آباد، جھالرہ اجمیر شریف وغیرہ کو کافی امداد دلوائی۔ ۳۰ حجاج سالانہ سرکاری خرچ سے جایا کرتے تھے، سرکاری واعظین مقرر ہوئے تقاریب میلاد النبی وخلفاء راشدین کا انتظام فرمایا۔ دینیات کی کتابیں غیر مستطیع مسلمانوں کو مفت تقسیم کرائیں۔ دیہاتی مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم، صحیح پیمانے ناپ تول شرعی جاری کرائے۔

غرض فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر که جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ
(مستجاب منزل) ۴۶۔ حیدرآباد کالونی
کراچی ۵ مغربی پاکستان
فون (۷۱۳۴۹)

پیرزادہ سید شاہ غلام محمود قادری چشتی
(مستجاب رقم)

Marfat.com

ان الله وملئكته يصلون على النبي

يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

ومن هو الاية الكبرى لمعتبر

ومن هو النعمة العظمى لمغتنم

اللهم صل على محمد وعلى ال محمد واصحبه وبارك وسلم

Marfat.com

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

رسالہ مشتمل بر ذکر میلاد و فضائل و آداب حضرت سرور عالم سید العرب و العجم
باعث ایجاد کونین رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین

مسمّیٰ بہ

فضائلِ محمدیؐ

(المعروف بہ)

انوارِ احمدیؐ

مؤلفہ

عالیجناب مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب چشتی قادری حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ
(المخاطب بہ فضیلت جنگ بہادر صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی دکن

ناشر

مستجاب کمپنی

ناشر قرآن مجید و معارف اسلامیہ

۴۶ حیدرآباد کالونی کراچی ۵

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - امابعد بندۂ بے بضاعت محمد انوار اللہ ابن مولانا و مرشدنا مولوی حافظ ابی محمد شجاع الدین صاحب قندہاری دکنی محبان بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ آقائے دارین نے بنظر کمال بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری فضل البلاد مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفا میں منظور فرمائی تھی چند روز ایسے گذرے کہ کوئی کام درس و تدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا چونکہ نفس ناطقہ بیکار نہیں رہتا۔ یہ بات دل میں آئی کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل و معجزات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کتب احادیث و سیر سے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہل اسلام کو اُس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو چند اشعار لکھے اور ہنوز مقصود تک پہنچا نہ تھا کہ ان اشعار کی شرح کرنے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ جب تک ماخذان مضامین کا بیان نہ کیا جائے قابل اعتماد نہ سمجھے جائیں گے چنانچہ اسی مدت حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی کہ پھر یہ حرماں نصیب ہاجت

Marfat.com

صوری میں مبتلا ہوا۔ جب مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہوا اور ان اجزاء کی تالیف کا ذکر پیشگاہ اقدس قدوۃ المحققین ہادی منازل تحقیق مرشدنا و مولانا حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز میں آیا، ارشاد ہوا کہ ہم ان اجزا کو اول سے آخر تک سنیں گے چنانچہ کمال شوق سے وہ تمام اجزا حضرت نے سماعت فرمائے چونکہ بزرگانِ دین کو ذکر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل دلچسپی اور نسبت عشقیہ ہوتی ہے حضرت ممدوح اکثر مضامین پر نہایت محظوظ ہوتے غرض پوری کتاب کو سماعت فرمانے کے بعد اس کا نام انوارِ احمدی تجویز فرمایا اپنی خوشنودی کے اظہار سے اس کو مسجل فرمایا چنانچہ تبرکاً وہ تحریرات درج ذیل ہیں۔ وہ اجزا اب تک یوں رکھے ہوتے تھے اور مشاغل ضروریہ سے اس قدر فرصت نہ ملی کہ اُن کی تکمیل ہو سکے۔ ان دنوں بعض احباب خیرخواہ قوم و ملت نے اس بات پر زور دیا کہ جس قدر شرح لکھی جا چکی ہے وہ ہی طبع کرا دی جائے، چونکہ حضرت ممدوح کا ارشاد بھی اس کے چھپوانے کے لئے تھا اس لئے امتثالاً للامر اس کتاب ناتمام کے طبع کا ارادہ کیا گیا۔ اور چند قصائد و غزلیات بھی اُس کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے اگرچہ وہ اس قابل نہیں کہ اہل کمال کے روبرو پیش کئے جائیں مگر چونکہ اسی زمانہ حضوری میں عرض کئے گئے تھے اسی لئے خالی از مناسبت نہیں۔ فقط

نقل تحریر حضرت مولانا ممدوح قدس سرہٗ العزیز

بَعْدِ اَلْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ ان دنوں میں ایک عجیب و غریب کتاب لاجواب مسمّی بانوار احمدی مصنفہ حضرت علامہ زماں و فرید دوراں عالم باعمل و فاضل بے بدل جامع علوم ظاہری و باطنی عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی و چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری اور بلسان حق ترجمان مصنف علامہ کی اول سے آخر تک بغور سنی تو اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ حقانی میں تائید ربانی پائی گئی کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہلِ حق کی کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت

دے اور نعماء عرفانی اور دولت قربت ربانی سے مشرف فرما کر مراتب علیا کو پہنچا دے اور اس کتاب کو مقبول کرے تا کہ طالبانِ حق اس سے مستفید ہوتے رہیں آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کاتب الحروف فقیر امداد اللہ حنفی چشتی عفی اللہ عنہ

فقیر امداد اللہ
چشتی
۱۲۷۸

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ہدانا بمصادیق من اراد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین والصلوٰۃ والسلام علی من بشرنا بمقبولیتہ اتفاق العالمین وعلی آلہ واصحابہ الطاہرین المطہرین والائمۃ المجتہدین المطاعین **اما بعد** فیقول الفقیر امداد اللہ الحنفی مذہبا والچشتی مشربا والتھانوی ثم المکی موطنا جعلہ اللہ المدنی مدفنا انی سمعت ہذا الکتاب من اولہ الی آخر بحث الادب ووجدتہ موافقا للسنۃ السنیۃ فسمیتہ **بالانوار الاحمدیہ** وانما ہذا مذہبی وعلیہ مدار مشربی یقبلہ اللہ بقبول المقبولین وجعلہ ذخیرۃ لیوم الدین آمین وبارک اللہ فی علم المصنف القمقام وشرفہ بنعمۃ حسن الختام آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس

جاء بالنور فوقہ نور :: المصنف کاسمہ انوار	ارجوان تنفع دلائلہ :: تطمئن القلوب بالاذکار

Marfat.com

۷۸۶
۹۲

نور علیٰ نور
یهدی الله لنوره من یشاء

جاء بالنور فوق نور
المصطفیٰ کالشمس الانوار
اخوانی تنقیهم ذکر الا الله
تطمئن القلوب بالاذکار

قطعه
از افادهٔ المحققین حضرت حاجی امداد الله مهاجر مکی
قدس سره العزیز
کتبه مستیار رقم

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صالحین کے ذکر سے رحمتِ الٰہی کا نزول

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر (۱) جن سے اُترے رحمت اور ہوویں دل اعدا پہ تیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر اہل ایماں مان لیں گے اُن کو دل سے ناگزیر

گرچہ ہیں اشعار یہ پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

قولہ جس سے اُترے رحمت امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں سفیان ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ جب عموماً صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہو تو قیاس کرنا چاہیئے کہ سید الصلحا و الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے وقت کس قدر جوش رحمت ہوتا ہوگا۔ **قولہ** ہوویں دل اعدا پہ تیر۔

اجازتِ اشعارِ حسنہ

کما فی روایۃ الترمذی فی الشمائل النبوۃ وکذا فی سننہ والنسائی والبزار کلھم من حدیث عبد الرزاق عن جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وابن رواحۃ یمشی بین یدیہ وھو یقول۔

خلوا بنی الکفار عن سبیله ۶ الیوم نضربکم علی تنزیله
ضربا یزیل الھام عن مقیله ویذھل الخلیل عن خلیله

فقال عمر یا ابن رواحة بین یدی رسول اللہ علیه وسلم وفی حرم اللہ تقول شعرا فقال له صلی اللہ علیه وسلم خل عنه یا عمر فلھی فیھم اسرع من نضح النبل کذا فی المواھب اللدنیه وشرحه للزرقانی۔

یعنی مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں روایت ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اس وقت یہ حالت تھی کہ حضرت کے آگے آگے ابنِ رواحہ رضی یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے "ہٹو اے اولاد کفار حضرت کے راستہ سے آج ہم تم کو حضرت کی کتاب کے حکم پر وہ مار ماریں گے کہ سروں کو گردنوں سے جدا کردے اور دوست کو دوست سے بھلادے"۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن رواحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور حرم میں تم اشعار پڑھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ ان کے اشعار کفار کے دلوں میں تیر سے جلد تر سرایت کرتے ہیں انتھی۔

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اس قسم کے اشعار کہنا جہاد لسانی ہے۔

کما فی المشکوٰۃ عن کعب بن مالکؓ انه قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ تعالیٰ قد انزل فی الشعر ما انزل فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان المومن یجاھد بسیفه ولسانه والذی نفسی بیدہ لکانما ترمونھم به نضح النبل رواہ فی شرح السنه وفی الاستیعاب لابن عبد البر انه قال یارسول اللہ ماذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاھد بسیفه ولسانه۔

ترجمہ: کعبؓ ابن مالک نے عرض کی یارسول اللہ حق تعالیٰ نے شعر کی برائی میں آیت شریفہ نازل

بسم الله الرحمن الرحيم

فاضربوا فوق الأعناق واضربوا منهم كل بنان

خلوا بني الكفار عن سبيله

اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا يزيل الهام عن مقيله

ويذهل الخليل عن خليله

از

حضرت عبد الله بن رواحه رضي الله تعالى عنه

كتبه

پیرزادہ شاہ سید غلام محمود قادری چشتی

مشق از رقم

۱۳۸۷ھ

Marfat.com

Marfat.com

کی یعنی الشعراء یتبعھم الغاوٗن مقصود یہ کہ اب شعر کہنا درست نہ ہوگا فرمایا کہ ایمان والے تلوار سے اور زبان سے جہاد کرتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کفار کے مقابلہ میں تمہارا شعر پڑھنا مثل تیر اندازی کے ہے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ شعر کے باب میں کیا حکم ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل اور اُن مخالفین کے جوابات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتے ہوں اشعار کا لکھنا جہادِ لسانی ہے جو تیر کا کام کرتا ہے۔

صحیح حدیثیں سوائے صحاح ستہ کے

قولہٗ چونکہ منصوصات الخ اس کتاب میں التزام اس امر کا کیا گیا ہے کہ حتی الامکان احادیث و آثار کا مضمون لکھا جائے مگر کہیں کہیں بطور نکات کے اور مضامین بھی جو منقول ہی سے مستفاد ہیں بڑھائے گئے باقی رہی یہ بات کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث سے بھی احادیث اس میں نقل کئے گئے ہیں سو اُس کی وجہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح ستہ میں موجود و منحصر نہیں ہیں چنانچہ شیخ ابوالفیض محمدؐ بن علی الفارسی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم میں بلا تکرار کل چار ہزار حدیثیں ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ ابوداؤد میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں انتہٰی اس میں اکثر مکررات بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں علیٰ ہذا القیاس باقی کتب صحاح میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں بہر حال اگر شمار کیا جاوے تو کل صحاح ستہ میں دس بارہ ہزار حدیثوں سے زائد نہ نکلیں گے حالانکہ قسطلانی نے شرح بخاری میں امام بخاری رح کا قول نقل کیا ہے کہ ایک لاکھ حدیثیں صحیح مجھے یاد ہیں۔ امام سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے ذکر ابو محمد السرخسی

Marfat.com

راوی الصحیح ومن تبعہ ان الذی لم یخرجہ البخاری من الصحیح اکثر مما اخرجہ اور جواہر الاصول میں امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثیں صحیح ہیں اب دیکھئے کہ اگر صحاح ستہ ہی پر صحیح حدیثوں کا مدار رکھا جائے تو لاکھوں حدیثیں صحیح بیکار ہوئی جاتی ہیں اور تصنیف ان کتابوں کی لغو ٹھیر جاتی ہے حالانکہ ایسے ایسے محدثین جن کا حال اظہر من الشمس ہے بیفائدہ کام کے مرتکب نہیں ہوسکتے اور اہل علم یہ تو بخوبی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثل ابن حجر عسقلانی وغیرہ ہزارہا مواقع میں سوائے صحاح ستہ کے دوسرے کتب حدیث سے برابر استدلال کیا کرتے ہیں پھر ہر بات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا تکلیف مالایطاق ہے بلکہ یہ الزام درحقیقت امام بخاریؒ وغیرہ اکابر محدثین پر عائد ہوگا کیونکہ باوجودیکہ لاکھوں حدیثیں صحیح یاد رکھتے تھے کیوں جمع نہ کیں اور ہم یہ گمان کبھی نہیں کرسکتے کہ ان حضرات نے بخل کیا ہے بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر محدث کو تالیف کے وقت ایک مقصود خاص پیش نظر رہا ہے جس کی تکمیل کی انھوں نے فکر کی اور یہ مقصود کسی کے پیش نظر نہ رہا کہ انحصار جمیع احادیث صحیحہ کا کیا جاوے ورنہ یہ دعویٰ کرتے کہ اپنی تصنیف کے سوا کل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں حالانکہ امام بخاری و امام احمد ابن حنبلؒ کی تقریر سے ابھی معلوم ہوچکا کہ لاکھوں صحیح حدیثوں کے وجود کا انھوں نے اعتراف کیا ہے۔

آنحضرتؐ کا اشعارِ نعتیہ وقصیدۂ بانت سعاد سے خوش ہونا

لکھا اس کو نظم میں ہرچند میں شاعر نہیں ② کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دین
تھی یہی لم جو مدحساں کے تھے روح الامین ۔ فیض رحمانی ہے نعتِ رحمۃؐ للعالمیں

ذکرِ ختم المرسلینؐ اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

قولہ خوش ہوتے تھے الخ چنانچہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے جو مواہب لدنیہ میں منقول ہے

(فقام) ای کعب ابن زهیر صاحب قصیدة بانت سعاد (حتی جلس الی رسول الله صلے الله علیه وسلم فوضع یده فی یده) (فی روایة ابن ابی عاصم فاسلم کعب وقدم المدینة (وکان صلے الله علیه وسلم لا یعرفه فقال یا رسول الله ان کعب بن زهیر قد جائك لیستامنك تائبا مسلما فهل انت قابل منه ان انا جئتك به فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم قال انا یا رسول الله کعب بن زهیر قال ابن اسحٰق فحدثنی عاصم ابن عمر بن قتادة انه وثب علیه رجل من الانصار فقال یارسول الله دعنی وعدو الله اضرب عنقه فقال صلی الله علیه وسلم دعه عنك فقد جاء تائبا نازعًا قال فغضب کعب علی هذا الحی من الانصار لما صنع به صاحبهم وذلك انه لم یتکلم فیه رجل من المهاجرین الا بخیر ثم قال قصیدة اللامیة التی اولها بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول ؛ متیم اثرها لم یفد مکبول ؛ وفیها ؛ انبئت ان رسول الله اوعدنی ؛ والعفو عند رسول الله مامولٌ ؛ الخ (وفی روایة ابی بکر ابن الانباری) وابن قانع (انه لما وصل الی قوله ان الرسول لنور یستضاء به . مهند من سیوف الله مسلول . رمی علیه الصلوٰة والسلام الیه بردة کانت علیه وان معاویة بذل فیها عشرة آلاف فقال ما کنت لاوثر بثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم احدًا فلما مات کعب بعث معاویة الی ورثته بعشرین الفا فاخذها منهم قال وهی البردة التی عند السلاطین الیوم) انتہی

کذافی المواهب اللدنیه وشرحه للزرقانی ۔ وقال الشیخ ابو الشیخ ابو محمد جمال الدین عبدالله بن هشام الانصاری فی شرح قصیدة بانت سعاد وکان من خیر قول کعب رضی الله عنه هذه القصیدة فیما روی محمد بن اسحٰق

Marfat.com

وعبد الملک بن هشام وابو بکر محمد ابن القاسم بن بشار الانباری وابو البرکات
عبد الرحمن بن محمد بن ابی سعید الانباری دخل حدیث بعضهم فی حدیث
بعض ان کعبا الحدیث وذکر الزرقانی انه روی الحاکم ان کعبا انشده من
سیوف الهند فقال صلی الله علیه وسلم من سیوف الله۔

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں قصہ کعبؓ بن زہیر کے آنے کا پورا پورا ذکر کیا ہے مگر یہاں مختصر لکھا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر اس غرض سے آیا ہے کہ امن پائے اگر میں اُس کو حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اس کی عرض قبول فرمائیں گے ارشاد ہوا ہاں عرض کی کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ حکم دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن ماروں حضرت حضرت نے فرمایا نہیں چھوڑ دو توبہ کر کے اشتیاق میں آیا ہے چونکہ مہاجرین میں سے کسی نے سوائے خیر کے اُن کے باب میں کچھ نہ کہا تھا انصاری کی اس حرکت سے وہ برہم ہوئے ۔ اسی سبب سے قصیدہ میں انصار پر کسی قسم کی تعریض بھی کی ہے) پھر قصیدۂ لامیہ پڑھا جس کا اول بانت سعاد ہے یعنی معشوقہ کی جدائی سے دل میرا بیمار ہے اور ذلیل اور غلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دیکر چھوٹ نہ سکا بلکہ پابزنجیر ہے کہ اس کے قید خیال سے نہیں نکل سکتا۔ اور اس میں یہ بھی شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خبر پائی میں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں وعید و تخویف کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کی امید ہے روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر پہونچے ان الرسول لنور (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس سے روشنی لی جاتی ہے اور شمشیر ہند برہنہ ہیں اللہ کی شمشیروں میں سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طرف اپنی چادر مبارک پھینکی جو جسم شریف پر تھی پھر معاویہؓ نے اس چادر مبارک پر دس ہزار درہم لگائے مگر کعبؓ راضی نہ ہوئے اور کہا کہ حضرتؐ کی چادر مبارک میں کسی کو نہ دونگا پھر جب کعبؓ کا انتقال ہوا تو معاویہؓ نے بیس ہزار درہم ان کے ورثہ کے

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم

نعت حضور رسالت مآب

از حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم اثرها لم یفد مکبول

أنبئت ان رسول الله اوعدنی
والعفو عند رسول الله مامول

إِنَّ الرَّسُولَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد واصحابه وبارک وسلم

کتبہ پیرزادہ شیخ غلام محمد قادری مستجاب رقم

کراچی پاکستان سنہ ۱۳۸۷ھ

Marfat.com

Marfat.com

پاس بھیجے اور ان سے وہ چادر لی۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے پاس آج تک چلی آتی ہے۔ اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حاکم نے روایت کی ہے کہ کعبؓ نے (من سیوف الہند) پڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح دی اور فرمایا (من سیوف اللہ) کہو انتہی

الحاصل اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اشعار نعتیہ سن کر خوش ہوتے تھے چنانچہ چادر مبارک عطا کرنا اس پر دلیل ہے۔ **فائدہ** ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس روایت سے کئی استدلال ہو سکتے ہیں (۱) اشعار نعتیہ بطور قصائد کے لکھنا جس میں تمہید و گریز وغیرہ ہو (۲) معشوقۂ جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفتگی کا حال بیان کرنا جس کا اتباع ابن فارض اور حافظ و جامی وغیرہ شعرائے کرام نے کیا ہے۔ (۳) شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطا کرنا جسکی تبعیت مشائخ کرام نے کی ہے (۴) لباس کو متبرک سمجھنا باوجودیکہ جزو بدن بھی نہیں۔ (۵) حاصل کرنے میں تبرکات کے رغبت کرنا جس قدر روپیہ اس کے لئے صرف ہوا سراف نہ سمجھنا وغیرہ ذالک اور اسی طرح جب جعدی نے اشعار نعتیہ پڑھے حضرت نے ان کو دعا دی جس کا اثر اُن کی عمر بھر رہا چنانچہ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں زرقانی نے لکھا ہے۔

(وقال صلی اللہ علیہ وسلم للنابغة الجعدی لما قال (ای انشده من قصیدة المطولة نحو مائتی بیت) ولا خیر فی حلم اذا لم یکن له ٭ بوادر تحمی صفوه ان یکدرا ٭ ولا خیر فی علم اذا لم یکن له ٭ حلیم اذا ما اورد الامر اصدرا ٭) لا یفضض الله فاک ای لا یسقط الله اسنانک وتقدیره ولا یسقط الله اسنان فیک فحذف المضاف قال الرازی لهذا الحدیث عن النابغة فاتی علیه اکثر من مائة سنة وکان من احسن الناس ثغرا رواه البیهقی وفی روایة ابن ابی اسامة وکان من احسن الناس ثغرا واذا سقط منه سن نبتت له اخری وکذا رواه السلفی فی الاربعین البلدانیه وعند ابن السکن فی الصحابة والدارقطنی فی المؤتلف

والمختلف عن کوز بن اسامة (فرأیت اسنان لنابغة ابیض من البرد لدعوته

صلی اللہ علیہ وسلم) وعند الخطابی فی غریب الحدیث والموہبی فی کتاب العلم

وغیرہما من عبد اللہ بن جراد فرایت اسنان النابغة وکالبرد والمتہر ما انقضمت

لہ سن ولا انفلت وحکی فی الاصابة الخلاف فی سنہ فرد کا الحاکم عن النضر

بن شمیل عن المنتجع الاعرابی قال اکبر من لقیت النابغة الجعدی

قلت لہ کم عشت فی الجاہلیة قال دارین قال النضر یعنی مائتی سنة و

قال الاصمعی عاش مائتین وثلثین سنة وقال ابن قتیبة مات باصبہان

ولہ مائتان وعشرون سنة انتہی۔

ترجمہ:۔ نابغہ جعدی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک طولانی قصیدہ پڑھا جس کے شعر قریب دوسو کے تھے جب وہ ان شعروں پر پہونچے جن کا ترجمہ یہ ہے (نہیں ہے حلم میں کچھ خیر جب نہ ہو اس کے ساتھ حدت غضب جو بچائے اس کے صافی کو مکدر ہونے سے۔ اور نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب علم والا ایسا حلیم نہو کہ کوئی امر پیش آئے تو اپنے کو مہلکوں سے روکے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ باوجودیکہ سو برس سے زیادہ ان کی عمر ہوئی مگر دانت ان کے سب اچھے تھے اور جب کوئی دانت ان کا گرتا تو اس کی جگہ ایک دوسرا دانت نکل آتا کرز ابن اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے نابغہ کے دانت دیکھے اولوں سے زیادہ سفید تھے یہ اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا تھا۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ نابغہ کی عمر میں اختلاف ہے حاکم نضر بن شمیل سے راوی ہیں اور وہ منتجع اعرابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملاقاتیوں میں سب سے بڑی عمر والے نابغہ جعدی تھے میں نے ان سے پوچھا تھا کہ ایام جاہلیت میں تمہاری عمر کتنی گذری تھی کہا دو دار۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد اس سے دوسو برس ہیں۔ اور اصمعی کہتے ہیں نابغہ دوسو تیس برس زندہ رہے۔ اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ انتقال ان کا اصبہان میں ہوا اور اس وقت

Marfat.com

۷۸۶ / ۹۲

نعت بحضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولا خير في حلم إذا لم يكن له

بوادر تحمي صفوه أن يكدرا

ولا خير في جهل إذا لم يكن له

حليم إذا ما أورد الأمر أصدرا

مشتاق عنبر رقم

پیرزادہ شاہد غلام محمود قادری چشتی

۱۳۸۷ھ

کراچی پاکستان

Marfat.com

عمران کی دو سو بیس برس کی تھی۔ انتہیٰ

فائدہ۔ اگرچہ جس مضمون پر حضرتؐ نے خوش ہو کر دعا دی وہ ایک عام بات ہے کہ حلم کو غضب اور علم کو حلم ہونا چاہیئے لیکن چونکہ صحابہؓ پر یہ بات ظاہر تھی کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علی وجہ الکمال یہ صفتیں ظہور میں آتی ہیں دوسروں سے ظہور میں آ ہی نہیں سکتی ہیں اس لئے شاعر نے گو صراحتہً مصداق معین نہ کیا لیکن مقصود اس سے توصیف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی جس کو حسب قول مشہور الکنایۃ افصح من الصراحۃ پیرایہ حکمت میں بیان کیا پس الحاصل ان دونوں شعروں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا ان صفات میں کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔ اور اسی طرح دعا دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جب انھوں نے اشعار نعتیہ پڑھنے کی اجازت چاہی چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے (ولما دخل قال العباس) بن عبد المطلب کما رواہ الطبرانی وغیرہ اتاذن لی ان امتدحك قال قل لا یفضض اللہ فاك فقال۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی ... مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر ... انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفن وقد ... الجم نسرا واهله الغرق
وردت نار الخلیل مکتتما ... فی صلبه انت کیف یحترق
وانت لما ولدت اشرقت الـ ... ارض وضاءت بنورك الافق
فنحن فی ذلك الضیاء وفی النو ... ر وسبل الرشاد نخترق
واضاء منك الوجود نورسنا ... وفاح مسکا ونشرك العبق

وفی الخصائص الکبریٰ اخرج الحاکم والطبرانی عن خزیم ابن اوسؓ قال هاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفه من تبوك فسمعت العباس یقول یارسول اللہ ارید ان امتدحك قال قل لا یفضض اللہ فاك فقال۔ الخ

ترجمہ: روایت کی ہے طبرانی وغیرہ نے کہ جب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عرض کی کیا مجھے اجازت ہے کہ مدح میں کچھ عرض کروں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے یعنی منہ کی رونق نہ بگڑے پس انھوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلے اس کے خوش تھے آپ سایوں میں اور اس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنی آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیۂ شریفہ کے طرف اشارہ ہے۔ وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۔ پھر اُترے آپ شہروں میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضغہ بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو یعنی جب طوفان کا پانی ان کے منہ میں داخل ہوا تھا) آپ خلیل علیہ السلام کی پشت میں مخفی ہو کر آگ میں گئے پھر کیونکر وہ جل سکتے تھے۔ اور آپ جب پیدا ہوئے روشن ہوگئی زمین اور روشن ہوگیا آپ کے نور سے افق۔ ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں۔ اور کل وجود آپ سے روشن ہوگیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپکی خوشبو پائدار ہے انتہی۔ **الحاصل** ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار سے خوش ہوتے تھے۔ **قولہ** تھی یہی لم جو مدحسان کے تھے روح الامین ۔ یعنی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظم سے خوش ہوتے تھے اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کیا کرتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے :-

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لحسان ان روح القدس لا يزال يؤيدك ما نافحت عن اللہ ورسوله وقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول هجاهم حسان فشفى واشتفى رواه مسلم۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حسان رضی اللہ عنہ

نعت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

من قبلها طبت في الظلال وفي
مستودع حيث يخصف الورق

ثم هبطت البلاد لا بشر
أنت ولا مضغة ولا علق

بل نطفة تركب السفين وقد
ألجم نسرا وأهله الغرق

تنقل من صالب إلى رحم
إذا مضى عالم بدا طبق

وردت نار الخليل مكتتما
في صلبه أنت كيف يحترق

حتى احتوى بيتك المهيمن من
خندف علياء تحتها النطق

وأنت لما ولدت أشرقت الـ
أرض وضاءت بنورك الأفق

فنحن في ذلك الضياء وفي النور
وسبل الرشاد نخترق

وأنت مثل الهدى جود ونور سنا
وفاق حسنك وشي الغسق

عفی عنہ
منشی بادشاہ رقم
کراچی پاکستان ۱۳۸۴

Marfat.com

سے فرماتے تھے کہ جبرئیل ہمیشہ تمہاری تائید کیا کرتے ہیں جب تک تم اللہ اور رسول کے طرف سے مقابلہ کرتے ہو اور فرمایا حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی انتہٰی۔

الحاصل یہ مدد دینا روح الامین کا حسان ابن ثابت کو اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار پسند تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حسانؓ کے لئے مسجد شریف میں منبر رکھواتے تا کہ اس پر اشعار نعتیہ پڑھیں چنانچہ اس باب میں جو احادیث ہیں قریب نقل کی جائیں گی۔ کعب اور ابن رواحہ کو اگر یقین نہوتا کہ اشعار نعتیہ کے پڑھنے کو حضرت پسند فرماتے ہیں حضرت کے روبرو اور حرم کعبہ میں اشعار پڑھنے پر کبھی مبادرت نہ کرتے۔ اور علی ہذا القیاس کعب ابن مالکؓ نے جو اول حضوری میں قصیدہ پڑھا اس سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار نعتیہ کو پسند فرمانا مشہور عام تھا ورنہ ایسی حالت خطرناک میں کہ صحابہؓ ان کے قتل کے درپے تھے جس کا حال ابھی معلوم ہوا کعبؓ کبھی جرات نہ کر سکتے چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرتؐ نے پسند فرمایا کہ صلہ عنایت ہوا۔

آنحضرت صلعم ازلاً وابداً ممدوح ومحمود ہیں

قولہٗ جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جملہ عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا ہوا چنانچہ زرقانی نے نقل کی ہے روی ابو الشیخ فی طبقات الاصفہانیین والحاکم عن ابن عباسؓ اوحی اللہ الی عیسیٰ آمن بمحمد ومر امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن صححہ الحاکم واقرہ السبکی فی شفاء السقام والبلقینی فی فتاواہ ومثلہ لا یقال رایاً فحکمہ الرفع وعند الدیلمی عن ابن عباسؓ

Marfat.com

رفعه اتانی جبرئیل فقال ان الله یقول لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وذکر ابن السبیع والغزفی عن علیؓ ان الله قال لنبیه من اجلک اسطح البطحا وامواج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔

ترجمہ: وحی کی خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر کہ تم بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمت کو حکم کرو کہ وہ بھی ایمان لاویں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں کہ اگر میں ان کو نہ پیدا کرتا تو نہ آدمؑ کو پیدا کرتا اور نہ جنت دوزخ کو جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا جس سے وہ ساکن ہوگیا اور ابن سبیع اور غزفی روایت کرتے ہیں علیؓ سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ بسبب آپ کے میں نے زمین کو بچھایا اور موج کو متحرک کیا اور آسمان کو بلند کیا اور ثواب وعقاب مقرر کیا انتہیٰ اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم اس لئے پیدا کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور مرتبہ دکھلایا جائے۔

کما فی المواہب اللدنیہ وفی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال ہبط جبریل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان ربک یقول ان کنت اتخذت ابراهیم خلیلا فقد اتخذتک حبیبًا وما خلقت خلقًا اکرم علیّ منک ولقد خلقت الدنیا واهلها لاعرفهم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا۔

ترجمہ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپؐ کو اپنا حبیبؐ بنایا اور کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ بزرگ ہو لو یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ان کو بزرگی اور مرتبہ آپ کا

Marfat.com

معلوم کراؤں جو میرے نزدیک ہے اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو میں پیدا نہ کرتا انتہٰی۔

فائدہ حدیث سابق میں جو مذکور ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عالم پیدا کیا گیا اس کا مطلب بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفرینش خلق سے مقصود یہ ہے کہ حضرت کا مرتبہ و عظمت ظاہر ہوا۔

آنحضرت صلعم کی شہرت آسمان و زمین میں

جب خدائیتعالیٰ نے صرف اظہار فضیلت کے لئے اس قدر اہتمام کیا ہو تو ضرور ہے کہ تمام عالم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت میں بدل و جان مصروف ہوگا کیونکہ بادشاہ مثلاً اگر کوئی عمدہ اپنی مرغوب چیز کسی شخص کو بتلائے اور وہ شخص اس کی تعریف نہ کرے تو حمیت بادشاہی اسی کی مقتضی ہوگی کہ اس بے ادبی کی پاداش میں وہ سزائے سخت کا مستحق سمجھا جائے اور ایسا شخص سوائے متمرد و سرکش کے دوسرا نہ ہوگا اسی وجہ سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب اہل آسمان و زمین جانتے ہیں سوائے نافرمان جن و انس کے۔

کما فی الشفا وشرحہ للعلی القاری (عن ثعلبۃ بن مالک) کما رواہ ابونعیم (وجابر بن عبداللہ) کما رواہ احمد والدارمی والبزار والبیہقی عنہ (ویعلی ابن مرۃ) کما رواہ احمد والحاکم والبیہقی بسند صحیح عنہ (وعبداللہ بن جعفر) کما رواہ مسلم وابوداود۔ عنہ (کان لا یدخل احد الحائط الا شد علیہ الجمل فلما دخل علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعاہ فوضع مشفرہ علی الارض وبرک بین یدیہ فخطمہ وقال ما بین السماء والارض شیٔ الا یعلم انی رسول اللہ الا عاصی الجن والانس ومثلہ عن عبید اللہ بن ابی اوفی)۔

ترجمہ: کسی باغ میں ایک سرکش اونٹ تھا جس کی وجہ سے اس میں کوئی نہیں

جا سکتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے اور اس کو بلایا فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بیٹھ گیا اور ہونٹ زمین پر رکھدیا حضرتؐ نے اس کو مہار لگاوی اور فرمایا کہ سوائے نافرمان جن و انس کے زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں انتہٰی ہر چند کفار بظاہر مخالف تھے لیکن دل میں ضرور سمجھتے تھے کہ حضرت رسول خدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ یعنے پہچانتے ہیں کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جیسے اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں یعنی بغیر شبہ کے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ اور متصف باوصاف کمالیہ ہیں دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ یعنی ہم جانتے ہیں کہ غمگین کرتا ہے آپ کو وہ جو کفار کہتے ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن وہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ روایت ہے :

(قال علی کرم اللہ وجہہ) کما رواہ الترمذی وصححہ الحاکم

(قال ابوجہل للنبی صلے اللہ علیہ وسلم انا لا نکذبك ولکن نکذب بما جئت بہ) کذا فی الشفا وشرحہ للعلی القاری۔

ترجمہ :۔ "علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور کتب سیر وغیرہ سے ثابت ہے کہ نبوت کے پہلے سے کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے اور سمجھتے تھے"۔ پس آیۂ شریفہ اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفار گو ایمان نہ لائے اور تکذیب قرآن شریف کی کرتے رہے مگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معترف ہی رہے۔ اور سوائے کفار کے تمام موجودات کا پہچاننا بھی حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مراد اس معرفت سے معرفت صفات ہے نہ معرفت ذات اور یہ بات معلوم ہے کہ معرفت صفات حمیدہ مستلزم

Marfat.com

مدح ہے اس سے ثابت ہوا کہ ازل سے تا ابد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممدوح عالم ہیں۔
اور ابن عباسؓ کی روایت مذکورہ سے اور دوسری احادیث سے جو انشاء اللہ تعالیٰ قریب ہی
آتی ہیں یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے نام مبارک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یعنی (محمد رسول اللہ)
عرش پر لکھا ہے۔

نام کی وضع میں وصفی معنیٰ کا لحاظ

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اولاً و ابداً ممدوح اور محمود ہیں کیونکہ
ہرچند وضع علم ذات مخصوص پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے اور معنی وصفی مراد نہیں ہوتے
مگر یہ بھی نہیں ہے کہ بالکل معنی وصفی متروک ہی ہوجائیں کیونکہ لفظ اپنے معنے موضوع لہ اول
پر ہمیشہ دلالت کرتا رہے گا جب تک وہ لفظ یا اس کا مبدا اس معنی میں مستعمل رہے اسی
وجہ سے کسی کا نام اللہ رکھنا درست نہیں۔ یا اگر کسی کا نام شیطان رکھا جائے بیشک
جب سُنے گا رنجیدہ ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ معنی وصفی متروک نہیں ہوتے بلکہ اکثر وضع
بہ لحاظ معنی وصفی کے ہوا کرتی ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے حضرتؐ کا نام وضع فرمایا وقت
وضع معنی وصفی مقصود تھے یعنی (حمد کیا گیا) پھر جب تک نام مبارک عرش پر اور حق تعالیٰ
کے پاس مسطور و مذکور ہے یعنی ازلاً و ابداً حضرت کا ممدوح اور محمود ہونا مستمر ہے فثبت المقصود
اگر کوئی اس مقام میں شبہ کرے کہ حدیث ابن عباسؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ نے
حضرتؐ کا مرتبہ بتلانے کے لئے عالم کو پیدا کیا اس سے لازم آتا ہے کہ افعال حق تعالیٰ کے معلل
بالاغراض ہوں حالانکہ یہ بات خلاف عقیدہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ معلل بالاغراض نہ ہونے
کا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کام فوائد و منافع سے خالی ہوں ورنہ بڑی قباحت لازم آئے گی
کہ نعوذ باللہ ہر ایک کام عبث ہوجائے حالانکہ حق تعالیٰ اس کی نفی فرماتا ہے :۔ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا
خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں حق تعالیٰ کو غرض ایسی نہیں جو باعث استکمال

Marfat.com

ہو جیسے مخلوقات کو ہوا کرتی ہے کیونکہ استکمال بالغیر حق تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ بس اس حدیث شریف کو ایسی سمجھنا چاہیئے جیسے آیۂ شریفہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ. یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر تاکہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر پر (تاکہ پہچانیں مجھکو) اب یہاں ایک دوسرا شبہ پیدا ہوا کہ اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جن وانس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیث ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر واقف کرانے کے لئے جواب اس کا یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی مقصود ہوا کرے ادنیٰ عقلمند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا کرتے ہیں چہ جائے کہ خدائے تعالیٰ کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا جو آفرینش عالم ہے اس میں صرف ایک ہی مقصود رہا کیا ضرور دیکھ لیجئے عناصر اربعہ سے کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل حیران ہو جائے۔ کیا تخلیق کے وقت یہ سب اغراض ومنافع پیش نظر نہ ہوں گے۔ پھر اگر آفرینش ثقلین سے دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئے گی۔ بلکہ ثقلین اگر باحسن وجوہ عبادت کریں اور تقرب الٰہی انھیں حاصل ہو جائے تو حضرت کا مرتبہ باحسن وجوہ سمجھ لیں گے۔ ہاں جن وانس کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصد اولی ہو اور ایک قصد ثانوی اور ممکن ہے دونوں اولی ہوں۔ اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیۂ شریفہ پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کے لئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جو جواب اس کا دیا جاتا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ حالانکہ کفار کا حضرتؐ کو جاننا خود قرآن شریف سے ابھی ثابت ہو چکا۔ اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث ومباحث ہیں مگر بخوف تطویل اختصار کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کا ذکر کفارۂ گناہ ہے

پھر کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا، ۳ اور از قسم عبادت ہے جو ذکر انبیأ
پھر ہو ذکر سرور عالم کا کیسا مرتبہ جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا
رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے

قولہٗ پھر کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا آلخ حدیث شریف میں وارد ہے :-

عن معاذ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ و ذکر الموت صدقۃ و ذکر القبر یقربکم من الجنۃ فھو حدیث حسن لغیرہ کذا فی الجامع الصغیر وشرحہ سراج المنیر۔

ترجمہ :- روایت ہے معاذ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ذکر نبیوں کا ایک قسم کی عبادت ہے اور ذکر صالحین کا (یعنی اولیاء اللہ کا) کفارہ ہے گناہوں کا۔ اور ذکر موت کا صدقہ ہے۔ اور یاد کرنا قبر کا نزدیک کرتا ہے تم کو جنت سے۔

الحاصل جب اولیاء اور سائر انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور کفارۂ گناہ ہو تو سلطان الانبیاء و الاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کفارہ گناہوں کا ہوگا یقین ہے کہ اس ذکر پاک میں بحسب خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسی خصوصیت ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے۔

Marfat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ذکرِ حق تعالیٰ ہے

قولہ جس کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا۔

کما فی الشفا (وروی) ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ) کما فی صحیح ابن حبان ومسند ابی یعلی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال لی ان ربی و ربك یقول اتدری کیف رفعت ذکرك قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرتُ ذکرت معی قال ابن عطاء جعلت تمام الایمان بذکری معك وقال ایضاً جعلتك ذکراً من ذکری فمن ذکرك ذکرنی۔

ترجمہ و فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جانتے ہو کہ آپ کا ذکر میں نے کیسا بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور رسول اس کا جانتا ہے کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔

ابنِ عطا کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایمان کا تمام وکمال اس بات پر مقرر کیا کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے اور امام سیوطی رح نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے:۔

واخرج ابو یعلی و ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن حبان وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابی سعیدؓ الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال ان ربك یقول تدری کیف رفعت ذکرك قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی

ترجمہ:۔ یعنی تفسیر درمنثور میں ہے کہ حدیث موصوف انہی کتابوں میں موجود ہے! اور قسطلانی نے اس حدیث کو مقصد سادس مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے مگر اس میں بجائے اللہ ورسولہ اعلم کے اللہ اعلم ہے اور کہا کہ روایت کیا اس کو طبرانی نے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور شارح زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ حدیث کی ضیائے مقدسیؒ نے بھی تصحیح کی ہے۔

58582

Marfat.com

نکتہ ۔ عجب نہیں کہ (اذا ذکرت ذکرت معی) سے اشارہ ہو طرف حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ کے جس کی تصریح حضرات صوفیہ و اکابر اولیا فرماتے ہیں والعاقل تکفیہ الاشارۃ اور اتنا تو صراحتاً بھی اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ذکر کیا گیا میں ساتھ ہی آپ بھی ذکر کئے گئے یعنی بلا تعین وقت والغیب عند اللہ

قولہ رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنے بلند کیا ہم نے ذکر آپ کا انتہیٰ اس سے کیا بڑھکر ہو کہ حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقرر فرمایا چنانچہ ابی سعید خدری کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا اور رفعت ذکر ہی کی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں میں ہر جگہ اور عرش پر اور در و دیوار جنت پر بلکہ اس کے ہر ایک پتے پر اور سینوں پر حوروں کے اور فرشتوں کے آنکھوں کے بیچ میں اور ہر پتے پر شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے اور خاتم پر سلیمان علیہ السلام کے اور تختی پر اس خزانہ کے جس کا ذکر قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ قریب میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں نقل کی جائیں گی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اطمینان قلب

قولہ مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے ۔ امام سیوطی رحمۃ نے درمنثور میں آیہ شریفہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی تفسیر میں نقل کیا ہے:۔

اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مجاھد اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ قال بمحمد واصحابہ

ترجمہ :۔ یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ (آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں) مراد اس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا ذکر ہے۔

فائدہ : مجاہدؒ نے بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں بمحمدؐ و اصحابہ جو کہا ہے ہر چند ظاہر آیۂ شریفہ

Marfat.com

کے مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر چونکہ ایسے محدث جلیل القدر نے تفسیر کی ہے اس کو بحسن ظن مان لینا چاہیئے کیونکہ ان حضرات کو جب تک کسی معنی کا یقین نہیں ہوتا تفسیر بالرائے نہیں کرتے چنانچہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کے ابواب تفسیر قرآن میں اس کی تصریح کی ہے:

کما قال واما الذی روی عن مجاهد وقتادة وغیرهما من اهل العلم انهم فسروا القرآن فلیس الظن بهم انهم قالوا فی القرآن بغیر علم او من قبل انفسهم وقد روی عنهم ما یدل علی ما قلنا انهم لم یقولوا من قبل انفسهم بغیر علم۔

اہل انصاف ضرور یہاں غور فرمائیں گے کہ امام ترمذیؒ باوجود تجربۂ علم وعلوشان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا حسن ظن رکھتے تھے کہ باوجودیکہ تفسیر قرآن کے لئے کمال درجہ کی احتیاط چاہیئے تاہم ان کی تفسیر مجرد کو یہ نہ کہا کہ ایسے اقوال بلا استدلال حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ حسن ظن ظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہونچی ہوں گی گو ہمیں معلوم نہوں۔ جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال متقدمین کو صرف بحسنِ ظن مان لیں تو ہم لوگوں کو متقدمین کی نسبت کس قدر حسنِ ظن چاہیئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسا فہم۔ افسوس ہے اُن لوگوں سے کہ جن کو عبارت پڑھنے کا بھی حوصلہ نہیں، ائمۂ مجتہدین پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض چند کتب حدیث پڑھ بھی لیں تو کیا کہیں امام ترمذی ہو سکتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ ترمذی وہ شخص ہیں کہ جن کی جلالت شان وتبحر علم وکمال قوت حافظہ پر ایک عالم گواہی دے رہا ہے سچ ہے عالی ظرفوں کی بات ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے مثل مشہور ہے جیسا آدمی ویسی بات حضرت علیؓ فرماتے ہیں دو ۃ الارذال آفتہ الرجال۔

Marfat.com

فضیلت ونجات بطفیل نام مُبارکؐ

ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنّم سرد ہو
اور سمی حضرتؐ کا دوزخ میں نہ جائے مومنو

بو البشرؑ نے کی وصیت وقت آخر شیثؑ کو
کہ قرینِ ذکر حق ذکر محمدؐ کیجیو

وحشت آدم کی گئی نام شہِ لولاک سے

مردے زندہ ہوگئے تاثیرِ نامِ پاک سے

قولہ ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنم سرد ہو ۔ مواہب لدنیہ میں ہے: روی ان قوما من حملة القران یدخلونها فینسیهم الله ذکر محمد صلی الله علیه وسلم حتی یذکرهم جبرئیل علیه السلام فیذکرونه فتخمد النار وتنزوی عنهم ترجمہ روایت ہے کہ ایک قوم حافظ قرآن دوزخ میں داخل ہوگی جس سے بھلا دیگا اللہ تعالیٰ ذکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر یاد دلائیں گے اُن کو جبرئیل علیہ السلام جب یاد کریں گے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو آگ بجھ جائے گی اور ہٹ جائے گی ۔ انتہیٰ

قولہ اور سمی حضرتؐ کا دوزخ میں نہ جائے مومنو ۔ مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی میں روایت ہے ۔

رویناما اخرجه الحافظ ابوطاهر السلفی وابن بکیر فی جزئه من طریق حمید الطویل (عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوقف عبدان بین یدی الله تعالیٰ فیامر الله بهما الی الجنة فیقولان ربنا بما استاهلنا الجنة ولم نعمل عملا یجازینا الجنة فیقول الله تعالیٰ ادخلا الجنة فانی آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمه احمد ولا محمد وروی ابونعیم عن نبیط ابن شریط قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تعالیٰ وعزتی وجلالی لا اعذبت احدا تسمی باسمك فی النار)

ترجمہ روایت ہے انس بن مالکؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

Marfat.com

دو بندے روبرو اللہ تعالیٰ کے کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہوگا لے جاؤ ان کو جنت کی طرف وہ عرض کریں گے اے رب کس سبب سے ہم قابل جنت ہوئے حالانکہ کوئی عمل ہم نے ایسا نہیں کیا جس کا بدلہ جنت ہو ارشاد ہوگا جاؤ جنت میں میں نے قسم کھائی ہے اپنی ذات کی کہ دوزخ میں داخل نہ ہو وہ شخص جس کا نام احمدؐ یا محمدؐ ہو۔ اور نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ نہ عذاب کرے گا دوزخ میں اس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ موسوم ہو ہرچند ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلت تسمیہ کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ قول قابل اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے جو لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس باب میں صحیح نہیں یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے اور ایسی حدیث کیونکر موضوع ہوسکتی ہے جس کو اکابر محدثین مثل حاکم اور بزار ابن عدی ابو منصور ابو سعید ابو یعلی طرابلسی ابن جوزی سلفی ابو نعیم خرائطی ابن بکیر وغیرہ نے موقوفاً و مرفوعاً روایت کیا ہے ہکذا افاد الزرقانی فی شرح المواہب اور احادیث موقوفہ بھی یہاں حکم میں مرفوع کے ہیں اس لئے کہ صحابہ ایسے امور اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے جیسا کہ محدثین نے اسکی تصریح کی ہے رہا یہ کہ بعض ملاحدہ و زنادقہ بھی نام مبارک کے ساتھ موسوم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے فضائل بلکہ جمیع اعمال حسنہ بغیر ایمان کے کچھ کام نہیں آتے مقدم سب سے خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت ہے جب یہیں معاملہ ٹھیک نہ ہوا تو سوائے جہنم کے پھر کہیں ٹھکانا نہیں۔ الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عظمت ملحوظ ہے کہ توہین حضرت کے نام کی بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہیں

Marfat.com

آنحضرت صلعم کا نام عرش پر

قولہ بوالبشرؑ نے کی وصیت الخ۔ مواہب لدُنیہ میں مروی ہے:۔

وروی ابن عساکر عن کعبؓ الاحبار قال اقبل آدم علی ابنہ شیث ؑ فقال ای بُنیّ انت خلیفتی من بعدی فخذھا بعمارۃ التقویٰ والعروۃ الوثقیٰ فکلما ذکرت اللّٰہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والطین ثم انی طفت السمٰوٰت فلم ارفی السمٰوٰت موضعا الا رایت اسم محمد مکتوبا علیہ وان ربی اسکننی الجنۃ فلم ارفی الجنۃ قصرًا ولا غرفۃ الا وجدت اسم محمد مکتوبًا علیہ ولقد رایت اسم محمدؐ مکتوبا علی نحور الحور العین وعلی ورق قصب آجام الجنۃ وعلی ورق شجرۃ طوبیٰ وعلی ورق سدرۃ المنتھیٰ وعلی اطراف الحجب وبین اعین الملائکۃ فاکثر ذکرہ فان الملائکۃ من قبل تذکرہ فی کل ساعاتھا۔

ترجمہ روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے متصل نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے اُن کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے جب میں روح وطین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالاخانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور ان کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے بیچ میں نام مبارک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر ان کا ذکر کیا کرو فرشتے

Marfat.com

قدیم سے ہر وقت اُن کا ذکر کیا کرتے ہیں انتہیٰ۔

فائدہ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو جو کثرت ذکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت فرمائی اس کا منشا ایک تو یہ ہے کہ جب فرشتے ہمیشہ حضرتؐ کا ذکر کیا کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت عمدہ عبادت ہوگی اور ایسی عبادت زیادہ کرنا بہتر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسی محبت ہے کسی کے ساتھ نہیں ہر چند حضرت ابراہیم بھی خلیل اللہ ہیں مگر حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کچھ اور ہی ہے چنانچہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام معترف ہیں کہ میری خلت اس درجہ کی نہیں۔

آنحضرت صلعم کا ذکر علامتِ محبّت و ایمان ہے

کما فی المواھب وشرحه للزرقانی ولفظه للمسلم عن ابی ھریرة وحذیفة قال قال صلے اللہ علیه وسلم یجمع اللہ الناس فیقوم المومنون حتی تزلف لھم الجنة فیاتون اٰدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا الجنة فیقول وھل اخرجکم من الجنّة الاخطیئته ابیکم اٰدم لست بصاحب ذٰلك اذھبوا الی ابنی ابراھیم خلیل اللہ فیقول ابراھیم لست بصاحب ذٰلك انما کنت خلیلا من وراء وراء) الحدیث

ترجمہ روایت کی مسلم نے ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کرے گا حق تعالیٰ لوگوں کو محشر میں کھڑے ہوں گے ایمان والے یہاں تک کہ قریب ہوگی ان سے جنت تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے اے پدر بزرگوار ہمارے کھلوایئے ہمارے لئے جنّت وہ کہیں گے تمہیں جنت سے تمہارے باپ آدم ہی کی خطا نے تو نکالا ہے میں اس کام کا نہیں جاؤ میرے فرزند خلیل اللہ کے پاس۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں بھی اس کام کا نہیں

Marfat.com

ہوں میں خلیل صرف دو رہی دور سے تھا انتہیٰ ۔

الحاصل آدم علیہ السلام پر یہ امر بخوبی منکشف ہوگیا تھا کہ حق تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت ہے کیونکہ ہر ایک مقام پر نام مبارک کو لکھنا اور فرشتوں سے ہمیشہ ذکر کروانا فرط محبت پر دلیل قطعی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے (مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ) وھو حدیث مرفوع رواہ ابونعیم والدیلمی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ذکرہ فی المواہب وشرحہ ۔

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اُس کو یاد کیا کرتا ہے انتہیٰ ۔

اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے ۔ وصیت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کیا کریں ۔ اس وصیت میں بظاہر دو فائدے ہیں ایک خاص نفع ذاتی شیث علیہ السلام کا کہ بدولت اس کے حق تعالیٰ کے نزدیک ان کا تقرب بڑھے ۔ دوسرا یہ کہ تمام اولاد کی بھلائی بھی مدنظر تھی کیونکہ جب سب کو یہ معلوم ہوجائے کہ اپنے پیارے فرزند ولیعہد کو ایسی وصیت کی ہے تو ان میں جو زیرک اور خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر رغبت کریں گے ۔ اس پر بھی اگر کسی ناخلف نے پدر مہربان کی وصیت کو لغو سمجھا تو اپنا نقصان کیا ۔ یہ تو ان کا ذکر تھا جو خود ہی مُقرب تھے ۔ اب اس موقع میں ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیائے اولوالعزم نے ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں اس قدر اہتمام کیا ہو تو ہم امتیوں کو کس قدر اس کا اہتمام و التزام چاہیئے کیونکہ ہمارا تو دین و ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے ۔ دیکھو خود حضور اقدس کیا فرماتے ہیں :-

عن انسؓ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین رواہ الشیخان واللفظ للبخاری

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی تم میں ایماندار نہیں ہوتا جب تک اس کے

دل میں میری محبت اُس کے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو یعنی تمام عالم سے زیادہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں۔

غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو حضرتؐ کی محبت حاصل کرنا چاہیئے اور حصول محبت کی مفتاح ذکر ہے چنانچہ ابن قیم نے حادی الارواح الیٰ بلاد الافراح میں لکھا ہے :۔ وقد جعل اللہ لکل مطلوب مفتاحا ومفتاح الولایۃ والمحبۃ الذکر یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک مطلب کے لئے ایک کنجی مقرر کی ہے اور کنجی قرب و محبت کی ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کرنا چاہیئے تاکہ محبت حضرتؐ کی پیدا ہو اور بدولت اس کے ایمان حاصل ہو۔ اور اگر ایمان ہے یعنی حضرتؐ کی محبت ہے جب تو بمقتضائے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ خود ذکر ہونے لگے گا۔

آنحضرت صلعم تمام عالم کی پیدائش کا باعث ہیں

قولہ شعر لولاک اشارہ اس حدیث شریف کی طرف ہے جو مواہب لدنیہ میں ہے۔

وروی انہ لما خرج آدم من الجنۃ رای مکتوبا علی ساق العرش وعلی کل موضع فی الجنۃ اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم مقرونا باسم اللہ تعالیٰ فقال یارب ھذا محمد من ھو فقال اللہ تعالیٰ ھذا ولدک الذی لولاہ ما خلقتک فقال یارب بحرمۃ ھذا الولد ارحم ھذا الوالد فنودی یا آدم لو تشفعت الینا بمحمدؐ فی اھل السموٰت والارض لشفعناک۔

ترجمہ۔ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلے دیکھا کہ ساق عرش پر اور جنت میں ہر جگہ نام محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے عرض کیا یارب یہ محمدؐ کون ہیں ارشاد ہوا (ھذا ولدک لولاہ ما خلقتک) یعنی یہ تمہارے فرزند ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ عرض کیا یارب بحرمت اس فرزند کے اس والد پر رحم کر ندا آئی کہ اے آدمؑ اگر تم

Marfat.com

محمدؐ کے وسیلہ سے کل زمین و آسمان والوں کے حق میں سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کرتے۔ اور اسی طرح لفظ (لولاہ) اس حدیث شریف میں وارد ہے جس کو روایت کیا امام سیوطیؒ نے درمنثور میں تفسیر آیہ شریفہ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کے تحت میں کما قال اخرج

الطبرانی فی المعجم الصغیر والحاکم وابونعیم والبیہقی کلاہما فی الدلائل وابن عساکر عن عمرؓ بن خطاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما اذنب آدم الذنب الذی اذنب رفع راسہ الی العرش فقال اسالک بحق محمد الا غفرت لی فاوحی اللہ الیہ ومن محمد فقال لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام سے وہ گناہ صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بخشدے ان پر وحی ہوئی کہ محمد کون۔ عرض کیا الٰہی جب پیدا کیا تو نے مجھ کو تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہ ہوگا۔ وحی آئی کہ اے آدم وہ نبیوں سے آخر ہوں گے تمہاری اولاد میں (ولولاہ ما خلقتک) یعنی اگر نہ ہوتے وہ تو نہ پیدا کرتا میں تم کو۔ انتہیٰ۔

ابن جوزیؒ نے بھی کتاب الوفا بفضائل المصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ **فائدہ** اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوا کرتا ہے کہ جس کی توفیق ہر شخص سے ہو نہیں سکتی۔ ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ دونوں حدیثوں میں کچھ ضعف آجاتا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث سے تعداد کی وجہ سے قوت

Marfat.com

پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہر ایک حدیث نفس واقعہ کی صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے ہاں جن امور زائدہ میں تعارض ہے اُن میں شک پیدا ہوگا نہ کہ نفس واقعہ میں دیکھ لو احادیث معراج جو صحیحین وغیرہ میں وارد ہیں اس سے ترتیب مقامات انبیاء علیہم السلام میں کس قدر اختلاف ظاہر ہے پھر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف ہوگئے ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دیدیتے ہیں اور کبھی منشا اختلاف کا یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کو ہر چند اصل واقعہ تو یاد ہوتا ہے لیکن ممکن ہے بسبب تمادی ایام کے تقدیم یا تاخیر اوقات وغیرہ پورے طور پر یاد نہ رہنے کی وجہ سے اپنے ظن غالب پر بیان کر دیا ہو چنانچہ ان دونوں حدیثوں میں یہی صورت معلوم ہوتی ہے۔

الحاصل ان دونوں حدیثوں سے مخاطبہ حق تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ثابت ہے کیونکہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے

نامِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ رفع وحشت ہے

قولہ وحشت آدم کی گئی نام شہ لولاک سے ہے

کما فی المواهب والزرقانی (واخرج ابو نعیم فی الحلیة عن ابی هریرة رضی رفعه لما نزل آدم علیه السلام بالهند استوحش فنزل جبریل علیه السلام فنادی بالاذان الله اکبر الله اکبر مرتین اشهد ان لا اله الا الله مرتین اشهد ان محمدا رسول الله مرتین (الحدیث) ورواه ایضا الحاکم وابن عساکر وقد روی الدیلمی عن علی رأنی رسول الله صلی الله علیه وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب مالی اراک حزینا فمر بعض اهلک یؤذن فی اذنک فانه دواء للهم فجربته فوجدته کذلک وقال کل من رواته جربته فوجدته کذلک۔

Marfat.com

ترجمہ :- فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اترے اُن کو وحشت ہوئی اس وقت جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی اس طور سے اللہ اکبر اللہ اکبر دو بار اشھد ان لاالہ الا اللہ دو بار اشھد ان محمد رسول اللہ دو بار آخر حدیث تک (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی رہے) اور علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حزین وغمگین دیکھکر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب تم کو میں غمگین پاتا ہوں کسی سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہدے وہ غم کی دوا ہے علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو آزمایا فی الحقیقت اس سے حزن جاتا رہا اور اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سبھوں نے ایسا ہی کہا کہ ہم نے بھی اس کو آزمایا ہے واقعی یہی تاثیر پائی انتہی

نکتہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے تو جتنے خیالات وحشت انگیز ہوں سب محو ہوجاتے ہیں اس لئے کہ جب انسان کو کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہو اور اس کو یاد کرے تو دل اسی کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے جس سے خیال ان امور کا جو وحشت انگیز ہوں باقی نہیں رہتا یعنی کیفیت جدیدہ دل میں متمکن ہونے کی وجہ سے کیفیت سابقہ محو ہوجاتی ہے جب یہ تاثیر ہر محبوب کے یاد کرنے میں عموماً ٹھیری تو محبوب رب العالمین کے یاد کرنے میں کس قدر تاثیر ہونا چاہیئے جب بحسب عقیدۂ اہل اسلام کیفیت قلبی وغیرہ کا وجود بے تخلیق خالق ممکن نہیں

سو جیسے حق تعالیٰ نے ہر محبوب کے یاد کرنے میں تاثیر رکھی ہے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اگر خاص طور پر وہ تاثیر رکھی ہو تو کیا عجب البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ہوگا کہ وہاں تذکر کے بعد ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے کیفیت سابقہ محو ہوجائے۔ اور یہاں توسط کیفیت جدیدہ کی ضرورت نہیں مگر چونکہ تاثیرات اشیاء من جانب اللہ ہیں۔ اثر آخری دونوں کا ایک طور پر ہوا جیسے طب یونانی ومصری یا ڈاکٹری کہ کسی میں علاج بالضد ہے اور کسی میں بالموافق۔ ہرچند کیفیات درمیانی متغایر ہوں مگر انجام دونوں کا جو ازالۂ مرض ہے ایک ہے۔

Marfat.com

الحاصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں یہ اثر دیا گیا ہے کہ وحشت واندوہ کو دفع کرے۔ میں یقین سمجھتا ہوں کہ یہاں باریک ونازک اسرار ہوں گے جس کو اہل مذاق جانتے ہوں گے۔ اتنا تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ادھر شان رحمۃ للعالمینی جلوہ گر ہے کہ نام سے آثار رحمت ہویدا ہیں۔ اور ادھر عظمت شان غیوری آمادۂ قہر ہے کہ جب عموماً محبوبوں کے ذکر میں وہ تاثیر ہو۔ کیا معنی کہ محبوب رب العالمین کے ذکر میں وہ اثر نہ ہو۔ دلوں پر جبر ہے کہ بخرق عادت بلا توسط کیفیت جدیدہ وحشت واندوہ دفع ہوا کرے۔ یہاں ایک بات اور یاد رکھ لینا چاہیئے کہ اگر کسی بد اعتقاد قسی القلب کے دل میں یہ اثر ظاہر نہ ہو تو یہ نہ سمجھیں کہ اُس کی تاثیر میں کچھ فرق ہے۔ بلکہ وہاں یہ سمجھا چاہیئے کہ محل میں صلاحیت نہیں۔ جیسے اطباء معترف ہیں کہ جب محل میں صلاحیت قبول نہ ہو۔ دوا کیسی ہی قوی الاثر کیوں نہ ہو کچھ تاثیر نہیں کرتی۔ علیٰ ہذا القیاس اورادعیہ وسور قرانی باوجود قطعیات تاثیر کے اسی وجہ سے کبھی اثر نہیں بھی کرتے ہیں۔

فائدہ اگر کوئی یہاں یہ سوال کرے کہ حدیث شریف سے تو مجموع اذان کی تاثیر ثابت ہوتی ہے اور اس میں کئی امور مذکور ہیں خاص حضرت کے نام کی تاثیر کہاں سے ثابت ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ اذان میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کی دعوت یہ تو ظاہر ہے کہ اس اذان سے دعوت نماز مقصود نہیں ورنہ علی کرم اللہ وجہہ کو کان میں اذان کہلوانے کا ارشاد کیوں ہوتا۔ فرما دیتے کہ اذان وقتیہ سُن لو۔ اب رہا خدائے تعالیٰ کا ذکر سو اس میں کچھ شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نام پاک میں ہر قسم کی تاثیرات ہیں۔ اس کا انکار کون کر سکے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ موثر حقیقی وہی ہے۔ اور وہ مختار ہے چاہے تاثیر کسی شئے کی کسی وقت ظاہر کرے چاہے نہ کرے چنانچہ آدم علیہ السلام جب سے کہ اپنے مقام سے جدا ہوئے کیا ہو سکتا ہے کہ اس محل وحشت واندوہ میں سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کا ذکر انھوں نے کیا ہوگا پھر باوجود اس کے نام پاک کی تاثیر ظاہر نہ فرمائی۔

Marfat.com

کیونکہ مقصود کچھ اور تھا پھر جب وحشت کو ان کی دفع کرنا منظور ہوا جبرئیل السّلام بھیجے گئے کہ اذان کہیں جس میں نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا اب ذرا غور کیا جائے کہ ایسے موقع میں آدم علیہ السلام نے کیا خیال کیا ہوگا یہی وجہ تھی کہ جب نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یاد دلایا گیا تمامی خصوصیات حضرتؐ کے جو وہ دیکھ چکے تھے سب آنکھوں کے سامنے ہوگئے اور کہنے لگے الٰہی بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم مجھے بخشدے اس سے معلوم ہوا کہ تمامی اذان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کا ذکر مقصود تھا۔ جس کی تاثیر ظاہر ہوئی اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے قیامت میں بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے صرف تصدیقِ رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقصود ہوگی۔

کمافی المواهب وشرحه (واخرجه) ای حدیث ابی هريرة المذكور (الطبرانی والحاکم بلفظ) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (تحشر الانبياء على الدواب وابعث على البراق و يبعث بلال على ناقة من نوق الجنة ينادى بالاذان محضًا و بالشهادة حقًا حتى اذا قال أشهد ان محمدًا رسول الله شهد له المؤمنون من الاولين والأخرين)۔

ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء کا حشر سواریوں پر ہوگا اور سوار ہوں گا میں براق پر اور بلالؓ ناقہ جنت پر ہوں گے اور اذان خالص کہیں گے اور سچی گواہی دیں گے جب اشہد انّ محمداً رسول اللہ کہیں گے تو سب اگلے پچھلے اہلِ ایمان اس کی گواہی دیں گے۔ انتہیٰ

یہ بات ظاہر ہے کہ نہ محشر میں نماز کی دعوت مقصود ہے نہ شہادت توحید کیونکہ وہاں تو کفار بھی موحد ہو جائیں گے مقصود یہ کہ مجموع اذان سے دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں جو رفع وحشت واندوہ کی تاثیر ہے بنظر نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے اور وحشت آدم علیہ السلام کی اسی سے

Marfat.com

زائل ہوئی۔ وہو المطلوب۔

حدیث لولاک

قولہ لولاک الخ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ماخلقت النار اور سلمان فارسیؓ سے لولاك ماخلقت الدنيا مروی ہے چنانچہ دوسری اور چوتھی تسدیس ہیں دونوں روایتیں مذکور ہوئیں۔

فائدہ یہاں معلوم کرنا چاہیئے کہ آجکل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاك لما خلقت الافلاك حدیث موضوع ہے یہ تسلیم بھی کیا جاوے تو اہل جرح کو اس سے فائدہ کیا۔ زمین دریا جنت دوزخ ثواب عقاب۔ جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار۔ بلکہ ساری دنیا جب بدولت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں دیکھو جنت دوزخ بدولت آنحضرتؐ کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم دیلمی سبکی، بلقینی نے روایت کیا ہے اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور عزفی نے اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے۔ اور ثواب و عقاب کی حدیث کو ابن سبع و عزفی نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی حاکم بیہقی ابن عساکر ابونعیم ابوالشیخ بلقینی سبکی نے چنانچہ دوسری اور چوتھی تسدیس میں ان احادیث کا ذکر ہو چکا۔ اور خصائص کبریٰ میں امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے:-

اخرج الحاكم والبيهقي والطبراني في الصغير وابونعيم وابن عساكر عن عمرؓ بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اقترف آدم الخطيئة قال يارب اسألك بحق محمد لما غفرت لى قال كيف عرفت محمدا قال لانك لما خلقتني بيدك ونفخت فيّ من روحك رفعت راسي فرايت على قوائم العرش مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الى اسمك

Marfat.com

الا احب الخلق الیک قال صدقت یا اٰدم ولولا محمد ما خلقتک۔

ترجمہ روایت کیا حاکم اور بیہقی اور طبرانی نے صغیر میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام مرتکب خطا ہوئے عرض کی یارب بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخشدے ارشاد ہوا تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا عرض کیا جب تو نے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے سر اُٹھایا جو دیکھا تو عرش کے ہر پایہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اس سے میں سمجھ گیا کہ اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام تو نے لکھا ہوگا جو محبوب ترین خلق تیرے پاس ہے ارشاد ہوا اے آدمؑ تم سچ کہتے ہو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو نہ پیدا کرتا انتہی۔

الحاصل ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ تمام عالم کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔ اب کہئے افلاک اس سے کہاں نکل سکیں گے۔ بلکہ خود افلاک کا نام بھی صراحتًا علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں آچکا ہے جو دوسری تسدیس میں مذکور ہے اب باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے سو یہ بحث علمی ہے۔ اعتراض کرنے والے سب ایسے نہیں ہیں کہ ابحاث علمیہ سے واقف ہوں بلکہ اکثر تو ایسے ہوں گے کہ لفظ حدیث کے معنی تک نہ جانتے ہوں گے ایسے لوگوں کا ایسے موقع میں مقصود کچھ اور ہی ہوتا ہے خیر الغیب عند اللہ۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات کی کتاب الفضائل میں ذکر نہیں کیا۔ باوجودیکہ کمال تشدد ان کا ظاہر ہے کہ اکثر احادیث ضعیفہ کو بھی داخل موضوعات کر دیا ہے۔ ہاں ملا علی قاری نے موضوعات الحدیث میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ صغانی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ معنے اس کے صحیح ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت میں لولاک ما خلقت الجنہ ولولاک ما خلقت النار اور ابن عساکر کی روایت میں لولاک ما خلقت الدنیا وارد ہے۔ انتہی۔

الحاصل حدیث لولاک صحیح ہے گو الفاظ میں کسی قدر فرق ہے پس اطلاق شہ لولاک

میں کچھ کلام نہیں و ہو المقصود ۔

نامِ مبارک سے مُردے کا زندہ ہونا

قولہ مُردے زندہ ہو گئے تاثیرِ نام پاک سے ٭ مواہب لدنیہ میں ہے :۔

وعن انسؓ ان شابًا من الانصار توفی وله ام عجوز عمياء فسجيناه وعزيناها فقالت مات ابنی قلنا نعم فقالت اللّٰهم ان كنت تعلم انی هاجرت اليك والى نبيك رجاء ان تعينني على كل شدة فلا تحملن علی هذه المصيبة فما برحنا ان كشف الثوب عن وجهه فطعم وطعمنا رواه ابن عدی وابن ابی الدنيا والبيهقی وابونعيم.

ترجمہ ۔ روایت ہے انسؓ سے کہ کسی انصاری کا انتقال ہوا جو جوان تھے اور ان کی ماں بڑھیا نابینا تھی ہم نے اُن پر کپڑا اڑھا دیا اور اس بڑھیا کی تعزیت کی اس نے پوچھا کیا میرا لڑکا مرگیا، ہم نے کہا ہاں وہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے اور تیرے رسول کے طرف ہجرت اس اُمید پر کی ہے کہ مدد کرے گا تو میری ہر سختی میں ۔ تو یہ مصیبت مجھ پر مت ڈال انسؓ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ اس جوان انصاری نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت تک وہ زندہ رہے کہ ان کی ماں کا انتقال ان کے روبرو ہوا روایت کیا اس کو ابن عدی و ابن ابی الدنیا اور بیہقی اور ابونعیم نے انتہیٰ۔

سبحان اللہ کیا قوی ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا اُن بی بی کے دل میں متمکن تھا کہ بغیر سوچے کے ویسی نازک حالت میں زبان پر آگیا ۔ اور کیسا اعتقاد کامل تھا کہ شک کو کچھ موقع ہی نہ ملا ۔ خوب ذہن نشین تھا کہ جب سب گھربار چھوڑ کے حضرتؐ

Marfat.com

کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرتؐ کے ہو رہے تو کیسی ہی مصیبت کیوں نہ ہو جب اس ذریعہ سے دعا کی جائے گی اگر موت بھی ہو تو ٹل جائے گی۔ پھر جب ایسی عقیدت کے ساتھ بارگاہ ربّ العزت میں وہ دعا پہنچی جس میں نام مبارک حضرتؐ کا شریک تھا تو یہ اس کا قبول ہونا کیا عجب کیونکہ ابتدائے نشاۂ عنصری انسانی میں یہ سنت اللہ جاری ہو چکی ہے کہ بہ برکت نام مبارک دعا قبول ہوا کرے۔ اب یہاں یہ بحث باقی رہی کہ تاثیر احیاء ہجرت میں تھی یا نیت میں یا نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں یا مجموع میں۔ اور اگر مجموع میں ہو تو جزو اعظم کون ہے چونکہ یہ بحث مسئلۂ تاثیر اذان کے مشابہ ہے جس کا ذکر ابھی ہوا اس لئے بخوف تطویل ناظرین کی طبع رسا اور وجدان سلیم پر حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ **الحاصل** بعد غور کے معلوم ہو سکتا ہے کہ تاثیر نام پاک کی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

نامِ مبارکؐ اماکن علویہ میں

حضرت آدمؑ نے اس فرزند سے یہ بھی کہا ۵ میں تفریح کے لئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکرِ احمدی میں ہر ملک مصروف تھا ۔ اور ہر اک پتے پہ جنّت کے ہے نام اُن کا لکھا
سینے حوروں کے مَلائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش

قولہ حضرت آدم نے اس فرزند سے یہ بھی کہا الخ۔ تسدیس ثالث میں کعب احبار کی روایت مذکور ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں کہاں لکھا ہوا ہے آسمانوں پر ہر جگہ جنّت کے در و دیوار پر حوروں کے سینوں پر سدرۃ المنتہیٰ طوبیٰ اور اشجار جنّت کے پتے پتے پر پردوں کے اطراف اور فرشتوں کی آنکھوں کے بیچ میں اور یہ بھی مذکور ہوا کہ فرشتے ہر وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں مصروف ہیں اور سوائے اس کے اور روایات مرفوعہ بھی اس کے مؤید

Marfat.com

ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

اخرج ابو نعیم فی الحلیة عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الجنة شجرة علیہا ورقة الا مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ: "فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی درخت جنت میں ایسا نہیں جس کے پتوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ لکھا ہو" اور امام ثعلبی نے تفسیر کشف البیان میں بسند متصل روایت کیا ہے۔

عن ابن عباسؓ عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیقؓ وعمر الفاروقؓ۔

ترجمہ۔ روایت ہے علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں نے عرش کی ساق پر دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ لکھا ہے۔ اسی طرح خصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔

اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اید تہ بعلی۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج عرش کی ساق پر میں نے لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اید تہ بعلی یعنی تائید دی میں نے ان کو علیؓ سے انتہیٰ۔

اور خصائص کبریٰ میں یہ روایت بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کعبؓ احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن فضائل کی ہمیں خبر دو جو قبل ولادت شریفہ ظہور میں آئے۔ کہا میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

نے ایک پتھر پایا تھا جس پر چار سطریں لکھی تھیں پہلی سطر انا اللہ لا الٰہ الّا انا فاعبدونی دوسری سطر انّی انا اللہ لا الٰہ الّا انا محمد رسولی طوبیٰ لمن اٰمن بہ واتبعہ الحدیث اور اس کے سوا خصائص کبریٰ اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں بہت روایتیں مذکور ہیں کہ اکثر بلاد میں اشجار و احجار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے اور جابرؓ سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی مُہر کا نقش یہ تھا لا الٰہ الّا اللہ محمد رّسول اللہ اگرچہ ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے" مگر امام سیوطیؒ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ عبادہ بن صامت رضؓ سے بھی یہی روایت وارد ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔

الحاصل جو شخص یہ بات جان لے کہ حق تعالیٰ نے پہلے پہل جب کتابت کو ایجاد فرمایا سب سے پہلے نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے نام کے ساتھ لکھا پھر اس کو اس قسم کی کسی بات میں شک نہ ہوگا بلکہ یہ سمجھ جائے گا کہ یہ چند مواقع کیا اگر سارا عالم نام آوری پر آنحضرتؐ کے گواہی دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔

آنحضرتؐ کے فضائل کسبی نہیں ہیں

فردوس دیلمی میں روایت ہے۔

اوّل شی خط اللہ عزوجل فی الکتاب لاوّل انی انا اللہ لا الٰہ الّا انا سبقت رحمتی غضبی فمن شہد ان لا الٰہ الّا اللہ وانّ محمّدًا عبدہٗ ورسولہ فلہ الجنّۃ (عبداللہ ابن عباس)

یعنے روایت ہے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے پہلی کتاب میں لکھی یہ ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غصہ سے بڑھی ہوئی ہے پھر جو شخص گواہی دے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسُول ہیں اس کے واسطے جنّت ہے۔

Marfat.com

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو قدر و منزلت اور خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اس کا کچھ شمار و حساب نہیں اب یہ معلوم نہیں کہ منشاء اور سبب اُس کا کیا ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے تو اتنا کافی تھا کہ مثل دوسرے رسُولوں کے بعد ادا کرنے فرض منصبی یعنی تبلیغ رسالت کے مستحق تحسین ہوتے۔ اس کے کیا معنی کہ ہنوز عالم کا نام تک کسی زبان پر نہیں آیا تھا کہ لسان غیب سے آپ کی نام آوری کے ہر طرف چرچے ہو رہے ہیں۔ آدمؑ نے جب عدم سے آنکھ کھولی پہلے پہل جس چیز پر نظر پڑی آپ ہی کا نام گرامی تھا جو خالق بے ہمتا کے ساتھ ساتھ ہر جگہ جلوہ گر تھا۔ ہر پتہ گواہی دے رہا ہے کہ ان کی نظیر کا کہیں پتا نہیں اور ہر فرشتہ ذکر میں آپ کے رطب اللسان اور بزبان حال نغمہ سرا ہے کہ (بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) ایک طرف انبیائے اولوالعزم نعت گوئی میں مصروف ہیں کوئی آرزو امتی ہونے کی کر رہا ہے اور کوئی ان کا توسل کر کے حق تعالیٰ سے مرادیں مانگ رہا ہے۔ معلوم نہیں کونسی جانفشانی آپ کی قبل وجود حقتعالیٰ کو ایسی پسند آگئی تھی کہ اس قدر قدر افزائی ہوئی۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر جانفشانی پر اس کا مدار ہوتا تو انبیائے سابق زیادہ تر مستحق ان مراتب کے تھے۔ معاذ اللہ یہاں عبودیت و عبادت کو کیا دخل۔ یہ ایک خاص فضیلت ہے جس کا وجود قبل تخلیق عالم ہو چکا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اب اگر بالفرض کوئی تمام ملائک و جن و انس وغیرہ کی عبادت کر کے یہ توقع رکھے کہ ہم بھی ایسا رُتبہ حاصل کر سکتے ہیں تو کیا ممکن ہوگا نعوذ باللہ من ذٰلک یہ بھی ایک قسم کا جنون سمجھا جائے گا خالقِ عالم جل شانہٗ ازل سے ابد تک کی فضیلت اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کر چکا ازل کا حال تو کسی قدر معلوم ہوا ابد کا حال بھی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا، شمہ یہ ہے کہ جنت کی کنجیاں حضرتؐ ہی کے ہاتھ میں ہوں گی اور سلطنت جنت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مسلم ہے۔ پھر یہ خیال کہ

Marfat.com

کسی دوسرے کو بھی حضرت صلعم کی سی فضیلت حاصل ہوسکتی ہے اس خدائی میں تو اس کا ظہور ممکن نہیں ۔ کیونکہ یہاں تو انحصار ازل و ابد کا ہوگیا ۔ اب اس سے زیادہ اس خیال میں خامہ فرسائی کرنا کلمات کفر کی حکایت کرنا ہے ۔ کسی مسلمان کو طمع تو درکنار، خیال تک نہیں آسکتا کہ شرافت و فضیلتِ ذاتی میں حضرت صلعم کے ساتھ کسی قسم کی تساوی ڈھونڈھے ۔
(چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

خاتم النبیّین دوسرا شخص نہیں ہوسکتا

اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دوسرے شخص کا خاتم النبیین ہونا محال ہے ۔ پھر بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دوسرا خاتم النبیّین ہونا محال و ممتنع ہے مگر یہ امتناع لغیرہ ہوگا نہ بالذات جس سے امکان ذاتی کی نفی نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ امکان ذاتی اور امتناع لغیرہ میں کچھ منافات نہیں ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وصف خاتم النبیین خاصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا ۔ اور موضوع کہ اس لقب کا ذات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ عند الاطلاق کوئی دوسرا اس مفہوم میں شریک نہیں ہوسکتا ۔ پس یہ مفہوم جزئی حقیقی ہے ۔ اور کلیت مفہومی جو وضع سے قطع نظر کرنے میں معلوم ہوتی ہے ۔ بسبب وضع کے جاتی رہی ۔ جیسا کہ عبداللہ جب کسی شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے جزئی حقیقی ہو جاتا ہے ۔ اور مفہوم کلی اس لفظ کا اس کی جزئیت میں کچھ فرق نہیں لاتا ۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ یہ مثال بھی پورے طور پر یہاں تائید نہیں دیتی ۔ اس لئے کہ عبداللہ عین وقت وضع میں برابر دوسروں پر کہا جاتا ہے ۔ بخلاف لفظ خاتم النبیین کے کہ جب سے واضع نے اس کو وضع کیا ہے کبھی دوسرے پر اس کا اطلاق کیا ہی نہیں اور نہ اطلاق اس کا سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صحیح ہوسکتا ہے ۔ اس لئے کہ ختم انتہا کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتہا متجزی نہیں ہوسکتی تاکہ دو شخص اس صفت

Marfat.com

کے ساتھ متصف ہوں۔ پھر جب عقل نے بہ تبعیت نقل ایک ذات کے اتصاف کو مان لیا
اس کے نزدیک محال ہوگیا کہ دوسری ذات اس صفت کے ساتھ متصف ہوسکے۔ اور بحسب
منطوق لازم الوثوق قولہ تعالیٰ مَا یبدل القول لدیّ کے جب ابد الآباد تک یہ لقب مختص
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ٹھہرا۔ تو جزئیت اس مفہوم کی ابد الآباد کے لئے ہوگئی۔
کیونکہ یہ لقب قرآن شریف سے ثابت ہے جو بلا شک قدیم ہے۔

الحاصل اس مفہوم کی جزئیت میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ بات عبداللہ میں نہیں۔
اب اس دعوے کا قضیہ بنایئے (غیرہ علیہ السلام خاتم النبیین بالامکان) بہ ادنیٰ تامل ثابت
ہوجائے گا کہ یہ قضیہ بحمل صحیح منعقد ہی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ حمل جزئی حقیقی کا کلی پر صحیح
نہیں۔ اور اگر بنظر احتمال موضوع کے جزئی سمجھا جائے پھر خواہ وہ معین ہو خواہ غیر معین غیر
موضوع نہ محمول کا ہوگا۔ اور ابھی معلوم ہوا کہ محمول جزئی حقیقی ہو تو اس کا حمل دوسری جزئی
پر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جیسا (زید عمرو) درست نہیں۔ اور حمل مذکور کے عدم جواز کی دوسری
وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر درست نہیں۔ جیسے (الحمار کاتب) یا
(غیر آدم علیہ السلام ابو البشر) یا (زید ابو زید) یعنے زید اپنا آپ باپ ہے مثال آخری ممثل لہٗ پر
اس وجہ سے منطبق ہے کہ عمرو مثلاً زید کا باپ ہے تو یہ صفت اس کا خاصہ ہوگی پھر یہ صفت
اگر غیر عمرو پر اطلاق کی جائے تو اس امر میں کہ موضوع غیر ذی الخاصہ ہے زید اور بکر دونوں
برابر ہوں گے پس اطلاق ابو زید خاصہ کا اگر بکر پر صحیح ہو تو چاہیئے کہ اس کی جہت سے زید
پر بھی صحیح ہو کیونکہ غیر ذی الخاصہ ہونے میں دونوں برابر ہیں و اللازم باطل فالملزوم مثلہ۔
اور قطع نظر اس کے یہ تو ظاہر ہے کہ زید کا پدر حقیقی جب عمرو ہو تو یہ صفت دوسرے پر
کیونکر صادق آسکے۔

الحاصل خاصہ ایک شئے کا دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ ورنہ وہ خاصہ خاصہ
نہ ہوگا وہو خلف۔ لِم اس کا یہ ہے کہ محمول کو چاہیئے کہ ذاتی موضوع کا ہو یا عرضی۔ اور حمل

Marfat.com

وہی صادق آتا ہے جہاں مبدا محمول کا ذاتی موضوع کا ہو جیسے (الانسان ناطق) یا صفت منضمہ ہو جیسے زید کاتب یا منتزعہ ہو خواہ بالاضافت جیسے السماء فوقنا یا بلا اضافت جیسے الاربعۃ زوج پھر جب مبداء محمول کا خاصہ کسی دوسری چیز کا ہو تو غیر ذی الخاصہ کی نہ ذاتی صفت ہو سکے گا ۔ نہ وصف منضمہ نہ منتزعہ ۔ اس سبب سے خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر صحیح نہیں ۔ پس معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا حمل غیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحیح نہیں ۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نسبت حکمیہ وقت حمل پیدا ہوتی ہے ۔ پھر حمل ہی نہیں تو نسبت حکمیہ ۔ کہاں ۔ اور جب نسبت ہی کا پتہ نہ ہو تو جہت امکان کیونکر ثابت ہو سکے ۔ اس لیے کہ جہت تو نسبت کی کیفیت کا نام ہے تو ضرور ہوا کہ ثبوت کیفیت کے پہلے ثبوت نسبت ہو کیونکہ ثبوت الشئی للشئی فرع ثبوت مثبت لہٗ ہے ۔ یا یوں کہئے کہ ثبت العرش ثم انقش الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ قضیہ مذکورہ غلط ہے ۔ اور سنئیے محمول قضیہ کا جوجزئی حقیقی ہے اگر دوسری چیز پر حمل کیا جائے تو سلب الشئی عن نفسہ لازم آئے گا ۔ دیکھو اس حمل کی نظیر بعینہ (زید عمرو) ہے سو جب تک زید سے زیدیت یا عمرو سے عمرویت مسلوب نہ ہو عمرویت زید میں قائم نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ سلب الشئی عن نفسہ محال ہے ۔ پھر یہ محال جو لازم آرہا ہے وقت حمل ہے یعنی ہنوز نسبت ہی کا وجود نہیں ہوا کہ محال لازم آگیا تا بہ امکان چہ رسد اور علی سبیل التنزل اگر مصادق بھی ہو تب بھی امکان کو محل نہ ملا ۔ اس تقریر سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ قضیہ باطل ہے ۔ کیونکہ مستلزم محال محال ہوا کرتا ہے ۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بالا سے امکان ذاتی کا وجود باطل ہو گیا اگر اس بطلان کو بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ کے تصور کریں تو امتناع کا پلہ خوب ہی بھاری ہو جائے گا ۔ جس میں بطلان ذاتی یعنی امتناع ذاتی بھی شریک ہو گا ۔ سو وہ دعویٰ امکان ذاتی کا کہاں رہا ۔ اور اس دعوے کا ابطال اس تقریر سے بھی ہو سکتا ہے کہ مفہوم خاتم النبیین کا اگرچہ کلی ہے مگر کلیت اس کی ایسی نہیں جیسے انسان وغیرہ کی ہے اس لئے کہ انسان کے افراد کثیرہ ہونے

Marfat.com

میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی بلکہ موجود ہیں بخلاف خاتم النبیین کے کہ اس کے معنیٰ میں کثرت صادق آ ہی نہیں سکتی جیسے مرکز یا اول یا آخر یا مبداء۔ حال مرکز کا سنیئے کہ مرکز اس نقطہ کو کہتے ہیں کہ جتنے خطوط اس سے نکل کر محیط تک پہنچیں سب آپس میں برابر ہوں۔ وہ خطوط نصف قطر دائرہ ہوں گے جن کے ملتقیٰ کا نام مرکز ہے۔ پھر اگر ان خطوط کی ابتداء محیط دائرہ سے لی جائے تو مرکز منتہیٰ ان خطوط کا ہوگا اور اگر مرکز سے لی جائے تو وہ مبداء ان کا ہوگا۔ بہرحال خواہ وہ مبدا ہو یا منتہیٰ مرکز ایک نقطہ معین ہوگا جس کا فرض کرنا ہر جگہ مثل اور نقطوں کے ممکن نہیں۔ اور اسی نقطہ میں یہ صفت قائم ہوگی کہ مبدا یا منتہیٰ ان تمام خطوط کا ہے جو نصف قطر دائرہ ہوسکیں۔ اب اگر سوائے اس نقطہ معینہ کے دوسرا نقطہ فرض کریں اور کہیں کہ ممکن ہے کہ وہ بھی مرکز اس دائرہ کا ہو تو یہ فرض محال ہوگا اس لئے کہ وہ صفت مخصمہ (یعنی منتہیٰ ان خطوط کا ہونا) دوسرے میں قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ دوسرا نقطہ اس دائرہ میں جس جگہ فرض کیا جائے اصلی مرکز سے ہٹ کر ایک نصف قطر پر ہوگا تو جملہ خطوط مذکورہ کا مبدا یا منتہیٰ ہونا تو درکنار خود اس خط کا مبدا یا منتہیٰ نہیں ہوسکتا جس پر وہ واقع ہے اس لئے کہ آخر وہ خط بھی نصف قطر ہے اور ہر نصف قطر کا مبدا مرکز حقیقی ہونا لازم ہے ورنہ خط نصف قطر نہ ہوگا الحاصل مصداق مرکز کا اگر دوسرا فرض کیا جاوے تو انسلاخ الشی عن لوازمہ بل عن ذاتہ لازم آجائے گا اور یہ محال لذاتہ ہے۔ اب اس دائرہ کے کسی نقطہ میں صلاحیت اور امکان نہیں کہ مرکز اور منتہیٰ ان خطوط کا بن سکے۔ یہاں تک کہ اگر خود واضع اس دائرہ کا چاہے کہ کسی دوسرے نقطہ کو اس دائرہ کا مرکز قرار دے تو نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی میں صلاحیت ہی نہیں ہاں وقت دائرہ کھینچنے کے ممکن تھا کہ جس نقطہ کو چاہتا مرکز بنا دیتا لیکن جب اس نقطہ کو معین کر چکا تو سب نقاط موجودہ و غیر موجودہ کو اس دائرہ کے یاوسی کلی حاصل ہوگئی کہ اب کوئی مرکز نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مرکز کوئی شے موجود فی الخارج نہیں جو داس کا صرف علم ہے کیونکہ مرکز بھی ایک نقطہ ہے اور ماہیت نقطہ کی یہی ہے کہ طرف خط ہو اور ظاہر ہے کہ خود خط بالفعل موجود نہیں ورنہ ترکیب

Marfat.com

سطح کا خطوط سے لازم آئے گا جو باطل ہے۔ پھر جب خط ہی کا وجود نہیں تو مرکز جو طرف اس کا ہے کہاں۔ مگر باوجود اس کے مرکز ایک معیّن شئے ہے اس لئے اس دائرہ یا کرہ پر اطلاق دائرہ کا جب ہی ہو گا کہ نسبت محیط کی مرکز کے ساتھ ہر جہت میں برابر ہو اور اگر مرکز ہی نہ ہو جو احد المنتسبین ہے تو نسبت کیسی۔ پھر جب سے کہ مرکز معین ہوا وہ صفت مختصہ اس کی یعنی (منتہیٰ جمیع خطوط مذکورہ کا ہونا) بھی اس پر صادق آرہی ہے۔ ہر چند یہ صفت بھی کلی ہے مگر کلیت اس کی بھی مثل کلیت مرکز کے ہے کہ قبل تعین مصداق کے علیٰ سبیل البدلیت مصادیق اس کے بہت سے ہو سکتے ہیں اور جب مصداق معین ہو گیا اب احتمال کثرت کا جاتا رہا۔ پس یہ صفت اگرچہ کہ علم مرکز کا نہیں مگر اختصاص میں اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ عند الاطلاق سوائے اس مرکز کے جو جزئی حقیقی ہے دوسرے کے طرف ذہن منتقل ہو ہی نہیں سکتا اسیطرح خاتم النبیّین کا مفہوم کہ عند الاطلاق سوائے اس ایک ذات خاص کے دوسرا کوئی متبادر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ بعد تعین مصداق کے مرکز اور مبدا اور منتہا میں کثرت نہیں آسکتی۔ اسی طرح اول و آخر سلسلہ کا مبداء اور منتہیٰ ہو گا وہاں بھی اس قسم کی تقریر جاری ہو گی۔ چونکہ خاتم النبیین کے معنی بھی منتہائے نبیین ہے اس سبب سے یہ بھی اس قسم کی کلی ہو گی کہ بعد تعین مصداق کے جزئی حقیقی ہو جائے اور سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صادق نہ آسکے ہاں کلیت اس کی قبل تعین مصداق متحقق ہے کہ علیٰ سبیل البدلیت بہت افراد پر صادق آسکتی تھی جیسے مرکز مثال مذکورہ میں۔ اب یہ دیکھا جائے کہ مصداق اس کا کب سے معین ہوا ہو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابتدائے عالم امکان سے جس قسم کا وجود فرض کیا جائے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت مختصہ کے ساتھ متصف ہیں کیونکہ حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔ اب کونسا ایسا زمانہ نکل سکے گا کہ صفت علم و کلام باری تعالیٰ پر مقدم ہو۔ پھر تعین ذات خاصہ اور اتصاف اس صفت مختصہ کے لئے وجود خارجی شرط نہیں جیسے مرکز میں ابھی معلوم ہوا۔ اور قطع نظر اس کے خود آنحضرت ﷺ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور جس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے. کنت نبیا وآدم بین الماء والطین یعنی ہنوز آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے اور میں نبی تھا۔ اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازل سے متصف اس صفت خاصہ کے ساتھ ہیں۔ اور جو جو تقلبات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر عالم میں ہوئے ہیں اس کو ہم ایسے سمجھتے ہیں جیسے لڑکپن جوانی وغیرہ کہ ذات ہر وقت میں محفوظ ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وتقلبک فی السّاجدین امام سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں نقل کیا ہے وقد قال ابن عباسؓ فی تاویل قول اللہ وتقلبک فی السّاجدین ای تقلبک من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا اسی مضمون کو حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے نظم میں لکھا ہے۔

تنقل احمد نور عظیم ٭ تلالا فی جبین السّاجدینا ٭ تقلب فیھم قرنا فقرنا ٭ الی ان جاء خیر المرسلینا

ذکرہ الامام السیوطیؒ فی مسالک الحنفا اور حافظ العصر ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے:

نبی الھدی المختار من آل ہاشم ٭ فعن فخرھم فلیقصر المتطاول ٭ تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا ٭ بہ مثل ما للبدر تلک المنازل

ذکرہ السیوطیؒ فی المقامات السندسیہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالم شہادت کے پہلے بھی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ تھی کیونکہ تقلب صفت ہے اور تمام اور قیام صفت کا بغیر ذات موصوف کے محال ہے اس عالم میں تشریف فرما ہونے کے پیشتر آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو کنت نبیاً اور اول ما خلق اللہ نوری سے معلوم ہوا اور بعد آدم علیہ السلام کے بھی جو وتقلبک فی الساجدین سے معلوم ہوا

الحاصل وجود جزئی حضرتؐ کا ثابت ہے اگرچہ اطوار وجود مختلف ہوں اور حالت جزئیت میں اتصاف اس صفت کے ساتھ بھی موجود رہا پھر خاتم النبیین کے جزئی حقیقی ہونے میں کیا کلام اگر کہا جاوے کہ اس تقریر سے خاتم النبیین مثل دوسرے اعلام کے ایک علم ہو جائے گا تو اس میں فضیلت ہی کیا ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے علم کی حقیقت معلوم

Marfat.com

کر لیجئے کہ ہر جماعت انسان اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنے میں محتاج اس امر کی ہے کہ ہر چیز کے مقابلہ میں ایک لفظ مقرر کرے تا جو شخص اس وضع سے واقف ہو وہ لفظ سنتے ہی سمجھ جائے کہ مقصود متکلم کا یہ ہے اب اس وضع کے وقت یہ ضرور نہیں کہ اس لفظ میں کوئی معنے وصفی ہوں بلکہ حروف تہجی سے چند حروف لیکر جو لفظ ترکیب دے دیا جائے وہی علم ہو جائے گا اور اگر کوئی لفظ معنی دار علم ہو تو معنے سابق اس میں نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ تقرر علم کا صرف اسی واسطے ہے کہ اس کے کہنے سے ذات معینہ معلوم ہو جائے بخلاف صفت کے کہ سوائے ذات کے ایک دوسرے معنی پر بھی اس سے دلالت ہوتی ہے مثلاً عالم کہ اس سے ذات مع صفت علم سمجھی جاتی ہے اور صفت کا مبدا اس ذات میں موجود ہوگا۔ اور علم میں یہ بات نہیں اب دیکھئے کہ صفت ختم نبوت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ازل سے قائم رہے جیسے ابھی مذکور ہوا مگر صفت مختصہ ہونے کی وجہ سے انحصار اس صفت کا ذات مبارک میں ہے اس انحصار سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ خاتم النبیین علم ہو جائے کیونکہ یہ لفظ ذات مع الصفت پر دلالت کرتا ہے نہ صرف ذات پر۔

الحاصل صفت خاتمیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ازلاً و ابداً مسلم ہو گئی اب کسی دوسرے کا اتصاف اس صفت مختصہ کے ساتھ محال ہے جیسے کہ سوائے نقطۂ مخصوصہ کے متصف بصفت مرکزیت ہونا کسی دوسرے نقطہ کا دائرہ خاص میں محال ہے۔ اب ہم ذرا اُن صاحبوں سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ خیالات کہاں ہیں جو کل بدعة ضلالة پڑھ پڑھ کے ایک عالم کو دوزخ میں لے جا رہے تھے۔ کیا اس قسم کی بحث فلسفی بھی کہیں قرآن و حدیث میں وارد ہے۔ یا قرون ثلثہ میں کسی نے کی تھی پھر ایسی بدعت قبیحہ کے مرتکب ہو کر بحسب واقع کیا استحقاق پیدا کیا۔ اور اس مسئلہ میں جب تک بحث ہوتی رہے گی اس کا گناہ کس کی گردن پر۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے

فی المشکوٰۃ عن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیٔ (الحدیث مسلم)

یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اسلام میں برا طریقہ نکالے تو علاوہ اس جرم ارتکاب کے جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کرتے رہیں سب کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی روایت کیا اس کو مسلم نے انتہیٰ۔

بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ویسا ہی اگر آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اس میں کیا نقصان تھا۔ کیا اس میں بھی کوئی شرک و بدعت رکھی تھی جو شاخسانے نکالے گئے۔ یہ تو بتلایئے کہ ہمارے حضرتؐ نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اس کا بدلہ ایسے طور پر کیا جارہا ہے کہ فضیلت خاصہ کا مسلم ہونا مطلقاً ناگوار ہے۔ یہاں تک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں۔ کمال تشویش ہوئی کہ ہائے فضیلت مختصہ ثابت ہوئی جاتی ہے جب اس کے ابطال کا کوئی ذریعہ دین اسلام میں نہ ملا فلاسفہ معاندین کی طرف رجوع کیا۔ اور امکان ذاتی کی شمشیر دو دم ان سے لیکر میدان میں آکھڑے ہوئے۔ افسوس ہے اس دُھن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدین سادہ کو انتظار اس خاتم فرضی کا کس قدر کنویں جھکائے گا مقلدین سادہ کے دلوں پر اس تقریر معقولی کا اتنا تو ضرور اثر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا گو دقائق معقولی کو نہ سمجھے ہوں۔ چنانچہ بعض اتباع نے اسی بناء پر الف و لام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ حضرت ان نبیوں کے خاتم ہیں جو گزر چکے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ جو انبیاء پیدا ہوں گے ان کا خاتم کوئی اور ہوگا۔ معاذ اللہ اس تقریر نے کہاں تک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا۔ ذرا سوچئے تو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو خاتم النبیین ہونے میں یہ احتمالات نکالے جاتے تو کس قدر حضرتؐ پر شاق ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہٗ نے صرف توراۃ کے مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت کیسی

Marfat.com

متغیر ہوگئی کہ چہرۂ مبارک سے آثار غضب پیدا تھے۔ اور باوجود اس خلق عظیم کے ایسے صحابیؓ جلیل القدر پر کیسا عتاب فرمایا کہ جس کا بیان نہیں۔ جو لوگ مذاق تقرب و اخلاص سے واقف ہیں اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ پھر یہ فرمایا کہ اگر خود موسیٰ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو سوائے میری اتباع کے ان سے کچھ نہ بن پڑتی۔ دیکھ لیجئے وہ روایت مشکوٰۃ شریف میں ہے

عن جابرؓ ان عمرؓ بن الخطابؓ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرا ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابو بکرؓ ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہٖ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیا و ادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی۔

یعنے روایت ہے جابرؓ سے کہ ایکبار عمرؓ نے توراۃ کا نسخہ لا کر عرض کی یا رسول اللہ یہ توراۃ کا نسخہ ہے حضرتؐ خاموش ہوگئے وہ لگے پڑھنے ادھر چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا ابوبکرؓ نے یہ دیکھکر کہا اے عمرؓ تم تباہ ہوگئے کیا چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے۔ عمرؓ یہ دیکھتے ہی کہنے لگے میں پناہ مانگتا ہوں خدا و رسول کے غضب سے ہم راضی ہیں اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰؑ تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہو جاتے اگر موسیٰؑ اس وقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو میری ہی اطاعت کرتے اور روایت احمد و بیہقی میں وما وسعہ الا اتباعی ہے یعنی سوائے میری اتباع کے ان سے کچھ بن نہ پڑتی۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

Marfat.com

جب عمر رضی اللہ عنہ کے سے صحابی با اخلاص کی صرف اتنی حرکت اس قدر ناگوار طبع غیور ہوئی تو کسی زید و عمرو کی اس تقریر سے جو خود خاتمیت میں شک ڈالتی ہے۔ کیسی اذیت پہنچتی ہوگی کیا یہ ایذا رسانی خالی جائے گی ہرگز نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۰

ترجمہ۔ جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کرے گا۔ ان کو اللہ دنیا اور آخرت میں اور مہیا کر رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب انتہیٰ نسال اللہ تعالیٰ توفیق الادب وہو ولی التوفیق۔

فضائلِ درود شریف اجمالاً

ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام ⑥ ہر طرح سے جس کا خالق کو ہے منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخر عالم پر مدام اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جس میں تمام

کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

قولہ ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام ⁂ تیسری تسدیس میں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ایسی کچھ رفعت دی ہے کہ کسی کو وہ بات نصیب نہیں۔ اور اسی وجہ سے نام مبارک ہر جگہ آسمانوں وغیرہ میں لکھا ہوا ہے جس کا بیان تسدیس رابع میں گذرا۔ منشا اس کا یہ ہے کہ بحسب حدیث شریف من احب شیئاً اکثر ذکرہٗ حبیب کا ذکر جس قدر جو اچھا معلوم ہوتا ہے عام اس سے کہ خود کریں یا کوئی دوسرا پھر جو سخن شناس اس نکتہ سے واقف ہیں ظاہر ہے کہ اپنے خالق کی رضا جوئی کے واسطے خود اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کریں گے ان کے لئے کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے وہ لوگ کہ جب تک کسی کام میں کوئی نفع خاص نہیں دیکھ لیتے اس کی

Marfat.com

طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے اقسام کی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر ان میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعضوں کا میلان نفع دنیوی کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع اخروی کی طرف ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق وعدے دئے گئے۔ چنانچہ صنف اول کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ بدولت اس ذکر خاص کے فقر دفع ہوتا ہے۔ رزق کشادہ ہوتا ہے۔ بلکہ کل امور کے لئے اس میں کفایت ہے۔ اور کوئی فکر باقی نہیں رہتا۔ جو لوگ کثرت ثواب کے طالب اور نفع اخروی پر راغب ہیں ان کی رعایت سے ارشاد ہے کہ ثواب اس ذکر خاص کا پہاڑوں برابر صدقہ دینے کے اور کئی غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔ اور جہاد سے بڑھکر۔ بلکہ تمام روئے زمین کے لوگ جتنا عمل کریں سب کے برابر۔ اور حق تعالیٰ کے پاس سب عملوں سے زیادہ اس کی فضیلت ہے اس کے سبب سے ہزارہا نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ہزارہا گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ درجے بلند کئے جاتے ہیں ذاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرنے کے پیشتر اپنا مقام جنت میں دیکھ لے گا روز قیامت عرش کے زیر سایہ رہ کر ہول و دہشت سے وہاں کے نجات پائے گا۔ شفاعت اور قربت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس کو نصیب ہوگی سب کام آخرت کے اس پر آسان ہوں گے۔ حق تعالیٰ کے غضب سے امن پائے گا اور برعایت ان لوگوں کے جو طالب رضائے حق ہیں ارشاد ہے کہ اس سے دل طاہر ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے فرشتے اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں اور خود حق تعالیٰ آمین فرماتا ہے۔ پھر عموماً اہل ایمان کی ترغیب کے واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بذات خود مع تمامی ملائک کے ذکر خیر آنحضرت کا کیا کرتا ہوں۔

علیٰ ہذا القیاس اس کے سوائے اور بھی بہت سی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر اگر اس پر بھی کوئی نہ مانے۔ تو سزا اس کی یہ ہوئی کہ نہ طہارت اس کی پوری ہو نہ نماز اور نہ دعا قبول ہو اور وہ شقی جنت کی راہ سے بھٹک کر داخل دوزخ ہوگا۔ **الحاصل** جس طرح حق تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا رفع ذکر کے ذریعے بھی ویسے ہی قائم کئے تا قطع نظر اللہ طرق رفع ذکر

کے جو مذکور ہوئے ہر مسلمان بھی طوعاً و کرہاً ذکر خیر میں مصروف رہے۔ پھر وہ ذکر جس کے واسطے وعدے وعید ہیں ایسا نہیں ہے کہ صرف نام مبارک کی تکرار ہوا کرے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے بلکہ خود حق تعالیٰ نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا کسی نہ کسی صفت کے ساتھ ذکر کیا جیسے یا ایہا الرسول اور یا ایہا النبی۔ وما اتاکم الرسول وغیرہ۔ مگر ایک دو جائے جہاں بالکل تعیین مقصود تھی صفت کے ساتھ نام کو ذکر فرمایا۔ بخلاف دوسرے انبیا کے کہ ہر جگہ ان کے نام کی تصریح فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسا قلنا یا آدم اسکن و نادیناہ ان یا ابراھیم۔ اور یا موسیٰ اقبل وغیرہ۔ الغرض ذکر شریف مودبانہ ہونے کے لئے ایک خاص وضع مقرر کی گئی جو مقتضائے ادب ہے۔ پھر جو شخص اس وضع کی پابندی کے ساتھ ذکر موصوف کیا کرے وہی مستحق ان وعدوں کا ہوگا۔ اور وہ وضع بعینہ دعا کی سی ہے جس میں توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور معلوم ہے کہ دعا کو خضوع و خشوع ضرور چاہیئے۔ پھر اس کے چند صیغے مقرر کئے گئے۔ اور ہر صیغہ میں جدا جدا تاثیر رکھی گئی۔ پھر ان صیغوں کو ایک خاص قسم کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبود حقیقی کی عبادت کا نام ہے۔ یعنی صلوٰۃ۔ پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک قسم کے ذکر کا نام ہے۔

نکتہ تدلیس سابق میں یہ بات ثابت ہوئی کہ جب حق تعالیٰ کا ذکر ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اذا ذکرتُ ذکرت معی اور یہاں معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو حق تعالیٰ کا ذکر بھی لازم ہے اس تلازم طرفین کو نکتہ سنجان رمز شناس مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ــــ بخوبی سمجھ سکتے ہیں امر وجدانی بیان کے قابل نہیں۔

Marfat.com

درود شریف کا اہتمام

قولہ ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام ✤ ابھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک بکثرت ہوا کرے اس لئے تمام مسلمانوں کو درود شریف پڑھنے کا امر فرمایا اور کس خوبی کیساتھ کہ میں خود اس کام میں مشغول ہوں اور تمام ملائیکہ بھی' اے مسلمانو! تم کو بھی چاہیئے کہ اس کام میں مصروف رہو مطلب یہ کہ جب خود خدائیتعالیٰ اور تمام ملائک تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجا کریں تو تم کو چاہیے کہ بطریق اولیٰ اس میں دلدہی اور جانفشانی کرو نہ یہ کہ ایک دو بار پر اکتفا کرو۔ کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جو جو احسان امتیوں پر ہیں اظہر من الشمس ہیں اگر فکر ہے تو ہماری بخشائش کی ہے ہمیشہ ہماری بھلائی کی ہی فکر میں عمر گزاری اگر امتیوں کو کچھ ارشاد ہوتا ہے تو یہی مقصود ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے دنیا و آخرت میں قہر الٰہی سے محفوظ رہ کر فوائد دارین حاصل کریں۔ اور اگر حق تعالیٰ کے ساتھ گفت وشنود ہے تو اسی بارہ میں کہ کسی نہ کسی طرح سے راستہ ان کی نجات کا نکلے اور پروردگار ان سے راضی ہوجائے باوجودیکہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ وغیرہ آیتوں سے تسکینیں دی گئیں۔ مگر خدا جانے فرطِ محبت امت نے کیا کیا خیالات پیش کردئے تھے کہ ہر وقت خلوت و جلوت میں حالت نزع تک امت ہی کا خیال اور اسی کی بخشائش کا حق تعالیٰ سے سوال و جواب رہا اب ایسا کون کمبخت ہو جو ایسے محسن کے احسانوں کو بھول جائے۔ مقتضائے انسانیت تو یہ ہے کہ بمصداق الانسان عبید الاحسان کے ساری عمر شکر گزاری میں بسر کریں۔ اور یہ صرف مقتضائے انسانیت ہی نہیں شریعت بھی یہی کہہ رہی ہے کہ جس نے اپنے محسن کی شکر گزاری نہ کی۔ خدا کا شکر بھی نہ کیا چنانچہ ارشاد ہے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ رواہ الترمذی کذا فی تجرید الاصول یعنی فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے محسن کا شکر نہ کیا اُس نے اللہ تعالیٰ کا بھی

Marfat.com

شکر نہ کیا انتہیٰ ۔ اُن احسانوں کا شکر تو کسی سے کیا ہو سکتا ہے اتنا تو ہو کہ ذکر خیر میں حضرت کے رطب اللسان رہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ اور فرشتے تو ذکر خیر میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے رہیں اور باوجود احسانوں کے ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص امتی ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر حضرتؐ کے ذکر خیر سے اس کو انکار ہو۔ الغرض جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن مدارج سے واقف ہو جس کا اہتمام ازل سے ہو رہا ہے۔ اور یہ جان لے کہ باوجود اس رفعت شان کے ہمہ تن ہماری خیر خواہی کے طرف متوجہ ہیں تو پھر یہ نہ ہو سکے گا کہ ذکر خیر میں حضرتؐ کے کوتاہی کرے یا منتظر حکم جدید رہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے پہلے ہی سے اہتمام اس امر کا فرما دیا کہ جب عشاق حضرتؐ پر درود پڑھیں۔ (جو ایک قسم کا وہ بھی ذکر خیر ہے) تو چاہیئے کہ شکر یہ اس کا بھی عالم غیب سے ہوا کرے۔ چنانچہ جب سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے خلق ہوئے ہیں ایک فرشتہ خاص اسی کام پر مقرر ہے کہ جب کوئی حضرتؐ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ گویا شکریہ میں اس کے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی حق تعالیٰ رحمت کرے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے :۔

عن ابی طلحۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال یا محمدؐ من صلی علیک من امتک صلوٰۃ کتب اللہ لہ بہا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سئیات ورفع بہا عشر درجات وقال لہ الملک مثل ما قال لک قلت یا جبرئیل وما ذاک الملک قال ان اللہ تعالیٰ وکل لک ملکا من لدن خلقک وفی روایۃ منذ خلقک الی ان یبعثک لا یصلی علیک امتک الا قال وانت صلی اللہ علیک رواہ الطبرانی وابو الفرج ابن الجوزی فی کتب الوفا مع زیادۃ ۔

یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

جو امتی آپ کا آپ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ اس کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے دس گناہ مٹاتا ہے دس درجہ بڑھاتا ہے اور فرشتہ اس کے حق میں وہی کہتا ہے جو وہ آپ کے لئے کہتا ہے کہا میں نے اے جبرئیل فرشتہ کیسا کہا کہ حق تعالیٰ نے جب سے آپ کو پیدا کیا ہے ایک فرشتہ قیامت تک متعین ہے اس غرض سے کہ جو آپ کا امتی آپ پر درود پڑھے تو وہ فرشتہ کہتا ہے (وانت صلی اللہ علیک) یعنے تجھ پر بھی خدا رحمت کرے روایت کیا اس کو طبرانی نے اور ابن جوزی نے کتاب الوفا میں مع زیادتی کے انتہیٰ ذکر کیا اس حدیث کو کنز العمال اور مسالک الحنفا اور وسیلۃ العظمیٰ میں۔ فتوحات ربانیہ شرح اذکار نوویہ میں شیخ محمد بن علی نے حافظ ابوذر ہروی کا قول نقل کیا ہے کہ درود شریف کا حکم ۲ سنہ ھ میں نازل ہوا بعض کہتے ہیں مہینہ شعبان کا تھا اسی واسطے شعبان کو شہر صلوٰۃ کہتے ہیں انتہیٰ اب دیکھیے کہ درود شریف پڑھنے کا حکم ۲ سنہ ھ سے ہوا اور فرشتہ موصوف پہلے ہی سے مقرر کیا گیا ہے کس قدر اہتمام درود شریف کا اس سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم سے پہلے درود شریف پڑھنے والے بھی موجود ہوں گے سوائے اس کے اور دو فرشتے خاص اس کام پر مقرر ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کسی کے روبرو ہو اور وہ درود پڑھے تو وہ فرشتے اس کے واسطے مغفرت کی دعا کیا کریں جیسا کہ وسیلۃ العظمیٰ میں ہے:

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وکل لی ملکین لا اذکر عند عبد مسلم فیصلی علیّ الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ وملئکتہ جوابا لذینک الملکین اٰمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علیّ الا قال ذانک الملکان لا غفر اللہ لک وقال اللہ وملائکتہ جوابا لذینک الملکین اٰمین۔ (رواہ الطبرانی وابن مردویہ)

ترجمہ روایت ہے حسن بن علیؓ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر

Marfat.com

کئے حق تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے کہ جب کسی بندۂ مسلمان کے آگے میرا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں غفر اللہ لک یعنی بخشدے اللہ تعالیٰ تجھ کو پھر خود حق تعالیٰ اور دوسرے فرشتے جواب میں ان کے آمین کہتے ہیں اور جس نے میرا ذکر سُن کر درود نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں نہ بخشے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور آمین فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور دوسرے فرشتے ان کے جواب میں۔ انتہیٰ۔

اور اسی مضمون کی یہ بھی روایت ہے :-

دیروی انه قیل له یارسول الله ارایت قول الله تعالیٰ :-

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ فقال علیه السلام هذا من العلم المكنون ولولا انکم سالتمونی عنه ما اخبرتکم به ان الله سبحانه وتعالیٰ وکل لی ملکین فلا اذکر عند عبد مسلم فیصلی علیّ الاقال ذانك الملكان غفر الله لك وقال الله وملائكته جوابا لذینك الملکین آمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلم یصل علی الاقال ذانك الملكان لاغفر الله لك وقال الله عزوجل وملائكته جوابا لذینك الملکین آمین کذا فی تفسیر القرطبیؒ وقال ابن حجر فی الدر المنضود اخرجه الطبرانی وابن مردویه والثعلبیؒ وغیرهم بسند فیه متروك۔

ترجمہ: روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الآیۃ کیا بات ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک علم پوشیدہ ہے۔ اگر تم نہ پوچھتے تو نہ خبر دیتا میں تم کو اس سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے دو فرشتے میرے لئے مقرر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ کہتے ہیں غفر اللہ لک اور حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان کے جواب میں آمین کہتے ہیں۔ اور جس نے میرا نام سُنا اور درود نہ پڑھا تو وہ دونوں کہتے ہیں نہ بخشے خدائے تعالیٰ تجھ کو اور ویسا ہی جواب میں آمین ارشاد ہوتا ہے انتہیٰ۔

زہے طالع ان لوگوں کے کہ جن کی خاص دعا کے واسطے فرشتے مقرر ہیں اور خود حق تعالیٰ اور تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ صرف طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی کا ہے ورنہ شان کبریائی کہاں اور یہ لفظ کہاں۔ اگرچہ یقین ہے کہ معنی اس لفظ کے کچھ اور ہیں۔ مگر اس لفظ کو استعمال تو فرمایا۔ سبحان اللہ بطفیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو کیا کیا رتبے مل رہے ہیں کہ جس کا بیان ہو نہیں سکتا مگر یہ بھی معلوم رہے کہ فقط امتی ہونا کافی نہیں مدار اس کا صرف اسی بات پر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ ٹھیک رہے ورنہ رتبے کیسے۔ ایمان کا پتا لگنا دشوار ہے حدیث (لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسک) کو دیکھ لیجئے کہ کیا کہہ رہی ہے۔ کلام اس میں تھا کہ حق تعالیٰ نے خاص اس کام کے لئے دو فرشتے معین کئے ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں اب ان فرشتوں کی عظمت کو سوچئے کہ کُل روئے زمین کے مسلمان جب کبھی درود پڑھیں وہ سن لیتے ہیں اور ہر ایک کا جواب فوراً ادا کرتے ہیں۔ اگر درود کی خبر ان کو پہنچنا دشوار سمجھا جائے تو چاہیئے کہ جسم ان کا اتنا بڑا ہو کہ کل آبادیوں کو گھیرے اور جسم بڑا بھی ہوا تو کیا صرف دو کان کفایت کریں گے ہر شخص کے پاس ایک کان لگا رہنا ضرور ہوگا۔ اول تو صرف دور کی آواز سننا ہی دشوار تھا علاوہ اس کے ہر ایک کو فوراً جواب دینا دوسری مشکل ہے۔ اب اگر حدیث کا بالکل انکار کر لیا جائے اس خیال سے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو اکابر محدثین پر الزام آجائے گا جنھوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور اگر کسی محدث نے اس کو حدیث متروک کہا جب بھی خلاصی

Marfat.com

نہیں۔ کیونکہ متروک کے معنی موضوع اور بنائی ہوئی نہیں۔ پھر جب موضوع نہ ہوئی تو بالکل اس کے مطلب کا انکار کرلینا جائز نہ ہوا بالفرض اگر اس ایک حدیث سے انکار کرکے جان چھڑائی بھی تو کیا۔ عزرائیل علیہ السلام کے ہاتھ سے کہاں جاسکیں گے وہ تو مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی کو سب کی خبر آن واحد میں برابر لیتے ہیں۔ کیا ان کے وجود کا بھی انکار کیا جائے گا۔ پھر جب عزرائیل علیہ السلام کا وجود اس صفت کے ساتھ مان لیا جائے تو ان دو فرشتوں کے انکار سے کیا فائدہ ہوا اس قسم کے امور کا استبعاد و انکار اکثر اسی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو صفت آدمی اپنی جنس یا محسوسات میں نہیں پاتا اس کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا انکار کر بیٹھتا ہے پھر بسا وقت اسی انکار کی وجہ سے نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک نجات کا یہی طریقہ ہے کہ خدائے تعالی کی قدرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھ لیں کہ حق تعالی جب کسی کو قدرت دیتا ہے تو اس سے سب کچھ ہوسکتا ہے پھر اس کے خلاف میں عقل لگانا گمراہی ہے مولانائے روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

داند آنکو نیک بخت و محرم است — زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است
زیرکی بفروش و حیرانی بخر — زیرکی ظنست و حیرانی نظر
عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ — حسبی اللہ گو و اللہ ہم کفےٰ
ہمچو کنعاں سرز کشتی در مکش — کہ غرورش داد نفس زیرکش
خویش ابلہ کن تبع میرو سپس — رستگی زیں ابلہے یابی و بس
باچنیں نورے چو پیش آری کتاب — جان وحی آسای او آرد عتاب
اکثر اہل الجنہ البلہ اے پدر — بہر ایں گفتست سلطان البشر
اندریں رہ ترک کن طاق و طرب — تا قلاوزت نہ جنبد تو مجنب
ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود — جنبشش چوں جنبش کژدم بود

Marfat.com

درود شریف لکھنے والے فرشتے

الحاصل دو فرشتے ایسے جلیل القدر حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں کہ ہر ایک کا درود برابر سُنتے ہیں اور اس کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور بے انتہا فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ جس قدر درود شریف پڑھا جاوے لکھ لیا کریں چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں نقل کیا ہے :۔

وعن عقبۃؓ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للمساجد اوتادا جلساؤھم الملٰئکۃ ان غابوا فقدوھم وان مرضوا عادوھم وان راوھم رحبوا بھم وان طلبوا حاجۃ اعانوھم فاذا جلسوا حفت لھم الملٰئکۃ من لدن اقدامھم الی عنان السماء بایدیھم قراطیس الفضۃ واقلام الذھب یکتبون الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث رواہ ابوالقاسم ابن بشکوال وذکرہ صاحب الدر المنظوم)۔

ترجمہ :۔ روایت ہے عقبہؓ بن عامر سے کہ فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اوتاد ہوا کرتے ہیں کہ جن کے ہمنشین فرشتے ہیں جب وہ غائب ہوتے ہیں تو ڈھونڈھتے ہیں ان کو فرشتے اور جب بیمار ہوتے ہیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں ان کو تو مرحبا کہتے ہیں اور اگر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں تو وہ مدد دیتے ہیں پھر جب بیٹھتے ہیں وہ لوگ تو گھیر لیتے ہیں ان کو فرشتے ان کے پاؤں سے آسمان تک ہاتھوں میں ان کے کاغذ چاندی کے ہوتے ہیں اور قلم سونے کے لکھتے ہیں وہ درود جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاتا ہے روایت کیا اس کو ابوالقاسم ابن بشکوال نے اور ذکر کیا اس کو صاحب درمنظوم نے انتہیٰ امام سخاویؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے درود شریف پڑھ

Marfat.com

رہے تھے اس حالت میں ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ جو درود شریف وہ پڑھ رہے ہیں کوئی لکھنے والا اس کو کاغذ پر لکھ رہا ہے جب آنکھیں کھولیں تو وہ غائب ہو گیا اور سوا ان کے کئی فرشتے اس کام کے لئے خاص کئے گئے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات آسمانوں سے اتریں اور جو لوگ درود پڑھیں لکھ لیا کریں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:۔

ان للہ ملئکۃ خلقوا من النور لا یھبطون الا لیلۃ الجمعۃ بایدیھم اقلام من ذھب و دوی من فضۃ و قراطیس من نور لا یکتبون الا الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ الدیلمی عن علیؓ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمیٰ وکنز العمال)

ترجمہ:۔ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کئی فرشتے نورانی حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں آسمان سے اترتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور دواتیں چاندی کی اور کاغذ نور کے ہوتے ہیں کام ان کا صرف یہی ہے کہ جو درود نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں لکھ لیتے ہیں انتہیٰ اور درود شریف پڑھنے سے بسا وقت فرشتے بہ کثرت آسمان سے اتر آتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:۔

عن زید بن ثابتؓ قال غدونا یوما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کنا بمجمع طریق المدینۃ فاذا اعرابی اخذ بخطام بعیرہ حتی وصل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ونحن حولہ فقال السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرد النبی صلے اللہ علیہ وسلم سلامہ وجاء رجل عقبہ فقال یا رسول اللہ ھذا اعرابی سرق البعیر لی فسمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم حنین البعیر فاقبل علیہ فقال انصرف عنہ فان البعیر یشھد علیک انک کاذب فانصرف ثم اقبل النبی صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

على الاعرابي فقال اى شئ قلت حين جئتني قال قلت بابي وامي
اللهم صل على محمد حتى لا تبقى صلوٰة اللهم بارك على محمد
حتى لا تبقى بركة اللهم صل وسلم على محمد حتى لا تبقى سلام
اللهم صل وارحم محمدا حتى لا تبقى رحمة فقال صلى الله عليه وسلم
ان الله ابدا هالى والبعير ينطق بعذره وان الملائكة قد سدوا
افق السماء (رواه الطبرانی کذا فی الوسیلۃ العظمیٰ)

ترجمہ:۔ روایت ہے زید بن ثابتؓ سے کہ ایک روز صبح کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم مدینہ منورہ کے چوراہے میں پہونچے دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلا آرہا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر اس طرح سلام کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ حضرت نے اس کا جواب دیا ساتھ ہی ایک دوسرے شخص نے پہنچکر کہا یا رسول اللہ یہ اعرابی میرا اونٹ چُرا لایا ہے اونٹ نے اس وقت کچھ آواز کی جس کے سنتے ہی حضرت نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دور ہو خود اونٹ گواہی دیرہا ہے کہ تو جھوٹا ہے چنانچہ وہ چلا گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جس وقت تو یہاں پہنچا کیا کہا تھا عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ درود پڑھا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے یا اللہ درود بھیج محمدؐ پر اتنا کہ نہ باقی رہے کوئی درود۔ یا اللہ برکت نازل کر محمد پر اتنی کہ نہ باقی رہے کوئی برکت یا اللہ درود اور سلام بھیج محمدؐ پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی سلام یا اللہ درود اور رحمت نازل فرما محمدؐ پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی رحمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر وہ ظاہر فرما دیا تھا جب کہ اونٹ اپنا عذر بیان کر رہا تھا اور فرشتوں نے اس وقت افق کو بھر دیا تھا (یعنی اس درود کی برکت سے اونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ تمام افق ان سے بھر گیا) **الحاصل** بعض درودوں کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ بے انتہا فرشتے

Marfat.com

تعظیماً آسمان سے اُتر آتے ہیں اور جب تک کوئی شخص درود پڑھتا ہے تمام فرشتے اس کے واسطے استغفار کرتے ہیں۔

دُرُود شریف پڑھنے والوں کیلئے فرشتوں کی دعا

چنانچہ کنز العمال اور وسیلۂ عظمیٰ اور مسالک الحنفا میں منقول ہے:-

عن عامر بن ربیعۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من عبد یصلی علیّ الا صلت علیہ الملائکۃ مادام یصلی علی فلیقلل العبد من ذلک او لیکثر (رواہ احمد وابن ماجہ والضیاء)

ترجمہ:- فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتے اس کے حق میں اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے اب چاہیں زیادہ درود پڑھیں یا کم انتہیٰ۔

لفظ ملائکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرشتے مراد ہیں کیونکہ اس حدیث میں کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے الف ولام عہد کا سمجھا جاوے بلکہ بقرینۂ ترغیب معلوم ہوتا ہے کہ الف ولام استغراق کا ہے اور اس میں کچھ استبعاد بھی نہیں اس لئے کہ حدیث شریف سے یہ بات آئندہ ثابت ہو جائے گی کہ ایک ایک درود کے بدلے خود حق تعالیٰ ستر ستر صلوٰۃ اس پر بھیجتا ہے تو تمام فرشتے کیا اگر تمام عالم اس پر درود بھیجے جب بھی کم ہوگا اس قرینہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الف ولام استغراق کا ہے۔ جو بات یہاں تک ثابت ہو مؤید اس کی اور بہت سی حدیثیں ہیں بخوف تطویل یہ چند نقل کی گئیں بعد اس اہتمام کے نوبت ان فرشتوں کی پہنچتی ہے جو بارگاہ رب العزت میں اس کو پیش کرتے ہیں اور اس شان وشوکت سے اس کو عرش کی طرف لے جاتے ہیں کہ جہاں جہاں ان کا گذر ہوتا ہے وہاں کے فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس کے بھیجنے والے پر درود پڑھو اور اس کی مغفرت چاہو۔

Marfat.com

درود شریف کیساتھ ملائکہ کا عروج بجانب عرش

چنانچہ مسالک الحنفا اور وسیلۃ العظمیٰ میں مروی ہے :-

عن ابی طلحۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکون لصلوٰتہ منتھی دون العرش لا تمر بملک الا قال صلوا علیٰ قائلھا کما صلی علی النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کذا ذکر السخاوی فی القول البدیع۔

ترجمہ:- ذکر کیا سخاوی رح نے قول بدیع میں کہ روایت کیا حدیث ابی طلحہ انصاری کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں اور ان کی روایت میں یہ بات زائد ہے کہ وہ درود سوائے عرش کے کہیں تھمتا نہیں پھر جس فرشتہ پر اس کا گذر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھو اس کے کہنے والے پر اور استغفار کرو اس کے لئے جیسا کہ درود پڑھا اس نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہی

بحکم حق تعالیٰ درود شریف کا آنحضرت کی خدمت میں پیش ہونا

یہ تتمہ ہے ابو طلحہ انصاری رض کی اس حدیث کا جو کنز العمال سے ابھی نقل کی گئی جس کا شروع یہ ہے اتانی جبرئیل فقال یا محمد من صلی علیک۔ الحدیث

الحاصل لیجاتے ہیں ملائک اس درود کو راست عرش کبریائی تک اور حاضر کرتے ہیں بارگاہ عزت میں اس وقت ملائکہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ لے جاؤ اس کو حبیب کریم ص کے حضور میں تاکہ خوش ہوں اور اس پڑھنے والے کو دعائے خیر سے یاد فرمادیں۔

چنانچہ روایت ہے کنز العمال میں ما من عبد یصلی علی صلوٰۃ الا عرج بہا ملک حتی یجیئ بہا وجاہ الرحمن فیقول اللہ عزوجل اذھبوا بہا

Marfat.com

الی قبر عبدی یستغفر لقائلہا ویقربہا عینہ الدیلمی عن عائشہؓ

ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو لے جاتا ہے اس کو فرشتہ یہاں تک کہ حاضر کرتا ہے اس کو روبرو حق تعالیٰ کے (یعنے اس مقام میں کہ منتہائے آمد و شد خلق ہے) پس فرماتا ہے حق تعالیٰ کہ لیجاؤ اس کو میرے بندہ (یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے طرف تا استغفار کریں اس کے کہنے والے کے حق میں اور ٹھنڈی کریں اس سے اپنی آنکھیں روایت کیا اس کو دیلمی نے قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ روایت کیا اس کو ابراہیم رشتہ ابن مسلم نے اور حسن بناء نے۔ اب اس اہتمام اور فضل کو دیکھئے کہ قبل اس کے کہ ہدیۂ درود بارگاہ مرجع عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش ہو۔ حق تعالیٰ صرف بنظر عزت افزائی اپنی پیش گاہ میں طلب فرماتا ہے اور اس ارشاد کے ساتھ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں روانہ فرماتا ہے کہ اس کے بھیجنے والے کو بدعائے خیر یاد فرما دیں۔ سبحان اللہ کیسا ذریعہ عظیم الشان قائم کیا گیا ہے کہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اگر ہم لوگ درود شریف پڑھا کریں تو ہمارا ذکر خیر عالم ملکوت میں ہونے لگے فرشتے ہمارے حق میں دعائے خیر کیا کریں۔ خود رب العالمین لفظ آمین ارشاد فرما دے۔ اور نور و عطوفت فخر المرسلین ہو جائیں۔ یہ سب حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے ورنہ ہم کہاں اور یہ مدارج کہاں۔ اور کیسی سرفرازی ہے کہ جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے جبرئیل علیہ السلام بنفس نفیس حضرتؐ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں

عرض سلام بوساطت جبرئیل علیہ السلام

چنانچہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے عن عبدالرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علیّ اذا مت الاجاء فی سلامہ مع جبریل ویقول یا محمد ھذا فلان بن فلان

Marfat.com

يقرأ لك السلام فاقول وعليه السلام ورحمة الله وبركاته

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی تم سے مجھ پر سلام عرض کرے میرے انتقال کے بعد تو اُس کا سلام مجھ کو پہنچے گا جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کہیں گے وہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں کہوں گا اس پر بھی سلام ہوجیو اور رحمت اور برکتیں اللہ تعالیٰ کی انتہیٰ۔

الحاصل درود شریف پہنچنے کا ایک ذریعہ وہ ہے کہ عرش سے ہو کر مع پیام حضرت رب العزت میں گذرانا جاتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اسی وقت بالا بالا اس فرشتہ کے ذریعے سے پہونچ جاتا ہے جو خاص اسی کام پر مقرر ہے۔

درود شریف کا پیش ہونا بوساطت فرشتہ

چنانچہ فرماتے ہیں: یا عمار ان اللہ ملکا اعطاہ سماع الخلائق وھو قائم علی قبری اذا مت الی یوم القیٰمۃ فلیس احد من امتی یصلی علیّ صلوٰۃ الاسمی باسمہ واسم ابیہ قال یا محمد صلی فلان علیک کذا وکذا فیصلی الرب علی ذالک الرجل لکل واحدۃ عشرا طب عن عمار نقلہ فی کنز العمال۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عمار حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اور اس کو تمام خلائق کی سماعت دی ہے وہ میرے انتقال کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا کہ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے یہ درود آپ پر پڑھا پھر ہر درود کے بدلے حق تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا یہ روایت کنز العمال میں ہے اور وسیلۃ العظمیٰ میں طبرانی سے اسی روایت کو نقل کیا ہے مگر بجائے فیصلی الرب الحدیث کے یہ ہے وضمن الرب تعالیٰ انہ من صلے علیّ صلوٰۃ صلے اللہ علیہ عشرا وان زادزاداللہ یعنی حق تعالیٰ ضامن ہوا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے خدائے تعالیٰ اس پر دس

Marfat.com

درود بھیجے گا۔ اور اگر زیادہ پڑھے تو زیادہ بھیجے گا۔ اور کنز العمال میں اسی روایت کو ابن نجار سے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بجائے فیصلی الرب الخ کے وقد ضمن لی الرب تبارک وتعالی انہ یرد علیہ بکل صلوٰۃ عشرًا یعنی ضامن ہوا ہے حق تعالیٰ کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے۔ کہا قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں کہ روایت کیا اس حدیث کو بزار اور ابو الشیخ ابن حبان اور حافظ عبد العظیم منذری نے لیکن منذری نے کتاب الترغیب میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس کو سبھوں نے نعیم بن ضمضم بن حمیری سے اور وہ معروف نہیں اور امام بخاری نے ان کو لین کہا ہے یعنی ان کی روایت میں چنداں قوت نہیں۔ مگر ابن حبان نے ان کو ثقات تابعین میں داخل کیا ہے۔ انتہی

اور مؤید اس کے یہ بھی روایت ہے جو کنز العمال اور وسیلہ عظمی میں مروی ہے

اکثروا الصلوٰۃ علی فان اللہ وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذالک الملک یا محمد ان فلان ابن فلان صلی علیک الساعۃ رواہ الدیلمی عن ابی بکر الصدیقؓ۔

ترجمہ:۔ روایت ہے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مجھ پر زیادہ درود پڑھو حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری قبر کے پاس رہے گا جو میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے کہدے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں ابن فلاں نے اسی وقت آپ پر درود پڑھا ہے انتہیٰ۔

اور اس روایت سے بھی یہی بات ثابت ہے:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علی صلی اللہ علیہ وملک موکل بہا حتی یبلغنیہا رواہ الطبرانی وسندہ جید ذکرہ ابن حجر فی مسالک الحنفاء۔

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ اس پر

Marfat.com

درود بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے کہ پہنچا دیتا ہے وہ درود مجھ کو۔ اور اسی قسم کی یہ بھی روایت ہے جس کو امام سخاوی نے قول بدیع میں نقل کیا ہے :

عن یزید الرقاشی قال ان ملکا موکل یوم الجمعۃ من صلے علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان فلانا من امتک یصلی علیک رواہ بقی بن مخلد ومن طریقہ ابن بشکوال واخرجہ سعید بن منصور فی سننہ واسمعیل القاضی فی فضل الصلوٰۃ۔

ترجمہ روایت ہے یزید رقاشی سے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جمعہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کوئی درود پڑھتا ہے تو پہونچاتا ہے اس کو وہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص آپ کا امتی آپ پر درود پڑھتا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز جو درود پڑھے جاتے ہیں ان کے پہنچانے کے واسطے ایک جدا فرشتہ مقرر ہے سوائے اس فرشتہ کے جس کا ذکر اوپر کی روایتوں میں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلتیں بکثرت وارد ہیں اس لئے اس روز نہایت اہتمام ہوتا ہے اور بہت سے فرشتے بتکلف تمام صرف درود لکھنے کو اترتے ہیں۔ چنانچہ اس کا حال بھی انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا

فائدہ۔ ان روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے۔ اور اس کو ویسی ہی سماعت دیگئی ہے جیسے ان دو فرشتوں کو دی گئی جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب و بُعد یکساں ہے اور آن واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا اسلئے بہنی شک و انکار کا یہی تھا کہ اسمیں شرک فی الصفت لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو

Marfat.com

چاہیئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولی اور بوجہ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرتؐ نے اس کی تصریح فرمادی۔

بلا واسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا

کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ قلنا یا رسول اللہ وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ذکرہ ابن حجر المکی فی الجواہر المنظم۔

ترجمہ۔ فرمایا جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کی آواز میں سنتا ہوں صحابہ نے عرض کیا کیا آپ کی وفات کے بعد بھی یا رسول اللہؐ فرمایا ہاں خدا تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیا کے اجساد کو کھائے۔

رہی یہ بات کہ جب حضرتؐ خود سنتے ہیں تو پھر درود سلام پہونچانے پر جو اتنے عظیم الشان وکثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں جن کا حال کچھ معلوم ہوا اور کچھ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالیٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعۂ ملائک پیش ہوا کرتے ہیں اور باوجود اس کے صفت علیمہ کا انکار ممکن نہیں حاصل یہ کہ شئے واحد کے حصول علم کے طریقے اگر متعدد ومختلف ہوں تو کچھ قباحت لازم نہیں آتی بلکہ اس سے کمال قدرت وعظمت الہٰی معلوم ہوتی ہے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے بھی دو طریقے ٹھہرائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ صفت علیمہ جو کمال نشاء انسانی ہے عطا کی گئی تا اس کے حاصل کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج ان ملائک کے طرف نہ ہو جو فی الحقیقت خدام آپ کے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر مامور کیے گئے جس سے شان مصطفائی اور تزک فرماں روائی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیاء وملائک پر آشکارا ہو جائے۔ اور وہ خصوصیت وعظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مرعی ہو رہی ہے جس کی وجہ سے انبیا علیہم السلام نام مبارک کو اپنے انجاح مرام

Marfat.com

کا وسیلہ و ذریعہ ٹھیرایا گئے بعد نشاء عنصری حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی سب پر مشہود و منکشف ہو جائے امر اول یعنی علم بلا واسطہ کی نسبت یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے بدلائل ثابت ہے۔

سماع موتیٰ

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جو کفار بدر کے کنوئیں میں ڈال دئے گئے تھے ان کی طرف جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا یعنی کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیا آپ مُردوں کو پکارتے ہیں یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) فرمایا ہاں ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون یعنی تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے انتہیٰ اور سوائے اس کے سماع موتیٰ کے باب میں کئی روایات و آیات وارد ہیں الحاصل جب عموماً اہل قبور قریب سے سنتے ہیں تو چاہیئے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اس کی اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسط نہ ہوتا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے ذریعہ سے پہونچتا ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں :-

ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکاً یبلغنی رواہ فی الشعب کذا فی مسالک الحنفاء

ترجمہ :- فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر سلام کرے گا میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہوگا کہ وہ سلام مجھ کو پہونچا دیا کرے گا۔ اور کنز العمال میں اسی حدیث کو اس طرح سے روایت کیا ہے۔

ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ و دنیاہ وکنت بہ شہید ا یوم القیمۃ ھب عن ابی ہریرۃؓ

Marfat.com

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ عرض کرے گا مجھ پر سلام میری قبر کے پاس تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا جو وہ سلام مجھ کو پہونچاوے گا اور کافی ہوگا اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کے لیئے اور میں اس کا گواہ ہوں گا قیامت کے دن انتہی

اور قول بدیع میں امام سخاوی رح نے لکھا ہے :۔

وفی السمعونیات بسند ضعیف عن ابی هریرة رض ایضاً مرفوعاً من صلی علی عند قبری وکل بها ملك یبلغنی وکفی امر دنیاه واٰخرته وکنت له یوم القیٰمه شهیداً و شفیعاً۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا تو ایک فرشتہ مجھے وہ پہونچائے گا جو اس کام کے لئے مقرر ہوگا اور کفایت کرے گا وہ اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کو۔ اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور شفاعت کرونگا انتہی۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس آکر سلام عرض کیا کرتا تھا حسن بن حسین رض نے اس سے فرمایا کہ تو اور وہ شخص جو اندلس میں ہو برابر ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دونوں کا برابر ہے چنانچہ اس قول کو بدیع میں نقل کیا ہے۔ قد روی ان رجلا ینتاب قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال الحسن بن حسین یا هذا اما انت و رجل بالاندلس سواء انتہی۔

فائدہ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقامات دور و دراز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرتے ہیں وہ بھی حضوری سے محروم نہیں ہیں اب رہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے تو میں سنتا ہوں اور دور سے ملائک پہنچاتے ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اس کا آسان ہے اس لئے کہ اس میں نفی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ایک طریقہ علم کا فرما دیا جس میں سامعین کو استبعاد بھی نہ ہو اور مقصود بھی حاصل ہو جائے۔

Marfat.com

کلام میں عقل کی رعایت

چونکہ عادت شریف تھی کہ حتی الامکان بحسب عقول و فہم سامعین کے کلام فرمایا کرتے تھے۔ اور پہلے سے فرشتوں کی عظمت سامعین کے اذہان میں جمی ہوئی تھی اور ان کی وسعت علم کا کسی کو استبعاد نہ تھا اس لئے برعایت بعض سامعین ارشاد فرمایا کہ جو درود دور پڑھا جاوے فرشتہ پہونچا دیا کرتا ہے۔ فہم سامعین کی رعایت دوسری حدیثوں سے ثابت ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے:۔

حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ رواہ الدیلمی عن علی ورفعہ وھو فی البخاری موقوف علیہ۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیان کرو تم لوگوں سے وہ باتیں جو وہ پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب ہو جاوے انتہیٰ

یعنی ایسی باتیں کہنا چاہیئے کہ مخاطب کی سمجھ میں آسکیں اور اسی مضمون کی موید یہ بھی حدیث ہے جو زرقانی میں مروی ہے وروی الحسن بن سفیان عن ابن عباسؓ یرفعہ امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولھم قال الحافظ وسندہ ضعیف جدا لا موضوع۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم کیا گیا ہیں کہ خطاب کروں لوگوں سے ان کی عقلوں کے موافق انتہیٰ۔

اسی وجہ سے جو وقائع شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائے ہر شخص سے بیان نہ فرمایا بلکہ ہر ایک کو اس کے حوصلہ کے موافق خبر دی چنانچہ توفیق احادیث معراج میں صاحب مواہب نے اس کی تصریح کی ہے۔

الحاصل کسی مصلحت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقع میں اپنے علم ذاتی

Marfat.com

کی تصریح نہ فرمائی جو دوسری احادیث میں مصرح ہے ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حق تعالیٰ ایک فرشتہ کو تو اس قدر علم سے سرفراز کرے اور خاص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے ممتاز نہ فرماوے بسبب غرابت مقام کے اسی پر انحصار کیا گیا۔ یہاں کلام اس میں تھا کہ تمام روئے زمین پر جس قدر درود پڑھے جاتے ہیں سب کو ایک فرشتہ سنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود گذرانا جاتا ہے اور سوائے اس کے علیحدہ فرشتے بھی مقرر ہیں جو درود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذرانتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے من صلے علے صلوٰۃ جاء نی بہا ملک فاقول بلغہ عنی عشرًا وقل لہ لوکان من ھذہ العشرۃ واحدۃ لدخلت معی الجنۃ وحلت لک شفاعتی رواہ ابو موسیٰ المدنی عن ابی ھریرۃؓ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمیٰ۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایکبار درود پڑھے ایک فرشتہ وہ درود میرے پاس لاتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ میرے طرف سے دس درود اس کو پہونچا اور کہدے اگر ان دس میں سے ایک بھی ہو تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے اور میں تیری شفاعت کروں انتہیٰ۔ اور اسی طرح سلام پہونچانے کے لئے بھی کئی فرشتہ مقرر ہیں کہ ہمیشہ اسی کے تلاش میں پھرا کرتے ہیں۔ پھر جہاں کسی نے سلام عرض کیا فوراً گذران دیتے ہیں چنانچہ مسالک الحنفا میں روایت ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال ان للہ ملٰئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام رواہ احمد والنسائی والدارمی والبیہقی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما و قال صحیح الاسناد۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کئی فرشتے مقرر کئے ہیں کہ سیاحت کیا کرتے ہیں اور پہونچاتے ہیں مجھ کو سلام میری امت کا انتہیٰ۔

پس معلوم ہوا کہ جیسے درود شریف گذرانے جانے کے دو ذریعہ ہیں اسی طرح سلام

عرض ہونے کے بھی دو ذریعہ ہیں ایک جبرئیل علیہ السلام دوسرے یہ ملائک. مناسب اس مقام کے اور بہت سی حدیثیں صحیح وضعیف وغیرہ ہیں. منجملہ ان کے دو تین حدیثیں بیان کی جاتی ہیں ہرچند بعض محدثین نے ان میں کلام کیا ہے مگر ہم یہاں اتباع ان محدثین کا کرتے ہیں جنھوں نے ان کو روایت کیا ہے قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں اس حدیث کو نقل کو نقل کیا:

عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى على صلوٰة تعظيما لحقي جعل الله من تلك الكلمة ملكا جناح له في المشرق وجناح له في المغرب ورجلاه في تخوم الارض وعنقه ملتوية تحت العرش يقول الله تعالى له صل على عبدي كما صلى على نبيي فهو يصلي عليه الى يوم القيمة رواه ابن شاهين في الترغيب والديلمي في مسند الفردوس وابن بشكوال وهذا حديث منكر.

ترجمہ :۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کے واسطے تو حق تعالیٰ اس کلمہ سے ایک فرشتہ ایسا پیدا کرتا ہے کہ ایک بازو اُس کا مشرق میں ہوتا ہے اور ایک مغرب میں اور پاؤں زمین کے نیچے اور عرش کے نیچے اس کی گردن جھکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فرماتا ہے تو درود پڑھ اس میرے بندہ پر جیسا کہ اس نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ قیامت تک اس پر درود پڑھتا رہے گا. روایت کیا اس کو ابن شاہین نے اپنی کتاب ترغیب میں اور دیلمی نے فردوس میں۔ اور ابن بشکوال نے.

اور یہ روایت بھی مسالک الحنفا میں ہے :۔

وعن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اعطاني مالم يعط احدا من الانبياء وفضلني عليهم وجعل لامتي في الصلوٰة علي افضل الدرجات ووكل بقبري ملكا يقال له منطوش راسه

تحت العرش ورجلاہ فی تخوم الارض السفلی ولہ ثمانون الف جناح فی کل جناح ثمانون الف ریشۃ تحت کل ریشۃ ثمانون الف زغبۃ تحت کل زغبۃ لسان یسبح اللہ تعالی ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علیّ من امتی ومن لدن راسہ الی بطون قدمیہ افواہ والسن وریش وزغب لیس فیہ موضع شبر الا وفیہ لسان یسبح اللہ تعالی ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علی من امتی حتی یموت رواہ ابن بشکوال وھو غریب منکر بل لوائح الوضع لائحۃ علیہ۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھے وہ رتبے دئے ہیں جو کسی نبی کو نہ ملے اور مجھ کو سب نبیوں پر فضیلت دی۔ اور اعلیٰ درجے مقرر کئے میری امت کے لئے مجھ پر درود پڑھنے میں اور متعین فرمایا میری قبر کے پاس ایک فرشتہ جس کا نام منطوش ہے۔ اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں منتہائے زمین اسفل میں اور اس کے اسّی ہزار بازو ہیں اور ہر بازو میں اسّی ہزار پر اور نیچے ہر پر کے اسّی ہزار رونگٹے اور ہر رونگٹے کے نیچے ایک زبان ہے جس سے تسبیح تحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا ہے جو میرا امتی مجھ پر درود پڑھے اس کے سر سے قدم کے نیچے تک تمام منہ اور زبانیں اور پر اور رونگٹے ہیں۔ کہیں بالشت بھر جگہ اس میں ایسی نہیں کہ جس میں زبان نہ ہو اس کا کام یہ ہے کہ تسبیح اور تحمید اللہ تعالیٰ کی اور طلب مغفرت ان لوگوں کے حق میں کیا کرے جو مجھ پر درود پڑھا کرتے ہیں مرنے تک۔ روایت کیا اس کو بشکوال نے انتہیٰ

اور وسیلۃ العظمیٰ میں مروی ہے:۔ من عطس فقال الحمد للہ علی کل حال ما کان من حال وصلی اللہ علی محمد وعلی اھل بیتہ اخرج اللہ من منخرہ الایسر طیراً اکبر من الذباب واصغر من الجراد یرفرف تحت العرش یقول اللھم اغفر لقائلھا رواہ ابن بشکوال عن ابن عباسؓ۔

Marfat.com

ترجمہ - روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص چھینک کر کہے الحمد للہ الخ نکلتا ہے حق تعالیٰ اس کی ناک کے بائیں نتھنے سے ایک پرندہ مکھی سے بڑا اور ٹڈے سے چھوٹا جو عرش کے نیچے پر ہلاتا ہوا یہ کہتا ہے (اللھم اغفر لقائلہا) یعنی یا اللہ بخش دے اس حمد و صلوٰۃ کے کہنے والے کو روایت کیا اس کو ابن بشکوال نے انتہٰی۔

امام سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ سند اس حدیث کی ٹھیک ہے مگر اس میں یزید بن ابی زیاد ہیں کہ اکثروں نے ان کو ضعیف کہا ہے لیکن مسلم نے ان کی حدیث کو بطور متابعت ذکر کیا ہے۔ انتہٰی

اب یہاں بمناسبت مقام کے چند بحثیں کی جاتی ہیں اگر ناظرین اس کو پیش نظر رکھیں تو توقع ہے کہ اکثر مقامات میں کارآمد ہوں گی۔

بحث اول یہ ہے کہ شاید بعض لوگوں کو اس بات کے سمجھنے میں تامل ہو کہ الفاظ سے پرندہ کیونکر پیدا ہو سکے۔ تو اس شبہ کو یوں رفع کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے امور میں کبھی فکر کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ قطع نظر اس کے کہ قدرت خدا تعالیٰ کی مانی جائے۔ خود ہمارے روبرو ایک ایسا کارخانہ جاری ہے کہ جس سے اس قسم کے شبہات کا جواب ہو رہا ہے۔ دیکھئے کہ ہر روز جو غذائیں از قسم نباتات کھائی جاتی ہیں ان سے خون وغیرہ اخلاط پیدا ہوتے ہیں پھر ان سے گوشت اور بعض وہ فضلات کہ جن سے اولاد ہوتی ہے۔ اب ان صورتوں کے انقلاب کو دیکھئے کہ نبات کو حیوان سے کیا تعلق ہے جو اس سے یہ تولید ہو رہی ہے اسی طرح اور دوسری جسمانی قوتوں کا مدار غذا ہی پر ہے حالانکہ باہم کوئی مناسبت نہیں۔ اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ کیلے سے (جو ایک قسم کا کیڑا ہے) پرندہ پیدا ہوتا ہے اور اقسام کے کیڑوں کو ذکوری اپنے جنس سے بنا لیتی ہے۔

الحاصل تعمق نظر سے بہت نظیریں مل سکتی ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ توالد کے لئے جنسیت شرط نہیں یعنی ضرور نہیں کہ ہر چیز اپنی جنس ہی سے پیدا ہوا کرے۔ پھر اگر

Marfat.com

انھیں محسوسات میں مشاہدہ سے قطع نظر کرکے دیکھئے تو اکثر لوگوں کی عقل اس کے سمجھنے میں حیران ہوجائے دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی خبر دے کہ نطفے اور پتوں سے آج ایک لڑکا پیدا ہوا تو یکایک یہ سمجھ میں نہ آئے گا حالانکہ یہی بات ایک اعتبار سے صحیح بھی ہے پھر یہ تولید جو سمجھ میں آتی ہے یہ بھی بطفیل مشاہدہ کے ہے ورنہ عقل اس کو بھی باور نہ کرتی اس سے معلوم ہوا کہ مدار ایسی عقل کا صرف مشاہدہ پر ہے اس عقل کے روبرو جب تک چراغ مشاہدہ کا نہ ہو ایک قدم نہ چل سکے گی اور منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچائے گی اگر منظور ہو امتحاناً کسی سے پوچھ دیکھئے کہ تم نے کسی جسم کو مثلاً دیوار کو کبھی آنکھ سے دیکھا بھی ہے یا یوں ہی صرف عقل سے جانتے ہو کہ جسم ہے تو غالباً یہی کہے گا کہ جسم شئے محسوس ہے ہمیشہ دیکھا کرتے ہیں۔ پھر پوچھئے کہ جسم کس کو کہتے ہیں۔ یہی کہے گا کہ جس کو طول عرض عمق ہو۔ پھر پوچھئے کہ بھلا طول وعرض تو دکھائی دیتا ہے۔ کیا عمق یعنی دَل بھی نظر آتا ہے۔ اب اگر کہئے کہ ہاں نظر آتا ہے تو جھوٹ ہے کہ سطح کے اندر جسم میں نظر نہیں گھستی اور اگر کہے نہیں تو معلوم ہوا کہ جسم کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ جسم کا دیکھنا تو جب ہی صادق آئے کہ اس کے تینوں جز دیکھا ہو اور جو اس سے ایک بھی نہ دیکھا تو وہ جسم نہ ہوا بلکہ جس چیز کو دیکھا وہ سطح ہے جو جسم کا ایک عرض ہے اب دیکھئے کہ سمجھ رہے تھے کہ جسم نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جسم کا ایک عرض نظر آتا ہے حالانکہ جسم جوہر ہے۔ اس سے بھی عقل کا حال معلوم ہوگیا کہ اکثر حکم میں غلطی کیا کرتی ہے پھر ہر شخص کو اسی عقل پر ناز ہے کہ جس سے بڑے بڑے عقلا پر اعتراض کردیا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں عقل لگانے پر بعض لوگ مستعد ہوجاتے ہیں سو یہ بڑی خطرہ کی بات ہے ہر مسلمان کو اس سے بچنا لازم ہے ورنہ کہیں حال ان لوگوں کا سا نہ ہوجائے جو لاالٰہ الا اللہ سن کر کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ یعنی کیا بنادیا (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے) تمام معبودوں کو ایک معبود یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی دیکھ لیجئے کہ اسی عقل

نارسانے ان کو کیسے بے راہ چلایا اور آخر کہاں پہونچا دیا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ شاید اتنے بڑے فرشتہ کا وجود مستبعد سمجھا جائے گا تو دیکھنا چاہیئے کہ یہ استبعاد کس چیز سے ناشی ہے آیا تخلیق اس کی مستبعد ہے یا وجود فی نفسہٖ تخلیق میں استبعاد کی گنجائش نہیں اس لئے کہ چھوٹی سی چھوٹی مخلوق اور بڑی سی بڑی تخلیق کے حق میں برابر ہے۔ کیونکہ وہاں تو سوائے قول کن کے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کا تو صرف کُن کہدیتے ہیں اور وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جب حق تعالیٰ اس کو پیدا کردے تو وجود اس کا ضروری ٹھہرا۔ اب اس کو عقل سے دور سمجھنا عقل کی کوتاہی پر دلیل ہوگا۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحؒ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے ان سے نمایاں ہیں سو اس میں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں یہ بحث فن اصول حدیث سے متعلق ہے ہم نے اس باب میں ایک رسالہ الکلام المرفوع فی الحدیث الموضوع لکھا ہے اس میں محدثین کی تصریحات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اس قسم کے اطلاقات سے یہ یقین نہیں ہوسکتا کہ الفاظ حدیث قطعاً موضوع اور کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

حق تعالیٰ کا درود بھیجنا

قولہٗ بھیجتا ہے خود درود اُس فخرِ عالم پر مدام ۔ الخ

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

ترجمہ:۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے درود بھیجتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

Marfat.com

اے وہ لوگو جو ایمان لائے درود بھیجو تم ان پر اور سلام بھیجو سلام کہکر۔
اس مقام میں چند فوائد لکھے جاتے ہیں جن پر اہل ایمان کو مطلع ہونا مناسب بلکہ ضروری ہے
فائدہ معنی صلوٰۃ میں صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں چنانچہ خطیب شربینیؒ نے
تفسیر میں لکھا ہے۔ الصلوٰۃ فی اللغۃ الدعاء قال تعالیٰ وصل علیھم اے ادع لھم اور
بخاری شریف میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الملئکۃ تصلی علی احدکم مادام فی مصلاہ مالم یحدث تقول اللھم اغفرلہ اللھم ارحمہ۔

ترجمہ: روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائک صلوٰۃ بھیجتے ہیں جب تک کوئی تم میں کا اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک کہ حدث نہ کرے کہتے ہیں وہ یا اللہ بخش دے اس کو یا اللہ رحم کر اس پر۔ انتہی۔

صلوٰۃ کے معنے

صلوٰۃ کی تفسیر اس دعا کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ لیکن چونکہ معنی دعا کے اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ پر صادق نہیں آسکتے اس لئے اس کے معنی میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس سے رحمت مراد ہے تا مرادی اور لغوی معنی میں مناسبت ہو اور وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ رحمت لازم اور غایت دعا کی ہے چنانچہ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں لکھا ہے:
(قال المبرد الصلوٰۃ من اللہ الرحمۃ) ای الانعام او ارادتہ لان المعنی الحقیقی للدعاء لایتصور فی حق اللہ تعالیٰ فارید بہ لازمہ وغایتہ اور یہی معنی بعض احادیث میں مصرح بھی ہیں چنانچہ درمنثور میں امام سیوطیؒ نے روایت کیا ہے:۔
واخرج عبد الرزاق وابن المنذر وابن ابی حاتم عن الحسن فی قولہ ھوالذی

Marfat.com

يصلي عليكم قال ان بني اسرائيل سالوا موسیٰ هل يصلي ربك فكان ذلك كبر في صدر موسیٰ فاوحی الله عليه اخبرهم اني اصلي وان صلوٰتي رحمتي سبقت غضبي واخرج عبد بن حميد عن شهر بن حوشب في الاية قال قال بنو اسرائيل ياموسیٰ سل لنا ربك هل يصلي فتعاظم ذلك عليه فقال ياموسیٰ مايسالك قومك فاخبره قال نعم اخبرهم اني اصلي وان صلوٰتي ان رحمتي سبقت غضبي ولولا ذلك هلكوا

ترجمہ: ھوالذی یصلی علیکم کی تفسیر میں روایت ہے کہ سوال کیا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے (ھل یصلی ربک) اور شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے درخواست کی موسیٰ علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ سے اس امر کا سوال کریں الغرض شاق ہوئی یہ بات موسیٰ علیہ السلام پر پس استفسار فرمایا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہ کیا پوچھتی ہے قوم تمہاری پس عرض کیا انھوں نے سوال ان کا ارشاد ہوا ہاں میری صلوٰۃ رحمت ہے جو سابق ہوئی میرے غضب پر اگر نہ ہوتی صلوٰۃ ہلاک ہوجاتے وہ لوگ انتہیٰ۔

موسیٰ علیہ السلام پر ان کا سوال جو شاق گذرا سو اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا سمجھے جو حق تعالیٰ کی نسبت محال ہے پھر حق تعالیٰ نے خود تصریح فرمادی کہ میری صلوٰۃ میری رحمت ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد رحمت ہوا کرتی ہے اور یہی ہے مذہب ابن عباسؓ اور عکرمہ اور ضحاک اور سفیان ثوری وغیرہ اہل علم کا اور ایک قول ابوالعالیہ کا بھی یہی ہے چنانچہ الدر المنضود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود میں ابن حجر ہیثمیؒ نے لکھا ہے:۔

وقيل هي (اي الصلوٰة) منه تعالیٰ رحمة ونقله الترمذي عن الثوري وغير واحد من اهل العلم ونقل عن ابي العالية ايضاً وعن الضحاك . اور درمنثور

Marfat.com

میں ہے واخرج عبد بن حمید وابو المنذر عن عکرمۃ قال صلوۃ الرب الرحمۃ وصلوۃ الملئکۃ الاستغفار اور مسالک الحنفا میں قسطلانیؒ نے لکھا ہے:
قال ابن عباسؓ اراد اللہ ان یرحم النبی صلے اللہ علیہ وسلم وملئکتہ یدعون وھو معنی قول الضحاک صلوۃ اللہ رحمۃ اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے الصلوۃ من اللہ عزوجل ھی رحمۃ ومن الملٰئکۃ الاستغفار ومن الامۃ الدعاء والتعظیم۔

اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے ثنا ہے کما فی البخاری قال ابو العالیۃ صلوٰۃ اللہ ثناؤہ علیہ عند الملٰئکۃ اور اسی قول کو ابن قیم نے پسند کیا ہے چنانچہ مسالک الحنفا میں قسطلانیؒ نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جلاء الافہام میں ابن قیم نے چھ وجہ قائم کیے ہیں کہ صلوٰۃ کے معنی رحمت نہیں ہو سکتے ایک یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:- اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ یہاں رحمت کا عطف صلوٰۃ پر ہے اور عطف مقتضی مغایرت کو ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ رحمت غیر صلوٰۃ ہے۔ دوسری یہ کہ صلوٰۃ خاص انبیاء اور مومنین کے واسطے ہے اور رحمت عام ہے اور ہر شئے کو شامل ہے۔ تیسری یہ کہ اگر صلوٰۃ بمعنی رحمت کے ہو تو جن لوگوں کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے چاہیئے کہ اللّٰھم ارحم سیدنا محمدًا وآل سیدنا محمد کہنے سے وجوب ساقط ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر کسی نے کسی پر رحم کر کے مثلاً کھانا کھلایا تو رحمہ کہتے ہیں نہ کہ صلّی علیہ یعنی یہاں رحمت صادق آتی ہے اور صلوٰۃ صادق نہیں آتی۔ پانچویں یہ کہ اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہوں تو آیہ شریفہ کے یہ معنے ہوں گے (اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت اور استغفار کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو تم دعا کرو ان کے لئے) حالانکہ وجدان سلیم گواہی دیتا ہے کہ اول و آخر کلام اس معنی پر باہم مرتبط نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ معنی صلوٰۃ کے ثنا ہوں تو تینوں جائے مضمون ایک ہو جائے گا۔ ثناء اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی تو ظاہر ہے رہا یہ کہ صلوٰۃ مومنین کی بصورت دعا ہے تو وہ بھی متضمن ثنا ہو گی

کیونکہ ثنا کا حق تعالیٰ سے طلب کرنا بھی ایک قسم کی ثنا ہے۔ اور قطع نظر اس کے طالب رحمت کو
مسترحم کہتے ہیں۔ نہ کہ مصلی جیسے طالب مغفرت کو مستغفر کہتے ہیں۔ چھٹی یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا یعنی مت پکارو تم لوگ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی یا رسول وغیرہ
القاب سے پکارنا چاہیئے صرف نام لیکر پکارنا درست نہیں اور یہ نہی صرف کفار کو بھی ورنہ
اہل اسلام خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہکر خطاب کرتے تھے اور یہ بات
جب خطاب میں تھی تو جو اس کے معنی میں ہے یعنی دعا اس میں بھی یہی لحاظ چاہیئے اس وجہ سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا بھی ایسی کرنا چاہیئے جو کسی کے واسطے نہ کی جاوے
اور ظاہر ہے کہ دعا رحمت کی ہر مسلمان بلکہ کفار و حیوانات کے واسطے بھی کی جاتی ہے چنانچہ
استسقا میں کہا جاتا ہے اللّٰھم ارحم عبادك وبلادك وبھائمك یعنی یا اللہ رحم کر
اپنے بندوں پر اور شہروں پر اور جانوروں پر۔ الحاصل ان وجوہات سے صلوٰۃ کے معنی رحمت
لینا درست نہیں انتہی ملخصًا۔ اور بعضوں نے کہا مراد اس سے مغفرت ہے کما فی مسالك
الحنفا وثانیہا ان صلوٰۃ اللہ مغفرتہ ورجح الفرا فی ہذا وقربہ البیضاوی۔ اور
مواہب لدنیہ میں ہے وروی ابن ابی حاتم عن مقاتل بن حیان قال صلوٰۃ اللہ مغفرتہ
وقال الضحاك بن مزاحم صلوٰۃ اللہ رحمتہ وفی روایۃ عنہ مغفرتہ۔ حاصل یہ کہ بیضاوی
نے صلوٰۃ اللہ کی تفسیر مغفرت کے ساتھ کی ہے اور میلان فُرّا کا بھی اسی طرف ہے اور یہی
قول مقاتل کا ہے اور ضحاک بن مزاحم سے بھی ایک روایت ایسی ہی وارد ہے۔ ان حضرات
کی دلیل شاید یہ حدیث ہوگی جس کو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے:
حدثنی یعقوب الدورقی حدثنا ابن علیۃ حدثنا ایوب عن محمد بن سیرین عن عبدالرحمن
بن بشیر بن مسعود الانصاری قال لما نزلت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ قالوا یا رسول اللہ

Marfat.com

هٰذا السلام قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ وقد غفراللہ لک ماتقدم
من ذنبک وما تاخر قال قولوا اللّٰھُمَّ صل علی محمد کما صلیت علیٰ آلِ
ابراھیم اللّٰھم بارک علیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ اٰلِ ابراھیم۔

ترجمہ:۔ روایت ہے عبدالرحمٰن بن بشیرؓ سے کہ جس وقت نازل ہوئی آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَ ملٰئِکتہ الخ تو عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ اس سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے لیکن صلوٰۃ آپ پر کیونکر ہوسکے کہ اگلے پچھلے گناہ آپ کے حق تعالیٰ نے بخشدیے ہیں فرمایا کہو اللھم صل علی محمد الخ انتہیٰ ملخصاً سوالِ صحابہؓ سے صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کے معنی مغفرت سمجھے گئے اور ظاہر ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اور پہلے ہی مغفرت ہو چکی تھی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اس لئے صلوٰۃ کے امتثال میں ضرورت سوال کی ہوئی پھر جب ارشاد ہوا کہ کہو اللّٰھم صل تو گویا صحابہ نے امتثالاً للامر تسلیم کرلیا۔ اور سوائے اس کے یہ بھی دلیل ان کی ہوسکتی ہے کہ اس آیہ شریفہ میں کمال درجہ کی خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بحسب اجماع ثابت ہے۔

کما فی المواھب اللدنیۃ والاجماع منعقد علی ان فی ھذہ الاٰیۃ من تعظیم النبی صلے اللہ علیہ وسلم والتنویہ مالیس فی غیرہ

اور جیسے رحمت میں اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہتا ویسا ہی ثنا میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کی ثنا کیا کرتا ہے۔

کمافی الدرالمنثور للسیوطیؒ واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ فی قولہ ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ قال صلوۃ اللہ ثناؤہ وصلوٰۃ الملٰئکۃ الدعاء

البتہ مغفرت قطعیہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کما قال تعالیٰ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اور کسی دوسرے کو

Marfat.com

کو یہ بات نصیب نہیں۔

کمارویٰ القاضی عیاضؒ فی الشفاء عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بعثت بین یدی الساعۃ ومنہ روایۃ ابن وھب انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالیٰ سل یا محمد فقلت ما اسال یارب اتخذت ابراھیم خلیلا وکلمت موسیٰ تکلیما واصطفیت نوحًا واعطیت سلیمان ملکا لاینبغی لاحد من بعدہ فقال اللہ تعالیٰ ما اعطیتک خیرًا من ذلک اعطیتک الکوثر وجعلت اسمک مع اسمی ینادی بہ فی جو السماء وجعلت الارض طھورًا لک ولامتک وغفرت لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فانت تمشی فی الناس مغفورًا لک ولم اصنع ذلک لاحد قبلک وجعلت قلوب امتک مصاحفا وخبأت لک شفاعتک ولم اخبأھا لنبی غیرک۔

ترجمہ روایت کیا قاضی عیاض نے شفا میں اور کہا ملا علی قاری نے شرح میں کہ روایت کیا اس کو احمد نے بسند حسن ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ مانگو میں نے عرض کیا اے پروردگار کیا مانگوں تو نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور موسیٰ سے کلام کی نوح کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ ملک دیا جو ان کے بعد دوسرے کو سزاوار نہیں ارشاد ہوا جو تم کو میں نے دیا وہ ان سب سے بہتر ہے تم کو کوثر دیا تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا جو پکارا جاتا ہے فضا میں اور تمہارے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو طہور اور پاک بنایا اور اگلے پچھلے گناہ تمہارے بخشدئے اب لوگوں میں تم مغفور ہو یہ عطائیں پہلے کسی کے لئے نہوئیں تمہاری امت کے دلوں کو مصحف بنایا اور مقرر کر رکھی ہے تمہارے لئے شفاعت کسی نبی کے واسطے یہ بات نہ ہوئی انتہیٰ۔

چونکہ دوسرے انبیاء کو یہ قطعیت مغفرت حاصل نہیں اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام روز حشر مقام خوف میں ہوں گے چنانچہ حدیث شریف سے جو بخاری شریف میں بکرات ومرات

Marfat.com

وارد ہے یہ بات ظاہر ہے۔ اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے سلام ہے کما فی المواھب وجوز الحلیمی ان یکون الصلوٰۃ بمعنی السلام شاید دلیل اس قول کی یہ ہوگی کہ مغفرت ما تقدم وما تاخر وقت واحد میں بالکلیہ ہو چکی اس میں تجدد و استمرار صادق نہیں آتا حالانکہ آیۂ شریفہ سے تجدد و استمرار ثابت ہے جیسا کہ قریب معلوم ہوگا البتہ سلام میں استمرار ہو سکتا ہے۔

ثناء و تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور سوائے اس کے ابن قیم کی ان بعض دلیلوں سے اس قول کا بھی ابطال ہوتا ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ مراد اس سے ثناء و تعظیم یا فقط تعظیم ہے۔

کما فی المواھب وقیل صلوتہ علی خلقہ تکون خاصۃ وتکون عامۃ فیکون صلوتہ علی انبیائہ ھی ما تقدم من الثناء والتعظیم وصلوتہ علی غیرھم الرحمۃ التی وسعت کل شئ وقال الحلیمی فی الشعب معنی الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تعظیمہ

اور اسی کے قریب یہ قول بھی ہے کہ مراد اس سے تشریف و زیادت تکریم ہے۔ کما فی المواھب وحکی القاضی عیاض عن بکر القشیری انہ قال الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ تشریف و زیادۃ تکرمۃ شاید دلیل ان اقوال کی یہ ہوگی کہ آیہ شریف میں صلوا علیہ و سلموا سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کچھ اور ہے اور سلام اور چنانچہ صحابہؓ نے یہی سمجھا اور سوائے اس کے سلام میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں سَلَامٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ وغیرہ اکثر وارد ہوا ہے۔

الحاصل ان سب اقوال سے مقصود یہ ہے کہ کمال تعظیم و خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک سمجھی جاوے اور علو شان و رفعت منزلت درود شریف کی ثابت ہو یہاں تک کہ جنھوں نے صلوٰۃ سے رحمت مراد لی ہے ان کا بھی مطلب یہ نہیں کہ وہ رحمت عامہ

Marfat.com

ہے بلکہ وہ رحمت مراد ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص کی گئی ہے چنانچہ
زرقانی نے اسی قسم کا جواب اس اعتراض کا دیا جو صاحب مواہب نے اس قول پر وارد کیا ہے
کہ اس آیت أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ سے صلوٰۃ و رحمت میں
مغایرت ثابت ہے حیث قال واجیب بان الصلوٰۃ الرحمۃ المقرونۃ بالتعظیم
فھی اخص من مطلق الرحمۃ و عطف العام علی الخاص کثر استعمالہ اور اس تقریر
سے صاحب مواہب کا یہ اعتراض بھی رفع ہوجاتا ہے کہ جب یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی صحابہؓ نے
عرض کیا یارسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا یعنی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ
وبرکاتہٗ صلوات آپ پر کس طور پڑھیں فرمایا کہو اللھم صل علی محمد الحدیث سو اگر صلوٰۃ کے
معنی رحمت ہی ہوتے تو فرما دیتے سلام میں ہی تم نے اس کو بھی جان لیا کیونکہ اس میں (رحمۃ اللہ و برکاتہ)
موجود ہے۔ یہ اعتراض اس وجہ سے رفع ہوسکتا ہے کہ رحمۃ اللہ سے مراد رحمت عامہ ہے اور
صلوٰۃ سے مراد رحمت خاصہ اور ضرور نہیں کہ عام کے معلوم ہونے سے خاص بھی معلوم ہوجائے
کما قال الزرقانی والجواب ما قد علم فسوالھم دل علی ان الصلوٰۃ اخص من مطلق الرحمۃ
پھر جب صلوٰۃ رحمت خاصہ کا نام ٹھیرا تو رحمت کے ذکر سے صلوٰۃ کا ذکر لازم نہیں آتا کیونکہ جہاں خاص کا ذکر مقصود
ہو عام کا ذکر کافی نہیں جیسا کہ انسان کا ذکر جہاں مقصود ہو وہاں حیوان کہنا درست نہ ہوگا اسی وجہ
سے ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا درست
نہیں۔ کما قال السخاوی فی القول البدیع جزم ابن عبدالبر بالمنع فقال لایجوز لاحد
اذا ذکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یقول رحمہ اللہ لانہ قال من صلے علی ولم
یقل من ترحم علی ولا من دعی لی وان کان معنی الصلوٰۃ الرحمۃ ولکنہ خص لھذا
اللفظ تعظیما لہ فلا یعدل الی غیرہ ویؤیدہ قولہ تعالیٰ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا۔ اس تقریر سے پانچ اعتراض ابن قیم کے بھی دفع ہوگئے
باقی رہا چھٹا اعتراض اُن کا اس کا جواب یہ ہے کہ اللھم صل الخ کی ہیئت ہر چند دعا کی ہے

Marfat.com

مگر جب فکیف الصلوٰۃ کے جواب میں وہ ارشاد ہوا تو بحسب تعیین شارع صلوٰۃ اسی کا نام ہوگا۔ اسی وجہ سے ان الفاظ مشروعہ کو کوئی پڑھ لے تو صلے علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا صادق آجائے گا نہ دعالہ حالانکہ وضع صیغہ دعا کے واسطے ہے۔

نکتہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس کام کا حکم حق تعالیٰ نے فرمایا اس کے امتثال میں کوئی کام کیا جاتا ہے مثلاً نماز کے حکم پر قیام ورکوع وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں اور روزہ کے حکم پر بھوکے پیاسے رہتے ہیں بخلاف اس کے درود شریف پڑھنے کے لئے جب **صلّوا** ارشاد ہوا تو کوئی کام نہیں کیا جاتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے اللھم صل علیہ یہ تو بلا تشبیہ ایسا ہوا جیسے بنی اسرائیل نے قتال کے حکم کے جواب میں فقاتلا کہا یعنی تمہیں لڑو وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عہدہ برائی اس کی کسی سے نہ ہوسکے گی فرمایا یہ کام اللہ تعالیٰ ہی کے تفویض کردیا کرو یعنی تفویض کردینا ہی صلوٰۃ ہوجائے گا۔ اسی مسئلہ میں امام ابومنصور ماتریدی نے اپنی تفسیر مسمّی بتاویلات القرآن میں اس قسم کی تقریر کی ہے :-

کما قال والاشکال ان فی الآیۃ الامر للمومنین ان یصلوا علی النبی ثم قال لما سئل عن کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ وماھیتہا فقال ان یقولوا اللھم صل علی محمد وھذا سوال من اللہ تعالیٰ ان یتولی بنفسہٖ لصلوٰۃ علی محمد علیہ السلام وفی ظاھر الآیۃ ھم المامورون یتولون الصلوٰۃ بانفسھم علیہ فکیف یخرجون عن الامر بالصلوٰۃ علیہ بالدعاء والسوال من اللہ تعالیٰ بالصلوٰۃ علیہ فنقول ھم امروا بالصلوٰۃ وھی الغایۃ من الثناء علیہ ولکنہ لم یرالنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی وسعھم وطاقتھم القیام بغایۃ ما امروا بہ من الثناء علیہ فامرھم ان یکلوا ذلک الی اللہ تعالیٰ ویفوضوا الیہ وان یسالوہ لیتولی ذلک ھو دونھم لانہ لم یرفی وسعھم القیام بغایۃ الثناء علیہ والا فلیس فی ظاھر

الاٰیة سوال للرب تعالیٰ ان یصلی ھو بنفسہ علیہ ولکن فیھا الامر للذین اٰمنوا بان یصلوا علیہ واللہ اعلم۔

حقائق اشیاء

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر شئے کے لئے ایک حقیقت اور ہویت مخصہ حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَعطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ (ولیضاً قال) اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ

اور نظائر اس کے بہت ہیں جیسا کہ موت کی صورت دُنبے کی ہے اور قیامت میں ذبح کی جائیگی اور نیل وفرات کی حقیقت کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا:

کما فی کنز العمال من البخاری رفعت الی سدرۃ المنتھی منتھاھا فی السماء السابعة نبقھا مثل قلال ھجر وورقھا مثل اذان الفیلة فاذا اربعة انھار۔ نھران ظاھران ونھران باطنان فاما الظاھران النیل والفرات والباطنان فنھران فی الجنة الحدیث

یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس میں نے دو نہریں دیکھیں دو ظاہر کی دو باطن کی، ظاہر کی دو نہریں نیل وفرات ہیں اور باطن کی جنت میں دو نہریں ہیں اسی طرح ایک خزانہ ہے جس میں اچھے اچھے اخلاق رکھے ہیں:

کما فی الجامع الصغیر للسیوطی ان محاسن الاخلاق مخزونة عند اللہ تعالیٰ فاذا احب اللہ عبداً منحہ خلقا حسنا الحکیم عن العلاء بن کثیر مرسلا۔

ترجمہ: روایت ہے علاء بن کثیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے اچھے اخلاق اللہ تعالیٰ کے پاس مخزون ہیں جب کسی کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو اس کو کوئی اچھا خلق عنایت فرماتا ہے اور جامع الصغیر میں ہے:-

Marfat.com

الحمد للہ تملا المیزان والتسبیح والتکبیر تملا السموات والارض والصلوٰۃ نور الحدیث حم ن ہ حب عن ابی مالک الاشعری

ترجمہ :۔ فرمایا حضرتؐ نے الحمد للہ میزان کو بھر دے گا اور تسبیح وتکبیر آسمانوں کو اور زمین کو بھر دیتی ہیں اور نماز نور ہے۔ اور زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے :۔

واخرج احمد وابن حبان والضیاء برجال الصحیح عن جابر مرفوعا اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاءنی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس۔

یعنی میرے پاس دنیا کی کنجیاں لائی گئیں جن کو جبریل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر میرے پاس لائے۔ اور اس قسم کی روایتیں بکثرت موجود ہیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کی ایک حقیقت ثابت وموجود ہے لیکن بعضوں کا وجود اس عالم میں محسوس ہے اور بعضوں کا محسوس نہیں چنانچہ احادیث مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے پھر ہر حقیقت دوسری سے ممتاز ہے بہ تشخص خاص چنانچہ انہیں احادیث سے یہ بات بھی ظاہر ہے اور یہ حدیث بھی اس پر دلیل ہے جو کنز العمال میں ہے :۔

اذا کان یوم القیمۃ جاء الایمان والشرک یجثوان بین یدی الرب فیقول للایمان انطلق انت واھلک الی الجنۃ۔ ک فی تاریخہ عن صفوان بن عسال۔

ترجمہ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایمان اور شرک حاضر ہوں گے اور حق تعالیٰ کے روبرو دو زانو بیٹھ جائیں گے ایمان کو ارشاد ہوگا کہ تو اپنے اہل کے ساتھ جنت میں چلا جا انتہیٰ۔

اسی طرح درود شریف کا بھی حال سمجھنا چاہیئے کہ ایک شئے ممتاز ہے اور وجود اس کا اس عالم کی جنس سے نہیں اور نہ ادراک اس کا حواس جسمانیہ سے ہوسکتا ہے۔ بلکہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے متعلق ہے اور تعجب نہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ بھی لیتے ہوں کیونکہ ملکوت وغیرہ عوالم کی اشیا جن تک خیال کی رسائی دشوار ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو محسوس تھیں۔ اس سے بڑھکر کیا چاہیئے کہ قیامت کی اشیا کو یہاں سے ملاحظہ فرماتے تھے

کما فی الفردوس للدیلمی عن جابرؓ ان اللہ رفع لی بیت المقدس وانا عند الکعبۃ فجعلت انظر الیہ والی ما فیہ ولقد رایت جھنم واھلہا فیھا واھل الجنۃ فی الجنۃ قبل ان ید خلوھا کما انظر الیکم

یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس روبرو میرے کیا گیا جس کو میں دیکھ رہا تھا اور قبل اس کے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائیں میں ان کو اپنے اپنے مقامات میں دیکھ لیا ہوں جس طرح تم کو دیکھتا ہوں۔

وفی المواھب روی الشیخان من حدیث عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقال انی بین اید یکم فرط وانا علیکم شہید وان موعدکم الحوض وانی لا نظر الیہ وانا فی مقامی ھذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض الحدیث

ترجمہ۔ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پر آٹھ سال کے بعد جیسا کہ کوئی رخصت کرتا ہے زندوں اور مردوں کو پھر چڑھے حضرتؐ منبر پر اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے میر منزل ہوں اور تمہارا شاہد ہوں اور ہمارے اور تمہارے ملنے کی جائے حوض ہے جس کو میں اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھ کو دی گئیں انتہیٰ

اور سوائے اس کے اس دعوے پر اور بہت سی دلیلیں ہیں۔ الغرض صلوٰۃ کا ادراک واحساس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے دوسرا اس پر واقف ہو نہیں سکتا جیسا کہ کور مادر زاد سیاہ وسفید پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ اور مثال اس کی ایسی سمجھنا چاہیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال یعنی پے در پے روزے بلا افطار رکھنا شروع کئے صحابہؓ نے بھی اتباع کا قصد کیا ارشاد ہوا کہ مجھکو

Marfat.com

اپنے پر قیاس مت کرو کھلاتا ہے مجھ کو میرا رب اور پلاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی انه سمع رسول الله صلے الله علیه وسلم یقول لا تواصلوا فایکم اراد ان یواصل فلیواصل حتی السحر قالوا فانك تواصل یا رسول الله قال لست کهیئتکم انی ابیت لی مطعم یطعمنی و ساق یسقین۔ وفی روایة منه یطعمنی ربی ویسقین۔

اس کھانے پینے کی حقیقت دوسروں کو کیا معلوم ہوسکے۔ اگر وہ ہمارے کھانے پانی کی جنس سے ہوتا تو صوم وصال ہی کیوں کہا جاتا اور لست کهیئتکو وغیرہ کیوں فرماتے۔ ایسا ہی صلوٰۃ کا ادراک واحساس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور تعجب نہیں کہ وقرة عینی فی الصلوٰۃ سے اسی کی طرف اشارہ ہو اگرچہ اکثر محدثین نے معنی اس کے نماز کے لئے ہیں مگر اس پر کوئی قرینہ نہیں بخلاف معنیٔ درود کے کہ اس پر یہ حدیث قرینہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

مامن عبد یصلی علی الا عرج بها ملك حتی یحیٔ بها وجاه الرحمن فیقول الله عزوجل اذهبوا بها الی قبر عبدی یستغفر لقائلها وتقربها عینه الدیلمی عن عائشة کذا فی کنز العمال۔

یعنی درود جب حق تعالیٰ کے پاس گزرانا جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کو لے جاؤ تا اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں انتہیٰ۔

اسی وجہ سے بعضوں کا مذہب یہی ہے کہ مراد قرة عینی فی الصلوٰۃ سے درود ہے۔

کما قال القسطلانی فی مسالك الحنفا معنی قرة عینی فی الصلوٰۃ فی حدیث حبب الی من دنیاکم ثلاث النساء والطیب جعلت قرة عینی فی الصلوٰۃ للصلوٰۃ التی ذکرها فی قوله تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ عند بعض انتہیٰ

یہ تو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کا حال تھا اب رہی صلوٰۃ ملائکہ اور مومنین سو محدثین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے استغفار و دعا ہے وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ یعنی رحمت خاصہ کا خزانہ حق تعالیٰ

Marfat.com

کے ہاتھ میں ہے کسی کو اس میں دخل نہیں۔ خیر خواہوں کا کام صرف دعا گوئی ہے۔ اور وہ بھی صرف اس غرض سے کہ ہم بھی دعا گو رہیں ورنہ پیاپے رحمت خاصہ کا اترنا بغیر دعا کے ہمیشہ جاری ہے جیساکہ خود حق تعالیٰ اس آیۂ شریفہ میں بصیغۂ استمرار اس کی خبر دیتا ہے۔ مگر چونکہ اس دعا و استغفار پر بھی صلوٰۃ ہی کا اطلاق فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس صلوٰۃ کی صورت دعائیہ کو بدل کر اسی صلوٰۃ کی صورت میں جلوہ گر فرماتا ہے جو مختص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ جب ایمان لانے والوں کی سیئات کی صورت کو بدل کر حسنات کی صورت میں جلوہ گر کرتا ہے تو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی صورت کو ان کی خوشنودی کے واسطے بدل دینا مالک کن فیکون کے نزدیک کونسی بڑی بات ہے دیکھ لیجئے سیئات کو حسنات بنا دینا اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

ترجمہ۔ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک پس بدل دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

اس صورت میں تینوں صلوات کی صورت بالمآل ایک ہی ہوگی۔ اس پر یہ بھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جب آیۂ صلوٰۃ نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہوئی صلوٰۃ کا کیا طور ہوگا چنانچہ درمنثور وغیرہ اکثر کتب میں اس مضمون کی روایتیں وارد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

واخرج ابن ابی سعد واحمد وعبد بن حمید والبخاری والنسائی وابن ماجة وابن مردویه عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول الله هذا السلام علیك قد علمناه فکیف الصلوٰة قال قولوا اللهم صل علی محمد عبدك ورسولك کما صلیت علی ابراهیم وبارك علی محمد

Marfat.com

وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراھیم - کذا فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر الآیۃ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ -

اس سے معلوم ہوا کہ صَلُّوْا سے مراد صحابہ نے دعا نہ سمجھی ورنہ ہر شخص دعا گوئی میں مصروف ہو جاتا استفسار کی وجہ یہی ہوگی کہ رحمت نازل کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس امر کا امتثال ہم سے کیونکر ہو سکے ارشاد ہوا کہ تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ ان الفاظ کو کہدیا کرو اس تقریر سے ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب بھی معلوم ہوگیا جو ابھی مذکور ہوا اور وہ اشکال بھی دفع ہوگیا جو قسطلانی رحؒ نے شرح بخاری میں وارد کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ - میں لفظ اللہ کی خبر محذوف ہے یا اللہ و ملٰئکتہ دونوں کی خبر یصلّون ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ یصلون دونوں کی خبر ہو کیونکہ اللہ کی صلوٰۃ کچھ اور ہے اور ملائکہ کی کچھ اور ایک لفظ کا استعمال دو معنیٔ مختلف میں وقت واحد میں درست نہیں اس لئے کہ نحو میں تصریح ہو چکی ہے کہ جب معنی دو خبروں کے جدا جدا ہوں تو اس وجہ سے کہ دوسری خبر محذوف پر دلالت نہیں کرتی ایک کو حذف کرنا درست نہیں اگرچہ لفظ دونوں کا ایک ہو جیسے زید ضارب وعمرو میں اگر محذوف ضارب سے چلنے والا مراد ہو یعنی مسافر اور مذکور سے مارنے والا ۔

کما قال القسطلانی فی شرح البخاری اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ اختلف فیہ ھل یصلون خبر عن اللہ وملائکتہ او عن الملائکۃ فقط وخبر الجلالۃ محذوف لتغایر الصلاتین لان صلوٰۃ اللہ غیر صلوٰتھم ای ان اللہ وملٰئکتہ یصلون الا ان فیہ بحثا وذلک انھم نصوا علی انہ اذا اختلف مدلولا الخبرین فلا یجوز حذف احدھما لدلالۃ الآخر وان کانا بلفظ واحد فلا تقول زید ضارب وعمرو یعنے وعمرو ضارب فی الارض (ای مسافر)

وجہ دفع اشکال یہ ہے کہ تینوں صلوٰۃ حقیقت میں ایک ہیں اور مصداق

سب کا ایک ہی قسم کا ہے۔ نہ مختلف

فائدہ جلیلہ

نکتہ:- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا ہے تو گویا ذات مبارک منبع رحمت ہے کہ تمام عالموں سے متعلق رحمتوں کا افاضہ یہیں سے ہوتا ہے۔ اس لئے صلوٰۃ ورحمتِ الٰہی پیاپے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے تا اُدھر سے استفادہ اور اِدھر سے افاضہ برابر جاری رہے۔

فائدہ اس آیۂ شریفہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ یعنی اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں اور آدم علیہ السلام کے باب میں فرمایا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ یعنی تمام فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا۔ اہل مذاق وجدان سلیم سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس اضافت وترک اضافت میں کس قدر لطف رکھا ہے امر وجدانی تو بیان میں آنہیں سکتا مگر بحسب ظاہر ہر شخص اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ اس اضافت میں کوئی معنیٰ زائد ایسے ہوں گے جو صرف ملائک کہنے میں نہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ اضافت تعریف یا تخصیص کے واسطے ہو جیسے غلام زید میں۔ کیونکہ زید کے سوائے دوسروں کے بھی غلام ہوتے ہیں تو غلام زید سے فائدہ تعریف یا تخصیص کا ہوگا بخلاف ملائکہ کے اس لئے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کسی دوسرے کے نہیں پس مَلٰٓئِكَتَهٗ کہنے سے نہ تعریف ہوئی نہ تخصیص۔ بلکہ اس اضافت سے یہ معلوم ہوا کہ جس فرشتہ کو نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہے یعنی تمام فرشتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے ہیں اور اس حکم سے کوئی فرشتہ مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو مستثنیٰ ہوگا اس سے یہ نسبت جاتی رہے گی اور یہ محال ہے۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں باوجود اس کے جب نسبت اپنی طرف فرمائی تو معلوم ہوا کہ صرف عزت افزائی ان کی اس نسبت سے مقصود ہے جیسے فرماتا ہے:-

Marfat.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی جب شیطان نے آدمیوں کو گمراہ کرنے پر اپنی آمادگیاں ظاہر کیں ارشاد ہوا کہ میرے بندوں پر تیرا کچھ غلبہ نہیں حالانکہ سب بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ تو جیسے عبادی کی اضافت سے شرافت ان عباد کی ظاہر ہوتی ہے جو دام میں شیطان کے نہیں آتے ویسا ہی ملائکۃ کی اضافت سے شرافت ان ملائک کی ظاہر ہوتی ہے جو درود پڑھتے ہیں۔ اور شرافت کی وجہ یہی ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی نسبت ان کے طرف کی گئی ورنہ یہی ملائک ہیں جن کا ذکر فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ میں بھی کیا گیا ہے کچھ ایسے طور پر کہ جس سے کوئی شرافت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیوں نہ ہو حبیب کا خیر خواہ بھی اپنا ہی سمجھا جاتا ہے۔

الحاصل وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ کا یہ مطلب ہوا کہ جتنے فرشتے عالم علوی اور سفلی میں ہیں سب کے سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو وہ فضیلت وخصوصیت عطا ہوئی کہ جس کا عوض مذہب عشاق میں شاید جان بھی فدا کریں تو نہ ہو سکے کیونکہ عشاق اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ محبوب جب کسی عاشق کو اپنا کہدے تو اس کی کیا حالت ہوگی غرض وملئکتہ میں جو باتیں رکھی ہوئی ہیں فسجد الملئکۃ میں نہیں ہیں۔

فائدہ تعداد تمام ملائک کی جو ہمیشہ درود شریف کے پڑھنے میں مشغول ہیں حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قدر ہے۔

تعداد ملائکہ

چنانچہ مصرح ارشاد ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (ترجمہ) نہیں جانتا ہے آپ کے پروردگار کے لشکروں کو کوئی سوائے اس کے انتہیٰ۔

مزید توضیح کے واسطے یہاں چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ شمار فرشتوں کا حد سے باہر ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو امام سیوطیؒ نے

Marfat.com

حبائک میں ذکر کیا ہے :۔

واخرج ابو الشیخ عن الحکم قال بلغنی انه ینزل مع المطر من الملئکة اکثر من ولد آدم ابلیس یحصون کل قطرة واین یقع ومن یرزق ذلک النبات ۔

ترجمہ یعنی پانی کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں کہ ان کی تعداد آدمیوں اور جنات سے بڑھی ہوئی ہے وہ ہر قطرہ کو شمار کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے کہ وہ کہاں گرے گا اور اس سے جو سبزی پیدا ہوگی کس کا رزق ہے' انتہیٰ ۔

اور ایک یہ ہے جو حبائک ہی میں مذکور ہے ۔

واخرج ابو الشیخ من طریق مجاهد عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لیس من خلق الله اکثر من الملئکة ما من شئ ینبت الا ملك موکل بها ۔

ترجمہ :۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخلوق خدا کی فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے کوئی نبات و روئیدگی ایسی نہیں کہ جس پر ایک فرشتہ موکل اور متعین نہیں انتہیٰ ۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام عالم میں جس قدر موجودات ہیں سب سے زیادہ فرشتے ہیں اور خصائص کبریٰ میں سیوطیؒ نے روایت کیا ہے :۔

واخرج الترمذی وابن ماجة وابو نعیم عن ابی ذرؓ قال رسول اللهؐ صلے الله علیه وسلم انی اری ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطت السماء وحق لها ان تئط لیس فیها موضع اربع اصابع الا وملك واضع جبهته ساجداً ۔

ترجمہ :۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان بوجھ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہ بات اس کو

Marfat.com

سزاوار ہے کیونکہ اس میں کوئی چار انگل کی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہو۔ انتہیٰ

اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان اللہ تعالیٰ جزء الخلق عشرۃ اجزاء فجعل الملئکۃ تسعۃ اجزاء و سائر الخلق جزءً۔

ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے دس حصے کئے نو۹ حصے فرشتے بنائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات انتہیٰ

اور سوائے اس کے کئی حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک اس کثرت سے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جس کا شمار نہیں اگر اس کی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو الحبائک فی اخبار الملائک جو خاص ملائک ہی کے احوال میں امام سیوطیؒ نے لکھی ہے اس کو دیکھ لیجئے حاصل یہ کہ اس قدر مقربان بارگاہ الٰہی جن کی تعداد تمام عالم کے موجودات سے کئی حصہ بڑھکر ہے ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں مصروف ہیں اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کام میں اپنی مشغولی بلا کیف ظاہر فرماتا ہے تو تھوڑے سے آدمیوں کا درود وہاں کس قطار و شمار میں ہوسکتا ہے مگر زہے شان رحمۃ للعالمینی کہ باوجود اس کے امتیوں سے اس تحفہ محقرہ کی خواہش فرماتے ہیں اور وہ بھی کس خوبی کے ساتھ کہ اگر تم ایکبار درود پڑھوگے تو خدائے تعالیٰ تم پر دس بار درود بھیجے گا اور تمام فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں گے اور کل حاجتیں دینی و دنیاوی تمہاری روا ہوں گی۔ اگر انصاف ہو تو معلوم ہو کہ یہ صرف بندہ نوازی ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک وہاں یہ تحفہ محقرہ کس قطار و شمار میں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ خود شاہ کونین جن سے ہر طرح کی امیدیں ہیں ایک اس قسم کا ہدیہ ہم سے طلب فرماویں اور اس کی کچھ پروا نہ کی جائے پھر یہ بھی نہیں کہ اعتراف قصور ہو بلکہ مخالفانہ ایسی دلیلیں قائم کی جائیں جس سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت

Marfat.com

کے موافق عمل کیا جاوے تو اس میں قباحتیں لازم آئیں گی نعوذ باللہ من ذالک واقع میں اُدھر سے کسی قسم کی کمی نہیں مگر ادھر جب تنگی حوصلہ ہو اور قابلیت و استعداد نہ ہو تو اس کا کیا علاج سچ ہے ؎ طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست ؎ الٰہ العالمین جیسا تونے اپنے حبیبؐ کو ہماری خیر خواہی کی طرف متوجہ فرمایا ایسا ہی انہیں کے طفیل سے ہمیں فہم سلیم بھی عطا کیجیو کہ ان کی نوازشوں اور خیر خواہیوں کو سمجھیں اور تیری اور ان کی قدر کریں۔

اب ہم ذرا ان حضرات سے پوچھتے ہیں (جن کے مشرب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر چنداں ضرور نہیں) کہ کیا آپ نے کچھ اللہ تعالیٰ کی بھی قدر کی ہے یا وہ بھی صرف دعویٰ زبانی ہے۔ کیونکہ اس آیہ شریفہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کس قدر ہوگی جو ہمیشہ کیلئے ان پر اپنا صلوٰۃ بھیجنا ظاہر فرماتا ہے۔ پھر اگر عظمت حق تعالیٰ کی مسلم ہے تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں متمکن ہوتی۔ برخلاف اس کے جب تعظیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق آگیا تو معلوم ہوا کہ یہ اور امثال اس کی قدردانیاں اور عزت افزائیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے فرمائی ہیں اس کی کچھ وقعت نہیں۔ اور یہ بالکل منافی دعویٰ عظمت کبریائی ہے۔ میری دانست میں کسی مسلمان کا عقیدہ ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ جملہ اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ شیطان نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اس کی وجہ یہی تھی کہ اس نے اپنے زعم میں حق تعالیٰ کی عظمت خوب جما رکھی تھی کہ کسی کی عظمت کو اس کے دل میں مطلقاً جگہ نہ تھی۔ مگر جب حق تعالیٰ نے اُن کا مرتبہ ظاہر فرمایا اور اس نے ان کی بیقدری کی اور معظم نہ سمجھا صرف اسی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ گو حق تعالیٰ کی تعظیم کا اس کو دعویٰ تھا مگر دل میں اس کا اثر نہ تھا اور اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہوئی جیسے کفار حق تعالیٰ کو خالق ارض و سما کہتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ مگر بُت پرستی اور لوازم اس کے اس قول کو ان کے باطل کئے دیتے تھے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

گر بپرسی گبر را کاین آسماں ... آفریدہ کیست دین خلق جہاں

گویند آنہا آفریدہ آں خداست — کافرینش برخدائیش گواست
کفر و ظلم و استم بسیار او — نیست لائق با چنیں اقرار او
فعل او کردہ دروغ آں قول را — باشد او لائق عذاب ہول را

ایک ضمیر میں خدا و رسول کا ذکر

اسی طرح جس کے دل میں درود شریف کی وقعت نہ ہو اس کے نزدیک حق تعالیٰ کی بھی عظمت نہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (جس کا ذکر قریب آتا ہے) کہ جو شخص ایک بار درود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھے حق تعالیٰ اس پر دس بلکہ ستر درود بھیجتا ہے۔ اب دیکھئے کہ جس کے نزدیک حق تعالیٰ کی صلوٰۃ کی کچھ بھی وقعت ہو گی تو درود شریف کی ضرور اس کو رغبت ہو گی۔ اور جب درود شریف پر رغبت نہیں جس کی وجہ سے صلوٰۃ الٰہی حاصل ہو سکے تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الٰہی کی اس کو کچھ قدر نہیں ایسی ہی باتوں سے شاید حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی

فائدہ۔ علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے یا صرف ملائکہ کی طرف۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول ہے یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے مقصود اس سے فرشتوں کو شرافت دینا ہے کہ ایک کام کی اسناد اور نسبت ایک ہی صیغہ سے اپنے اور ان کی طرف ہو یہ بڑی تشریف و تکریم ہے کہ اس امر خاص پر جو صیغہ دلالت کرتا ہے اس میں حق تعالیٰ نے ان کو اپنے ساتھ جمع فرمایا یہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ کسی خطیب نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں خطبہ پڑھا جس میں یہ الفاظ تھے ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فقد غوٰی یعنی جس شخص نے خدا و رسولؐ کی اطاعت کی راہ راست پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا خطیب ہے۔

Marfat.com

ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوٰی کہہ مقصود یہ کہ ایک ضمیر میں خدا اور رسول کو جمع کرنا نہ چاہیئے
اس صورت میں یصلون کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور ملائک کی طرف پھیرنا کیونکر درست ہوگا اس کا جواب
یہ ہے کہ حق تعالیٰ مختار ہے عدم جواز کا حکم وہاں جاری نہیں ہوسکتا اور ایک جماعت کا یہ قول ہے
کہ ضمیر یصلون کی صرف ملائکہ کی طرف راجع ہے اور خبر لفظ اللہ کی محذوف ہے یعنی ان اللہ یصلی
اس صورت میں اجتماع اللہ اور ملائکہ کا ایک ضمیر میں لازم نہیں آتا جس کی ممانعت ہے جماعت
اولیٰ کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جمع مذکور مطلقاً ممنوع نہیں ۔ رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خطیب کو لفظ یعصہما سے منع فرمایا سو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ایک ضمیر میں اللہ و رسول کو اس
نے جمع کیا تھا بلکہ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس نے ومن یعصہما پر سکوت کیا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا
ہے کہ جس نے نافرمانی خدا و رسول کی کی وہ بھی راہ راست پر ہے. چنانچہ ابوداؤد نے عدی بن
حاتم سے روایت کیا ہے :ان خطیبًا خطب عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
ومن یطع اللہ و رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقال قم بئس الخطیب انت
لیکن اس کا جواب ہوسکتا ہے کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر تثنیہ ہی کی وجہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطیب کو زجر فرمایا تھا کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد زجر
کے فرمایا کہ ومن یعص اللہ و رسولہ کہہ اور اگر وقف وسکوت کی وجہ سے زجر مقصود ہوتا تو فرماتے
ومن یعصہما فقد غوی متصل کہہ انتہٰی ملخصًا اگرچہ امام قرطبیؒ نے اس مقام میں طویل و
عریض بحث کی ہے جیسا کہ معلوم ہوا مگر ہنوز اس میں نظر کو گنجائش ہے اس لئے کہ مسلم شریف
کی روایت باوجود معارض ہونے روایت ابی داؤد کے اگر مسلم بھی ہو تو اس سے قطعًا یہ لازم
نہیں آتا کہ ایک ضمیر میں خدا و رسول کو جمع کرنا درست نہیں ۔ اس لئے کہ جائز ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطیب کو (اس وجہ سے کہ قریب العہد بشرک ہے) جمع کرنے سے منع
فرمایا ہو تو یہ منع کرنا ایک مصلحت خاص کی وجہ سے ہوگا نہ عمومًا جیسا کہ ابتدائے زمانۂ حرمت خمر
میں ظروف خمر یعنی دبا حنتم نقیر اور مزفت کا استعمال ممنوع تھا اس وجہ سے کہ ان سے

شراب یاد آتی تھی پھر بعد ایک زمانہ کے جب خمر سے نفرت پیدا ہوگئی استعمال اُن ظروف کا جائز کردیا گیا چنانچہ حرمت اور اجازت کی روایتیں صحاح میں موجود ہیں اور دلیل اس بات پر کہ کسی دوسری وجہ سے خاص اُس خطیب کو ومن یعصہما کہنے سے منع فرمایا تھا یہ ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بارہا ایسے صیغوں کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے:

عن ابی ذرؓ قال قلت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما الایمان قال ان تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان یکون اللہ ورسولہ احب الیک مما سواھما الحدیث رواہ احمد فی مسندہ۔

ترجمہ یعنی ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا ہے فرمایا یہ کہ گواہی دو توحید و رسالت کی اور یہ کہ اللہ اور رسول کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو دیکھئے سواہما کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف پھرتی ہے۔ بلکہ خود لفظ من یعصہما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے:۔

عن ابن مسعودؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا تشہد قال الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فانہ لا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئاً۔ وعن یونس انہ سأل ابن شہاب عن تشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فذکرہ نحوہ وقال ومن یعصہما فقد غوی۔ الحدیث رواھما ابوداؤد

Marfat.com

ترجمہ:۔ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو اس میں فرماتے ومن یعصہما فانہ لایضر الا نفسہ اور ایک روایت میں، ومن یعصہما فقد غوی ہے۔ انتہی ملخصاً۔

ان حدیثوں سے یہ بھی بات ثابت ہے کہ خطبہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور ابن ابی الدینا نے کتاب الحذر میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں موسیٰ ابن عقبہ سے خطبہ طولانی نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد ضل ضلالاً مبینا ذکرہ فی کنز العمال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا ومن یعصہما ہمیشہ خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کرنا درست نہیں۔

تاکید استمرار صلوٰۃ

فائدہ ۔ اہل عربیت کے نزدیک مسلم ہے کہ جملہ میں ثبوت محکوم بہ کا محکوم علیہ کے لئے ہوا کرتا ہے خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ لیکن جملہ اسمیہ میں بہ نسبت فعلیہ کے دو باتیں زائد ہوتی ہیں ایک اُس ثبوت کی تاکید دوسرا اس کا دوام چنانچہ سعد الدین تفتازانیؒ نے مختصر معانی میں لکھا ہے الجملۃ الاسمیۃ تفید تاکید الثبوت ودوامہ اس سے ثابت ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ سے تاکید اس امر کی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔ یہ مفاد صرف جملہ اسمیہ کا ہوا۔ پھر مسند یعنی یصلون کے فعل مضارع ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل مسند الیہم سے آناً فاناً صادر ہوتا جاتا ہے۔

کما قال ابن حجر فی الدر المنضود وکما افاد الجملۃ الدوام لکونہ اسمیۃ کذلک تفید التجدد نظر الخبرھا کما قالوا فی اللہ یستھزئ بھم وکما قال القسطلانی فی شرح البخاری۔ تحت الآیۃ الموصوفۃ وعبر بصیغۃ المضارع

Marfat.com

لیدل علی الدوام والاستمرار۔

غرض استمرار صلوٰۃ کا دو طور سے ثابت ہوا ایک بدلیلِ جملۂ اسمیہ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ فعل مضارع خبر ہے اور اس کی تاکید بھی جملہ اسمیہ ہونے کے سبب سے ہوگئی جب اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم میں اپنے اور ملائکہ کے ہمیشہ درود بھیجنے پر ایسے قرائن قائم کردئے تو اب کون مسلمان ہوگا کہ باوجود اس کے اس میں تردد یا انکار کرے۔ مگر حق تعالیٰ نے اس پر بھی کفایت نہ کرکے اس جملہ کو لفظ اِنَّ کے ساتھ مؤکد فرمایا جو تردد اور انکار کے دفع کرنے کو لایا جاتا ہے۔

کمافی التلخیص وان کان المخاطب متردداً فی الحکم طلبالہ حسن

تقویتہ بموکد وان کان منکرا وجب توکیدہ بحسب الانکار۔

اب یہاں دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے جن کا تردد اور انکار اس کلام قدیم میں ملحوظ ہوا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ زمانۂ نزولِ آیۂ شریفہ میں یا اہل ایمان تھے یا منافق یا کفار۔ کفار و منافقین تو اس خطاب میں شریک ہی نہیں اس لئے کہ مخاطب اہل ایمان ہیں جو یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ ندا کئے گئے ہیں۔ اب رہے اہل ایمان یعنی صحابہ بفضلہ تعالیٰ ایمان اُن حضرات کا اس درجہ قوی تھا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو کوئی خبر دیتے تو بلا تردد مان لیتے تھے چہ جائیکہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں خبر دے اور اُن کو تردد ہو شان صحابیت ہرگز اس کو قبول نہیں کرسکتی غرض اُن کا حال بھی مقتضی تاکید نہ تھا جب تینوں اصناف موجودہ کے لحاظ سے تاکید نہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ سوائے اُن کے کوئی اور لوگ ہوں گے جن کا لحاظ اس تاکید میں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر لحاظ کسی کے تردد اور انکار کے اس کلام بلیغ معجز میں تاکید لائی گئی ہو۔ اگرچہ مصداق اُن کا معین کرنا ہمارا کام نہیں۔ مگر ہر شخص کا ذہن بادنے تامل ان ہی آخری زمانے کے مسلمانوں کی طرف متبادر ہوگا جن کا ایمان قرآن شریف پر تو ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مستحق ایسے مدارج عالیہ کے نہیں سمجھتے فی الحقیقت یہ کمال عنایت حق تعالیٰ کی ہے کہ تنبیہہ فرمادیا۔ تا سمجھ جائیں کہ جب اس درجہ کی اعتنا بالشان اور

Marfat.com

مشغولی دائمی اپنی اور ملائک کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ میں اس اہتمام سے بیان فرماتا ہے توکس قدر عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہم لوگوں کے دلوں میں متمکن ہونا چاہیئے۔ اگر اس پر بھی عقیدہ کو کچھ حرکت نہ ہو تو بارگاہ لاابالی میں کیا پروا وہاں تو نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی کا عمل جاری ہے۔

حسنِ خطاب صلوٰۃ

فائدہ جب حق تعالیٰ نے کمال عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور اہتمام صلوٰۃ عالم ملکوت میں اور استمرار اپنی صلوٰۃ کا صراحتاً اور کنایتاً ہر طرح سے فرمادیا۔ عنایت ازلی نے جوش کیا اور توجہ اس طرف ہوئی کہ حضرتؐ کے امتی بھی اس دولت عظمیٰ اور ذریعۂ فضولی سے بے نصیب نہ رہیں اول اُن کو یَآاَیُّھَا کہہ کر خواب غفلت سے جگایا تا ہوشیار ہوجاویں اور بگوشِ جان سنیں کیا ارشاد ہوتا ہے کیونکہ اہل عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ اَیُّھَا تنبیہہ کے واسطے ہے اہل ایمان تو پہلے ہی سے مستعد اور مشغول تھے چنانچہ پیشتر اس کا حال معلوم ہوچکا اس پر یہ تنبیہہ گویا تازیانۂ شوق ہوگئی اب تو یہ حضرات بیخود ہیں اور مارے خوشی کے اپنے میں سماتے نہیں۔ اول تو یہ خوشی کہ اپنے ہدیۂ محقرہ کو بھی ایسی صلاحیت عطا ہوئی کہ بارگاہ باعثِ ایجادِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانا جاسکے۔ اور اس پر یہ سرفرازی کہ ایسے امر میں اشتغال مطلوب ہے جس کے طرف حق تعالیٰ اپنی توجہ دائمی ظاہر فرماتا ہے اس حسن خطاب کا لطف وہی حضرات جانتے ہیں جن کے دل ایمان اور محبت خدا و رسول سے مالا مال ہیں۔

شرافتِ مومن

فائدہ :۔ جب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ باوقعت کام یعنی تحفۂ صلوٰۃ بارگاہ خاتم المرسلین

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم میں گزرا تنا جن وانس سے بھی لیا جائے تو اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے افراد منتخب کرکے خطاب فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ ۔ کیونکہ مومنین وہ باوقعت اور معزز لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شئ اکرم علی اللہ من المومن طص عن ابن عمر ذکر فی کنز العمال وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن اکرم علی اللہ من الملائکۃ المقربین ابن النجار ذکرہ فی کنز العمال۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملائکہ مقربین سے اور ہر چیز سے زیادہ بزرگ تر ہے۔ اور ابن ماجہ میں روایت ہے:۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما اطیبك واطیب ریحك ما اعظمك واعظم حرمتك والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منك مالہ ودمہ وان نظن بہ الا خیرا۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ عین طواف خانہ کعبہ میں فرماتے تھے کہ کیا اچھا ہے تو اور تیری خوشبو اور کیا عظمت ہے تیری اور کس قدر عظیم ہے تیری حرمت، خدا کی قسم مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے اور اس کے مال وخون کی حرمت بھی تجھ سے زیادہ ہے اور ہم اس کے متعلق نیک گمان ہی رکھتے ہیں انتہیٰ۔ ملخصاً

اور اہل ایمان کی شان میں صدیقین وشہدا کا لقب وارد ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں امام سیوطیؒ نے کئی حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے:۔ واخرج ابن جریر عن البراء بن عازب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مومنوا امتی شھداء ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ:۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے میری امت کے مومنین شہدا ہیں پھر پڑھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے والذین اٰمنوا الآیہ یعنی جو لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین و شہدا ہیں۔ انتہیٰ۔

اور ایک روایت یہ ہے:۔

اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃؓ انہ قال یوماً انتم عندہ کلکم صدیق وشھید قیل لہ ما تقول یا اباھریرۃ قال اقرأوا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ۔ ایک روز ابوہریرہؓ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ تم لوگ سب صدیقین و شہدا ہو کسی نے کہا اے ابی ہریرہؓ یہ کیا کہتے ہو کہا اگر تامل ہو تو اس آیت کو پڑھ لو والذین اٰمنوا الآیہ اور اس میں یہ روایت بھی ہے:

واخرج عبد الرزاق وعبد ابن حمید عن مجاھد قال کل مومن صدیق وشھید ثم تلا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ: مجاہد نے کہا کہ ہر مومن صدیق و شہید ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ الآیہ تفسیر درمنثور میں اسی مضمون کی کئی روایتیں ابن جریر اور ابن منذر ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن حبان سے ذکر کی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ مومنین کو مراتب صدیقین و شہداء کے حاصل ہیں اور مومنین وہ لوگ ہیں جن کو گناہ کچھ ضرر نہیں دیتا چنانچہ ارشاد ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما لا ینفع مع الشرک شئ کذالک لا یضر مع الایمان شی خط عن عمر حل عن ابن عمر ذکرہ فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ شرک کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح

Marfat.com

ایمان کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں دیتی انتہیٰ۔

یعنی اہل ایمان کو گناہ سے کچھ ضرر نہیں اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں جن کی دل شکنی حق تعالیٰ کو بالکل منظور نہیں چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن قبض المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ الحدیث

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں اُس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جس قدر کسی ایماندار کی روح کے قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو مکروہ جانتا ہے اور اُس کے رنجیدہ کرنے کو میں مکروہ جانتا ہوں انتہیٰ۔

اللہ اکبر مومن کی کیا شان ہے باوجودیکہ موت خود اُس کے حق میں ایک نعمتِ عظمیٰ ہے مگر صرف اس کی خاطر شکنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کو اس میں تردد ہوتا ہے اور ان لوگوں کی بینائی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عزوجل تخ عن ابی سعید الحکیم الترمذی وسمویہ طب عد عن ابی امامۃ وابن جریر عن ابن عمر کذا فی الجامع الصغیر۔

ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے

الحاصل اہل ایمان کے فضائل وخصوصیات بکثرت ہیں جن میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے ذکر کی گئیں۔ اب غور کیجئے کیا ہر مسلمان مستحق ان مراتبِ عالیہ کا ہو سکتا ہے یا ہر کس و ناکس اپنے آپ کو مصداق ان کرامات کا سمجھ سکتا ہے واقع میں ایمان حقیقی نہایت ہی عزیز الوجود ہے فقط چند اعمال ظاہری سے یہ رتبہ نہیں مل سکتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

Marfat.com

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔

ترجمہ کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ فرمانبرداری ہم نے قبول کی اور ہنوز تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا انتہی۔

اسی وجہ سے جب حارثہ بن سراقہ نے کہا اصبحت مومنا حقا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انظر ماذا تقول یعنی دیکھو کیا کہتے ہو سمجھکر کہو جب صحابی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استبعاد ظاہر فرمایا ہو تو ہر کس و ناکس کا ایمان کس شمار میں پورا واقعہ اُس کا یہ ہے جس کو ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔

عن انس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمشی اذ استقبلہ شاب من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصبحت یا حارثۃ قال اصبحت مومنا حقا قال انظر ماذا تقول فان لکل قول حقیقۃ فما حقیقۃ ایمانک قال یا رسول اللہ عزلت نفسی عن الدنیا فاسهرت لیلی واظمأت نهاری وکانی بعرش ربی عز وجل بارزا وکانی انظر الی اهل الجنۃ یتزاورون وکانی انظر الی اهل النار یتغادون فیها قال الزم عبدٌ نور اللہ الایمان فی قلبه فقال یا رسول اللہ ادع اللہ لی بالشهادۃ فدعا له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنودی یوما فی الخیل فکان اول فارس رکب واول فارس استشهد فبلغ ذلک امه فجاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان یکن فی الجنۃ لم ابک ولم احزن وان یکن فی النار بکیت ما عشت فی دار الدنیا قال یا ام حارثۃ انها لیست بجنۃ واحدۃ ولکنها جنات وان حارثۃ فی الفردوس الاعلی فرجعت امه وهی تضحک وتقول بخٍ بخٍ لک یا حارثۃ۔

ترجمہ روایت ہے انسؓ سے کہ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک جوان انصاری سامنے آئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کس حالت میں تم نے صبح کی۔ اے حارثہؓ عرض کی اس حالت میں کہ سچا مومن ہوں فرمایا دیکھو کیا کہتے ہو ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ تو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کیا راتیں بیداری میں بسر کرتا ہوں اور دن تشنگی میں اب حالت یہ ہے کہ عرش رب العالمین کو گویا دیکھ رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ اہل جنت آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل نار دوزخ میں چلا رہے ہیں حضرت نے فرمایا اسی بات پر ہمیشہ رہو۔ تمہارے دل میں ایمان منور ہے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے حضرتؐ نے دعا کی تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ معرکۂ جہاد پیش آیا وہ سب سے پہلے سوار ہوئے اور سب سے پہلے شہید ہوئے جب اُن کی والدہ کو اُن کی شہادت کی خبر پہنچی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اگر میرا لڑکا جنت میں ہے تو نہ میں روؤں گی اور نہ غمگین ہوں گی۔ اور اگر دوزخ میں ہے تو عمر بھر روتی رہوں گی۔ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ام حارثہ جنت ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی ہیں اور تمہارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے یہ سنتے ہی وہ ضعیفہ ہنستی ہوئی لوٹیں اور کہتی تھیں واہ واہ اے حارثہ انتہیٰ۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان حقیقی کے دعوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استبعاد ظاہر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کچھ اور ہی ہے صرف مومن کہدینا یا سمجھ لینا کافی نہیں۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ تیس صحابیوں سے میری ملاقات ہوئی جس کو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبۂ صحابیت تو درکنار کہیں منافقوں میں تو شریک نہیں ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے

قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخاف کلھم النفاق علی نفسہ۔

اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرائط و لوازم جب تک پورے طور پر نہ پائے جائیں گویا

ایمان ہی نہیں چنانچہ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی اور نسائی اور ابن ماجہ نے انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے :

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین - کذا فی کنز العمال -

کوئی ایماندار نہیں ہوتا جبتک میری محبت اپنی اولاد اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو۔

کما فی مسند احمد ابن حنبل لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ کذا فی کنز العمال

اور مواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے ۔

ان عمر بن الخطاب رضؓ قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شی الا من نفسی التی بین جنبی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ فقال عمر والذی انزل علیك الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الان یا عمر ۔

ترجمہ : ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سوائے اپنی ذات کے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا جب تک میری محبت اپنے نفس سے زیادہ نہ ہو ایمان ہی نہیں تب عمر رضؓ نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب اتاری آپ کی محبت میرے نفس کی محبت سے بھی زیادہ ہے ۔ فرمایا اب ایمان کامل ہوا اے عمر رضؓ انتہی ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی

Marfat.com

زیادہ دوست رکھتے ہیں پھر جس کو یہ رتبہ حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر درود شریف میں وہ شخص اہتمام کرتا ہوگا۔ کیونکہ بظاہر درود شریف بھی ایک دعائے خاص کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس کو زیادہ دوست رکھتا ہے اُس کے حق میں زیادہ دعا کرتا ہے اسی وجہ سے ہر شخص پہلے اپنے واسطے دعا کرتا ہے اور پھر والدین وغیرہ کے واسطے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو تو بحسب اقتضائے طبع درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر بھی مقدم کرنا صرف مقتضائے ایمان ہے اس میں امر الہٰی کو کچھ دخل نہیں۔ پھر جب ویسے لوگوں کو حکم الہٰی بھی ہوگیا تو غور کرنا چاہیئے کہ درود شریف کی کس درجہ وقعت اُن کے نزدیک ہوگی۔

زیادتی وکمیِ ایمان

الحاصل خطاب یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ کے مخاطب اولاً و بالذات مومنین ہیں جن کے احوال کسی قدر ابھی مذکور ہوئے اور وہی لوگ اس خطاب اور درود شریف کی عظمت کو جانتے بھی ہیں اور اُن کے سوا عموماً اہل اسلام گویا ان کے طفیلی ہیں۔ اس تقریر سے فی الجملہ ایک شناخت بھی حاصل ہوگئی کہ جس کے نزدیک درود شریف کی عظمت نہ ہو تو سمجھ سکتے ہیں کہ اُس میں اس خطاب کی قابلیت ہی نہیں شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے تفسیر میں لکھا ہے کہ جن آیات میں زیادت ایمان کا ذکر ہے مثل وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا مراد اس سے تفصیل ہے یعنی قبل نزول آیات کے ایمان اجمالی تھا کہ ماجاء بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم سب سچ ہے پھر جب آیات بدفعات نازل ہوئیں اسی کی تفصیل ہوئی اور اصل کیفیت ایمان میں کوئی زیادتی نہ ہوئی۔ ہرچند شارح عقائد ——— نے اس تقریر پر بھی اعتراض کیا ہے کہ تفصیل میں بنظر اجمال کے زیادتی ہوتی ہے۔ مگر ماتریدیؒ کے قول پر یہ اعتراض نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر تفصیل میں

Marfat.com

زیادتی ہوئی تو مصداق بہ کی توضیح میں ہے نہ نفس اذعان و تصدیق میں کیونکہ کیفیت اذعانی دونوں وقت میں یکساں ہے جو ممتاز ہے ظن وغیرہ سے ہاں مصدق بہٖ اجمال کے وقت اور تھا اور تفصیل کے وقت اور ہوا توضیح اس کی اس مثال میں ہو جائے گی کہ جب کوئی دلیل بیان کی جاتی ہے اور اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اکثر اعتراض ختم ہونے کے پیشتر مجیب کے ذہن میں جواب اُس کا خطور کر جاتا ہے اس خطور کرنے کے وقت جو چیز اُس کے ذہن میں ہے وہ اجمال ہے پھر اُس کو جو واضح کر کے بیان کرتا ہے وہ تفصیل ہے فرق دونوں میں ظاہر ہے کہ اجمال گویا ایک امر آنی ہے اور تفصیر دیر طلب لیکن باعتبار انکشاف جواب کے دونوں برابر ہیں اسی وجہ سے بمجرد اس خطور کے مجیب اپنے میں ایک کیفیت انشراح اور فرحت کی پاتا ہے جو جواب دینے پر مرتب ہوتی ہے پس اصل جواب جس کی تفصیل دیر تک کی جاتی ہے وہی ہے جو اجمال میں موجود تھا یعنی تفصیل کے وقت جواب کوئی دوسرا نہ ہوا جو اجمال میں نہ تھا اسی طرح ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق جب اجمالاً ہو گئی تو ہر ایک آیت سننے کے وقت اسی تصدیق اجمالی کا ظہور ہوگا کوئی تصدیق ایسی پیدا نہ ہوگی جو اس اجمال سے خارج ہو کیونکہ ہر آیت ما جاء بہ کے افراد سے ہے جس کی تصدیق پہلے ہو چکی ہاں تفصیل کے وقت ایک نئی بات یہ ہوتی ہے کہ علم اس آیت کے مضمون کا حاصل ہوتا ہے جو اجمال کے وقت نہ تھا مثلاً بعد تصدیق ما جاء بہ کے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سُنا تو اس واقعہ کا علم نیا حاصل ہوا اور یہ بات دوسری ہے سوائے اس کے اور دلائل و توجیہات امام صاحب کے مذہب کے کتب مطولہ میں مذکور ہیں۔ مگر یہاں دیکھنا چاہیئے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں جو اس قدر تشدد کیا ہے اُس کا منشا کیا ہے اور کتاب و سنت بھی اس کی مساعد ہیں یا نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مدار و مناط اقرار و عمل کا صرف تصدیق قلبی ہے یعنی جب تک تصدیق نہ ہو عند اللہ نہ اقرار مفید ہے نہ عمل کما قال تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ وقال تعالیٰ فی الکفار اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اگرچہ یہ بھی مسلم ہے کہ صرف تصدیق باوجود مخالفت و انکار کے مفید

نہیں جیسے بعض کفار خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر امتثال سے انکار کرتے ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ تصدیق کے ساتھ انقیاد ہو تو ضرور مدار اقرار و عمل کا تصدیق پر ہوگا اور مدار تصدیق کا واقع میں نہ اقرار پر ہوگا نہ عمل پر گو باعتبار استدلال کے معاملہ بالعکس ہو پس معلوم ہوا کہ عمدہ اور اصل شے دین میں تصدیق قلبی ہے اور سوائے اس کے دوسری اشیاء شروط ہوں گے یا لوازم و فروع پس ضرور ہوا کہ جہاں تک ہو سکے کمال درجہ کا اہتمام اصل ایمان یعنی تصدیق میں کیا جاوے تاکہ کوئی شخص اس میں مساہلت اور سہل انگاری نہ کرے اس لئے امام صاحب نے فرمایا کہ ایمان کل کا یکساں ہے کچھ زیادتی نہیں اور اس قسم کا تشدد فتوے میں بلحاظ مصلحت خاص ماثور بھی ہے

کما ورد فی الخبر قال شقیق بن سلمة کنت جالسا بین عبد اللہ وابی موسیٰ فقال ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمٰن ارایت لو ان رجلاً اجنب فلم یجد الماء شہرا اما کان تیمم فقال لا وان لم یجد الماء شہرا فقال ابو موسیٰ فکیف تصنعون بھذہ الایة فی سورة المائدة فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فقال ھذا لاوشك اذا برد علیھم الماء ان تیمموا بالصعید الحدیث رواہ البخاری وابوداؤد واللفظ لہ۔

ترجمہ شقیق کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے بیچ میں پس کہا ابو موسیٰؓ نے عبد اللہ سے اے ابو عبد الرحمٰن جب کوئی جنب ہو اور ایک ماہ تک پانی نہ پائے تو کیا تیمم نہ کرے کہا عبد اللہ نے ہاں نہ کرے اگرچہ مہینہ بھر پانی نہ پائے کہا ابو موسیٰؓ نے کیا کرو گے تم اس آیت میں جو سورۂ مائدہ میں ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا پس کہا عبد اللہ بن مسعودؓ نے اگر رخصت تیمم کی دی جائے تو یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ پانی سرد ہوتے ہی لوگ مٹی سے تیمم کرنے لگ جائیں گے۔ انتہیٰ

اور عبد اللہ بن مسعودؓ وہ شخص ہیں کہ جن کی ثقاہت کو جملہ صحابہ تسلیم کرتے تھے اور فضائل

ہیں ان کے کئی احادیث وارد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:۔

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت مستخلفاً احدا من غیر مشورۃ لاستخلفت ابن ام عبد رواہ ابن ماجۃ فی باب عبد اللہ بن مسعود۔

ترجمہ روایت ہے علیؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورت کے خلیفہ بناتا تو ابن ام عبد کو یعنی عبد اللہ ابن مسعودؓ کو خلیفہ بناتا۔ انتہیٰ۔

الغرض جب تک تصدیق قلبی پورے طور پر نہ ہو ایمان کا وجود ہی نہیں ہوتا تاآنکہ مومن ترددات اور شکوک کو دل سے دور کرے برخلاف اس کے کمی و زیادتی ایمان کی صورت میں یہ گنجائش مل سکتی ہے کہ کو مومن بھی اگرچہ شک ہو ایمان تصور کرے اور کہے کہ وجود ایمان کا تو ہو گیا کامل نہیں ناقص ہی سہی حالانکہ یہ ایمان ہی نہیں کیونکہ شک تو کیا ظن بھی ایمان نہیں ہو سکتا کما فی البخاری قال ابن مسعودؓ الیقین الایمان کلہ اور کل محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی ضرور چاہیئے۔

الحاصل مقصود امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے ایمان متحقق نہیں ہوتا اور یہی تصدیق و یقین ایمان ملائکہ وغیرہم کا ہے۔ رہی یہ بات کہ مراتب یقین کے متفاوت ہیں سو یہ امر آخر ہے کلام نفس یقین میں ہے۔ اسی وجہ سے امام فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے جن کے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا نام ہے قابل زیادت و نقصان کے نہیں اور جن کے نزدیک اعمال داخل ایمان ہیں زائد و ناقص ہو گا کما مر آنفاً اس تقریر پر وہ اعتراض صاحب مواقف کا کہ نفس کیفیت تصدیق کم و زیادہ ہوتی ہے دفع ہو گیا کیونکہ امام رازیؒ کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ منشا اس اختلاف کا اختلاف تعریف ایمان ہے۔ اور یہ بات ظاہر بھی ہے اس لئے کہ خود محدثین تعریف ایمان میں اقرار و عمل کو ظاہراً داخل کیا کرتے ہیں ہاں اگر محدثین تعریف ایمان میں مثل امام صاحب کے صرف تصدیق کو ایمان

Marfat.com

کہتے تو اعتراض امام رازیؒ پر وارد ہوتا۔

الحاصل مقصود امام صاحب کا یہی ہے کہ یہ آدمی وہ تصدیق واقعی حاصل کرے جس کے ساتھ کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ پھر اگر اس سے زیادہ کوئی درجہ پایا جاوے تو اس کو اطمینان کہیں گے کما قال اللہ تعالیٰ:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۔

ترجمہ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے دکھا مجھ کو کہ کیسا زندہ کرتا ہے تو مردہ کو فرمایا حق تعالیٰ نے کیا ایمان نہیں لائے تم کہا کیوں نہیں یعنی ایمان تو لایا لیکن غرض یہ ہے کہ دل میرا مطمئن ہو جائے۔ انتہیٰ۔

پس معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد ایک درجہ اس سے بڑھکر ہے جس کو اطمینان کہتے ہیں البتہ اُس میں عام مومنین کو حصہ نہیں۔ اسی طرح خواص کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے جو عمل سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ منشا عمل کا وہاں نفسِ ایمان ہوا کرتا ہے جس میں کسی غرض نفسانی کو دخل نہیں اور یہ بات عامیوں میں کمیاب ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایمان تو وہی تصدیق خاص ہے جس کا متعلق توحید ورسالت و ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر اس کے مقارن کیفیت عملی ہوگی خواہ وہ عمل دل سے متعلق ہو جیسے رضا وتسلیم وتوکل وغیرہ خواہ جوارح سے مثل نماز وروزہ وغیرہ اس لئے کہ منشا ہر عمل کا دل ہوتا ہے پھر اگر وہ منشا درست ہے تو عمل جو اُس پر متفرع ہے درست ہوگا ورنہ قابل قبولیت کے نہ ہوگا۔

کما فی الحدیث عن عمر بن الخطابؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی اللہ ورسوله فهجرته الی اللہ والی رسوله ومن کانت هجرته

الی دنیا یصیبہا او امراۃ یتزوجہا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

ترجمہ۔ روایت ہے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے عمل مگر ساتھ نیتوں کے اور نہیں ہے واسطے کسی کے مگر وہ چیز کہ نیت کی پس جو شخص کہ ہووے ہجرت اس کی طرف اللہ اور رسول اس کے پس ہجرت اس کی طرف اللہ اور رسول کے ہے اور جو شخص کہ ہو ہجرت اس کی طرف دنیا کے کہ پہنچے اس کو یا طرف عورت کے کہ نکاح کرے اُس سے پس ہجرت اس کی طرف اُس چیز کی ہے کہ ہجرت کی طرف اُس کے روایت کی یہ بخاری و مسلم نے انتہیٰ۔

اسی وجہ سے جن اعمال کا منشا ریا وسمعہ وغیرہ اغراض نفسانی ہوں مردود ہیں۔ کما ورد فی الاحادیث الکثیرۃ پھر اگر منشاء عمل صرف ایمان ہو تو ایک نورانیت دل میں پیدا ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ اس نورانیت کی وجہ سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں۔

الحاصل منشاء اعمال صالحہ کے ساتھ ایک نورانیت دل میں ہوتی ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔

ترجمہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے سو وہ نور میں ہے اپنے رب کے طرف سے۔

اگر یہاں اسلام بمعنیٰ انقیاد ظاہری ہو جو مقابل ایمان ہے تو ظاہر ہے کہ رتبہ نورانیت کا بعد ایمان کے ہوگا اور اگر مطلق انقیاد مراد ہو جس میں ایمان بھی شریک ہے جب بھی نورانیت مقارن ایمان ہوگی نہ عین ایمان اس لئے کہ ایمان ظاہر امر کسبی ہے جس کے سب مامور ہیں اور نورانیت امر وہبی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ

Marfat.com

ان ینظر من نور اللہ الایمان فی قلبہ فلینظر الی ابی ہند الحدیث
رواہ الدارقطنی فی سننہ المسمی بالمجتبیٰ فی سنن المصطفیٰ۔

ترجمہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کو خوشی آوے یہ کہ دیکھے طرف اُس شخص کے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نورانی کیا تو چاہیئے کہ دیکھے ابوہند کو۔ انتہی

اب یہاں نظر تفصیلی میں کئی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک نفس ایمان دوسری نورانیت۔ تیسری نیت جو منشا عمل اور مدار صلاحیت وعدم صلاحیت عمل ہے بحسب حدیث شریف انما الاعمال بالنیات کے۔ چوتھا عمل مگر جب عمل نفس ایمان ہو تو اُن مراتب میں تقدیم وتاخیر ہو جائے گی اس لئے کہ ایمان لانے کے وقت نیت ایمان پر بھی مقدم ہوگی سوائے اس ایک صورت کے سب صورتوں میں رتبہ ایمان کا نیت پر مقدم ہوگا پھر اگر عمل فعل جوارح سے ہو تو خود بنفسہ ممتاز ہے اور اگر فعل قلب سے ہو تو ان سب امور ومدارج کا وجود دل میں ہوگا اگرچہ اجتماع اُن کا محل واحد میں ہے مگر باہم فی نفسہ ممتاز ہیں اور باوجود امتیاز کے ارتباط وتعلق ہر ایک کا دوسرے سے کچھ ایسے طور پر ہے کہ گویا باہم شیر وشکر ہیں۔ پس اس مقارنت کی وجہ سے اطلاق ایک کا دوسرے پر ہو سکتا ہے جیسا کہ بجائے سال الماء کے سال المیزاب کہتے ہیں۔ کما ہو مصرح فی المعانی پس زنا وسرقہ کے وقت ایمان کا جدا ہونا جو اس حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا زنی العبد
خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل
عاد الیہ الایمان رواہ الترمذی۔

اُس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نورانیت جو مقارن ایمان ہے جدا ہو جاتی ہے کیونکہ بظاہر اُس فعل کے وقت اصل ایمان یعنی تصدیق سے اس شخص کو کچھ تعرض نہیں ہوتا بلکہ منشاء اس کا ایک غرض نفسانی ہوتی ہے پھر جب تصدیق سے اس کو کچھ تعرض نہ ہو تو ایمان کا زائل

Marfat.com

نہ ہونا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے :

کما فی کنز العمال عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یخرج احدکم من الایمان الا بجحود ما دخل فیہ۔ طس۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز نہ نکلے گا کوئی تم میں کا ایمان سے مگر بسبب انکار کرنے اُس چیز کے جو اس میں داخل ہوئی۔ انتہی۔

یعنی جحود جو منافی ایمان ہے جب تک نہ پایا جاوے ایمان نہیں جاتا اور محدثین کے نزدیک بھی یہی بات ہے کہ اس قسم کا کفر جو احادیث میں وارد ہے بنا بر تغلیظ ہے یعنی حقیقی نہیں جو ضد ایمان ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث شریف کے تحت میں لکھا ہے :

من اتی حائضاً او امراۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمدؐ انتہی وانما ھذا عند اھل العلم علی التغلیظ۔

اور امام ترمذیؒ نے جامع کے باب لا یزنی الزانی فھو مومن میں لکھا ہے۔

وھذا قول اھل العلم لانعلم احداً اکفر احداً بالزنا والسرقۃ وشرب الخمر وقال صاحب المولف ومن وجوہ المعتزلۃ نحو قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یزنی الزانی وھو مومن ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ قلنا مبالغۃ ثم انھا معارضۃ بالاحادیث الدالۃ علی انہ مومن وانہ یدخل الجنۃ حتے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی ذر لما بالغ فی السوال عنہ وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر انتہی

پس معلوم ہوا کہ حدیث زنا وسرقہ وغیرہ میں اطلاق ایمان کا اصل ایمان پر نہیں بلکہ نورانیت پر ہے۔ اسی طرح اطلاق ایمان کا منشا عمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے جو باب شفاعت میں وارد ہے کہ جو برابر ایمان اور حبہ برابر ایمان اس لئے کہ بخاری شریف میں بجائے لفظ ایمان کے لفظ خیر کی بھی روایت ہے جیسا کہ قریب نقل کیجائے گی تو چاہیئے

Marfat.com

ایمان سے بھی مراد خیر ہی ہو نہ یہ کہ خیر سے مراد یہاں ایمان ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے کتاب شرح الایمان میں لکھا ہے اس لئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ قیامت میں حکم ہو گا شفاعت کرنے والوں کو کہ جس کے دل میں دینار یا نصف دینار یا ذرہ برابر خیر ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پس نکالیں گے وہ اس قسم کے سب لوگوں کو پھر عرض کریں گے ربنا لم نذر فیہا خیراً یعنی کوئی خیر ہم نے دوزخ میں نہیں چھوڑی یعنی سب اہل خیر کو نکال لیا پس ارشاد ہو گا کہ انبیاء وغیرہم شفاعت کر چکے اور باقی نہ رہا کوئی سوائے ارحم الراحمین کے پس نکالے گا حق تعالیٰ ایک قبضہ جس میں نکل آئیں گے وہ لوگ جنھوں نے کبھی نیک کام نہیں کیا تھا اور وہ حدیث شریف یہ ہے۔

فیقول ارجعوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیرا ثم یقول ارجعوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال نصف دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیرًا ثم یقولون ربنا لم نذر فیہا خیرًا فیقول اللہ شفعت الملئکۃ وشفع النبیون و شفع المومنون ولم یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃ من النار فیخرج منہا قوماً لم یعملوا خیرًا قط الحدیث رواہ البخاری و مسلم بطولہ کذا فی المشکوٰۃ۔

تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے اس حدیث شریف کی جس میں لفظ شعیرۃ من ایمان وحبۃ من ایمان وارد ہے اور یہ حدیث بھی اس کی مؤید ہے:

فاقول (ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یا رب ائذن لی فیمن قال لا الہ الا اللہ قال لیس لک ذالک ولکن وعزتی وجلالی وکبریائی وعظمتی لاخرجن منہا من قال لا الہ الا اللہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

الحاصل جملہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اُن لوگوں کو ہو گی جن میں کسی قدر منشاء عمل

Marfat.com

پایا جاوے اگرچہ ذرہ برابر ہو اور حق تعالیٰ جن کو خود نکالے گا اُن میں سوائے ایمان کے کسی قدر بھی منشا عمل کا نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ شاید وہ لوگ اہل فترت سے ہوں گے تو یہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُن کا اہل لا الٰہ الا اللہ ہونا ثابت نہیں اور سوائے اس کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب وہ عذر کریں گے تو ایک رسول بھیجا جائے گا جس کے امتثال سے جنت میں اور عدم امتثال سے دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے جس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اسود بن سریع اور ابی ہریرہؓ سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الذی مات فی الفترۃ فیقول ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم لیطیعوہ فیرسل الیھم ان ادخلوا النار فمن دخلھا کانت علیہ بردًا وسلامًا ومن لم یدخلھا سحب الیھا حمت الحدیث کذا فی کنز العمال۔

پس معلوم ہوا کہ مثقال ذرۃٍ من ایمان سے مراد منشا عمل ہے جو کم زیادہ ہوتا ہے نہ ایمان بمعنی تصدیق اور یہاں اطلاق عمل پر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ تصریح فمن وجد تم فی قلبہٖ کی ہر جائے پر اس معنیٰ سے آیا کرتی ہے اسی طرح اطلاق ایمان کا قول وعمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے اور کنز العمال میں ہے:۔ الایمان قول وعمل اور جو ابن ماجہ میں ہے: عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان۔ اس لئے کہ خود حدیث شریف سے ایمان وعمل میں مغایرت ثابت ہے۔ کما فی کنز العمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والعمل شریکان فی قرن لا یقبل اللہ احدھما الا بصاحبہ۔

اب رہی وہ حدیث شریف جس میں صراحتًا الایمان یزید وینقص وارد ہے تو اُس میں بھی زیادتی ونقصان کا رجوع اسی کیفیت عملی کی طرف معلوم ہوتا ہے جیسا اوپر گذرا کیونکہ حدیث شریف میں مصرح ہے الایمان قول وعمل یزید وینقص جب ایمان

Marfat.com

مجموع قول وعمل سے تعبیر کیا گیا تو زیادتی بھی راجع مجموع کی طرف ہوگی۔

الحاصل امام صاحب انھیں وجوہات سے کہتے ہیں کہ کمی زیادتی نفس ایمان میں نہیں بلکہ مقارنات ایمان میں ہے۔ پھر جس میں مقارنات ایمانیہ علیٰ وجہ الکمال پائے جاویں۔ وہ شخص کامل الایمان اور منجملہ خواص کے ہوگا اور عامی برخلاف اس کے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمل سے بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک مقارنات ایمانیہ معتدبہا نہ ہوں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم قسما اذ اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر یارسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ الحدیث رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی سعید خدریؓ سے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ آیا ایک شخص قبیلۂ بنی تمیم کا اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہو تیری کون عدل کرے گا جب میں عدل نہ کروں تو محروم و بے نصیب ہوجائے گا۔ اور نقصان پائے گا تو عرض کیا عمرؓ نے یا رسول اللہ حکم دیجئے کہ گردن ماروں میں اس کی۔ فرمایا چھوڑ دو اس کو کہ اُس کے ساتھ والے ایسے لوگ ہیں کہ حقیر سمجھو گے تم لوگ اپنی نماز کو اُن کی نماز کے مقابلہ میں اور روزوں کو اپنے اُن کے روزوں کے مقابلہ میں۔ پڑھتے ہیں وہ لوگ قرآن مگر حلق سے اُن کے تجاوز نہیں کرتا اور بھاگتے ہیں دین سے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے انتہیٰ۔

Marfat.com

اب اس عمل کو دیکھئے کہ کس درجہ کا ہوگا جو صحابہ کا عمل اُن کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہو پھر آخر کیا ہوا وہاں تو دین ہی کا ٹھکانا نہیں۔ یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی شخص کا قول ہے پیر ما ہمہ دارد و ایمان ندارد خلاصہ یہ ہے کہ صرف عمل مفید نہیں جب تک مقارنات ایمان جو متعلق عمل ہیں درست نہ ہوں اور قریب قریب اسی تقریر کے ہے جو ابن بطالؒ نے شرح بخاری شریف میں نقل کیا ہے

حیث قال قال المهلب الذرة اقل الاشياء الموزونات وهی فی هذا الحديث التصديق الذی لایجوزان یدخله النقص ومافی البرة والشعيرة من الزيادة فانها هی زيادة من الاعمال یکمل التصديق فان قيل فانه لما اضاف هذه الاجزاء التی فی الشعيرة والبرة الزائدة علی الذرة الی القلب دلت انها زيادة من التصديق لامن الاعمال فالجواب انه لما كان الايمان التام انما هو قول وعمل والعمل لايكون الابالنية والاخلاص من القلب جازان ينسب العمل الی القلب اذ تمامه بتصديق القلب و قد عبر عن هذا الاجزاء من الايمان مرة بالخير ومرة بالايمان وكل ذالك سائغ واسع وقوله يخرج من النار من قال لا اله الا الله يدل ان ما ذكر بعدها من الذرة والبرة والشعيرة هی من الاعمال والطاعات اذ الامة مجتمعة علی ان قول لا اله الا الله هو صريح الايمان والتصديق الذی شبه بالذرة عمل القلب ايضًا انتهی

صلوا سے وجوب ثابت ہے

فائدہ مواہب الدنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ امر صلوا علیہ وجوب کے واسطے ہے یا نہیں اور اگر ہے تو درود شریف مثل کلمۂ شہادت کے

Marfat.com

عمر بھر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے۔ یا خاص خاص اوقات میں مثل نماز وغیرہ کے۔ یا عموماً جمیع اوقات میں بقدر امکان لیکن تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ نفس وجوب صلوٰۃ میں کسی کو خلاف نہیں بلکہ صرف اوقات میں اختلاف ہے

کما قال ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجبۃ لقولہ تعالیٰ ان اللہ وملٰئکتہ الآیۃ وھٰذہ الآیۃ ھی التی تدل علی وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لاخلاف للعلماء فی ان ھذا الامر للوجوب وانما الخلاف فی اوقاتہ۔

اور قاضی عیاضؒ نے شفا میں لکھا ہے:۔

اعلم ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض علی الجملۃ غیر محدود بوقت لامر اللہ تعالیٰ بالصلوٰۃ وحمل الائمۃ والعلماء لہ علی الوجوب واجمعوا علیہ وحکی ابوجعفر الطبری ان محمل الآیۃ عندہ علی الندب وادعی فیہ الاجماع ولعلہ فیما زاد علی مرۃ۔

ظاہراً وجوب ہی کی دلیل ٹھیک معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ صلوا اور سلموا صیغے امر کے ہیں۔ اور اصول فقہ میں بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے کہ امر خاص وجوب کے واسطے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے عند الاطلاق اُس سے وجوب ہی سمجھا جاتا ہے نہ استحباب وغیرہ چنانچہ توضیح میں لکھا ہے:۔ لما علم ان المطلق ینصرف الی الکامل لزم ان الامر المطلق یکون امرا کاملا بان یکون للایجاب فان الامر الذی للاباحۃ والندب ناقص فی کونہ امرا

اور جہاں امر اباحت وغیرہ کے واسطے ہوتا ہے وہاں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اس آیۂ شریف میں قطع نظر صیغہ امر کے اگر قرائن دیکھے جائیں تو قرینے بھی وجوب ہی پر قائم ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ نے قبل امر کے تمہیداً اپنا اور ملائکہ کا ہمیشہ درود بھیجنا ظاہر فرمایا جس سے اعتنا بالشان درود شریف کا کمال درجہ پر ظاہر ہے۔ جب عالم علوی میں اس قدر اہتمام ہو تو امت کو بطریق

Marfat.com

اولیٰ اس میں مشغول ہونا چاہیئے خصوصاً جب امر ہوگیا تو امتثال امر کی شدید ضرورت ہوگئی یہی قرینۂ وجوب ہوسکتا ہے ورنہ سیاق وسباق میں مناسبت نہ ہوگی حالانکہ مناسبت ضروری ہے۔

کما فی التوضیح سیاق الآیۃ ایجاب اللہ تعالیٰ اقتداء المومنین باللہ وملٰئکتہ فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا بد من اتحاد معنی الصلوٰۃ من الجمیع لانہ لو قیل ان اللہ یرحم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والملٰئکۃ یستغفرون یاایہا الذین اٰمنوا ادعوا لہ کان ھذا الکلام فی غایۃ الرکاکۃ

مقصود اس استدلال سے اسی قدر ہے کہ سباق وسیاق میں مناسبت نہ ہونے سے کلام رکیک ہوجاتا ہے۔اب رہا یہ کہ جب استمرار صلوٰۃ ضرور ہو تو اور ضروریات طبعیہ وشرعیہ کیونکر ادا ہوں سو اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اوقات اُن امور کے عقلاً وعادۃً مستثنیٰ ہیں۔

الحاصل اس آیۂ شریفہ میں قرینۂ استمرار ومداومت کا بھی وجود ہے پس صلوا علیہ اور اقیموا الصلوٰۃ جیسے نفس وجوب میں برابر ہیں اسی طرح استمرار میں برابر ہیں اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات نماز کے معین فرمائے ویسا ہی اوقات درود شریف کے بھی معین فرمائے ہاں فرق اتنا ہے کہ تعین اوقات نماز بتواتر ثابت ہے اور تعین اوقات درود شریف باخبار احاد مگر جب تمامی حدیثیں دیکھی جائیں جن میں درود شریف پڑھنے کا امر اور ترغیبیں اور نہ پڑھنے پر ترہیبیں اور تہدیدیں اور اوقات کثیرہ مختلفہ کی تعیین اور ازمان وامکن کی تعمیم بتصریح وارد ہے تو اتنا تو بتواتر معنوی ضرور ثابت ہوگا کہ درود شریف کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے اور یہ تواتر ایسا ہوگا جیسے معجزات میں کہا جاتا ہے کہ ہر معجزہ میں اخبار احاد وارد ہیں اور اُن احاد سے نفس معجزہ کا ثبوت بتواتر معنوی ہوتا ہے اس لئے کہ مجموع پر وہ احکام مرتب ہوتے ہیں جو اجزا پر نہیں ہوسکتے مثلاً ظاہر ہے کہ ایک بال کسی مصرف کا نہیں ہوتا پھر اگر انھیں سو بالوں سے ایک رسی بنائی جائے تو نہایت مضبوط ہوگی دیکھئے مجموع میں ایک صفت جدیدہ ایسی قائم ہوئی

جو کسی جز میں نہ تھی اسی طرح مجموع احاد میں صفت تواتر قائم ہوئی جس سے مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق کا بغیر افراد کے ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ وجود مطلق من حیث انه وجد فی الافراد متصف بصفت تواتر ہے اور اسی مطلق کے معنی کثرت اجمالی ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر حقیقی ہے اس لئے کہ جتنے احاد ہیں نفس خرق عادت و معجزہ پر متفق اللفظ ہیں اسی کا نام تواتر حقیقی ہے۔

کما قال شهاب الدین الخفاجیؒ فی شرح الشفا التواتر الحقیقی ان یخبر جماعة من جماعة الی اٰخرہ یؤمن تواترهم علی الکذب فی خبر واحد متفق اللفظ والمعنی۔

البتہ ثبوت کثرت کا اس طور پر نہیں بلکہ مجموع احاد سے کثرت اجمالی مستفاد ہوتی ہے اور یہ تواتر معنوی ہے۔

کما قال الخفاجیؒ والتواتر المعنوی هو حصول العلم القطعی من مجموع امور جزئیة واخبار واردة مستفیضة۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے کثرت احادیث احاد سے ثبوت مطلق معجزہ کا بتواتر ہوتا ہے ویسا ہی کثرت اجمالی معجزات کی بھی بتواتر معنوی ثابت ہے۔

کما فی الشفاء قال بعض ائمتناؒ یجری هذا المجری علی الجملة انه قد جری علی یدیه صلی اللہ علیه وسلم اٰیات وخوارق عادات ان لم یبلغ واحد منها بعینها القطع فیبلغها تبیعها فلا مریة فی جریان معانیها علی یدیه ولا یختلف مومن ولا کافر انه جرت علی یدیه العجائب۔

اوقات درود شریف

اب یہاں چند حدیثیں وہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں درود شریف کے اوقات معین فرمائے ہیں منجملہ اُن کے وقت طہارت ہے۔

كما قال النبی صلی الله علیه وسلم لا وضوء لمن لم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود وفی روایة ابی عاصم عن سهل بن سعد لا وضوء لمن لم یصل الحدیث ذکرهما القسطلانی فی مسالك الحنفاء۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن مسعودؓ اور سہل بن سعدؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اس شخص کا نہیں ہوتا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا انتہی۔

اور سوائے اس کے اور روایات بھی اس باب میں وارد ہیں۔ اور نماز میں چنانچہ امام فاکہانی نے الفجر المنیر فی الصلوٰۃ علی البشیر النذیر میں نقل کیا ہے۔

عن سهل بن سعد قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لا صلوٰة لمن لا یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم الحدیث

ترجمہ:۔ نہیں ہوتی نماز اُس شخص کی جس نے درود نہ پڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ انتہی۔

سوائے اس کے اور احادیث اس باب میں وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع نقل کی جائیں گی۔ اور بعد اذان کے جیسا کہ ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے:

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانه من صلی علیّ واحدة صلی الله علیه بها عشراً الحدیث رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجة۔

Marfat.com

ترجمہ۔ روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موذن سے تم اذان سنو تو جیسا کہ کہتا ہے وہ کہو پھر پڑھو مجھ پر درود کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھتا ہے حق تعالیٰ اُس پر دس صلوٰۃ بھیجتا ہے روایت کیا اس کو جملہ اہل صحاح نے سوائے بخاری اور ابن ماجہ کے انتہی۔

اور دعا کے وقت کما قال السخاوی فی القول البدیع عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هولاء الکلمات فی الوتر قال قل اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وبارک لی فی ما اعطیت وتولنی فیمن تولیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت تبارکت وتعالیت وصلی اللہ علی النبی اخرجہ النسائی وسندہ صحیح کما قال قالہ النووی۔

یعنی بروایت صحیح ثابت ہے کہ دعاے قنوت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کو داخل فرمایا۔ اور اثنائے تکبیرات عیدین میں۔

ومنھا اثناء تکبیرات العیدین لما روی اسمٰعیل القاضی ان ابن مسعود و ابا موسیٰ وحذیفہ رضی اللہ عنھم خرج علیھم الولید بن عقبۃ فقال ان ھذا العید قد دنی فکیف التکبیر فیہ فقال عبد اللہ تبدا فتکبر تکبیرۃ تفتتح بھا الصلوٰۃ وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک ثم تفعل مثل ذلک ثم تکبر وتفعل مثل ذلک ثم تقرا ثم تکبر وترکع ثم تقوم فتکبر وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک ای الذی فعلتہ فی الرکعۃ الاولیٰ قالہ الزرقانی فقال حذیفۃ و

Marfat.com

ابو موسیٰ صدق ابو عبد الرحمن قال ابن کثیر اسناده صحیح کذا فی المواهب اللدنیة
وقال السخاوی فی القول البدیع واسناده صحیح وهو عند ابن ابی الدنیا
فی کتاب العید من حدیث علقمة عن ابن مسعودؓ قال تکبر تکبیرة تدخل
بها فی الصلوٰة وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم وتدعو ثم
تکبر تفعل مثل ذلک وبه تمسک ابو حنیفه واحمد فی احدی الروایتین
منه فی الموالاتین القرائتین وابو حنیفةؒ فقط فی تکبیرات العید الزوائد
ثلثا ثلثا والشافعی واحمد فی حمد الله والصلوٰة علی رسول الله علیه وسلم
بین التکبیرات واما مالک فلم یاخذ به اصلاً ووافقه ابو حنیفة علی
استحباب سرد التکبیرات من ذکر بینها رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین ۔

حاصل یہ کہ درود شریف اثنائے تکبیرات عیدین میں پڑھنے کے واسطے بھی ارشاد ہوا ہے اور
اول واوسط وآخر دعا میں ۔

کما فی المواهب اللدنیة عن جابرؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال لا تجعلونی کقدح الراکب فان الراکب یملأ قدحه ثم یضعه ویرفع متاعه فان
احتاج الی شرب شی شربه او الوضوء توضا والا اهراقه ولکن اجعلونی اول
الدعاء واوسطه واخره رواه احمد ۔

ترجمہ ۔ روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت بناؤ مجھ کو مثل پیالہ سوار
کے جو اس میں پانی بھر رکھتا ہے اور اٹھاتا ہے اسباب پھر اگر احتیاج ہوتی ہے تو پی لیتا ہے یا وضو
کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے بلکہ ذکر میرا اول و اوسط و آخر دعا میں کیا کرو زرقانیؒ نے لکھا ہے
کہ مراد اس سے درود شریف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بحث تفصیلی اس کی آئندہ آوے گی ۔ اور
ہر مجلس میں بھی درود شریف کی کثرت باعثِ برکت واجر بے حساب ہے ۔

کما فی الزرقانی عن ابی سعیدؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم

Marfat.com

قال لایجلس قوم مجلساً ثم لایصلون فیه علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
الا کان علیھم حسرۃ وان دخلوا الجنۃ لما یرون من الثواب رواہ النسائی

ترجمہ :- روایت ہے کہ ابوسعید خدریؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ضرور ان کو حسرت ہوگی اگرچہ جنت میں جاویں اس لئے کہ وہاں اُس کے ثواب کا حال دیکھیں گے روایت کیا اُس کو نسائی نے اور وقت ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی درود شریف کا پڑھنا لازم ہے۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل
ذکرت عندہ فلم یصل علی الحدیث ت ک۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہو ناک اس شخص کی یعنی ذلیل وخوار ہو وہ شخص کہ جس کے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا روایت کیا اُس کو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں انتہیٰ۔

سوائے اس کے اس باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں انشاءاللہ تعالیٰ قریب میں نقل کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ضروری ہے ورنہ ناقص ہوگا جیسا کہ کنز العمال میں ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم
یذکرون اللہ عزوجل لم یصلوا علی نبیھم الا کان ذالک المجلس
علیھم ترۃ الحدیث ک

ترجمہ۔ روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے بیٹھیں اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ پڑھیں تو وہ مجلس ضرور ان کے واسطے باعث نقصان ہوگی روایت کیا اُس کو حاکم نے مستدرک میں انتہیٰ

اور کان میں سن سناہٹ کی آواز آنے کے وقت بھی چنانچہ روایت ہے ابی رافعؓ سے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل

علی ولیقل ذکراللہ من ذکرنی بخیر۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کے کان میں آواز ہونے لگے تو چاہیئے کہ مجھ کو یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور کہے کہ خدا تعالیٰ ذکر خیر کرے اُن کا جنھوں نے یاد کیا ہے مجھکو انتہیٰ

شیخ یعقوب جلوتی رح نے الوسیلۃ العظمیٰ الی حضرۃ المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور کہا امام سیوطی رح نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اس کو عقیلی نے ضعفا میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی اور ابن سنی نے۔ اور زرقانی نے کہا ہے کہ روایت کیا اس کو طبرانی نے اپنی تینوں کتابوں میں اور خرائطی اور حکیم ترمذی نے بھی۔ ہرچند سخاوی نے اس حدیث کو ضعیف اور ابن جوزی رح نے موضوع کہا ہے لیکن اس کا تعقب کیا گیا ہے کہ حافظ نورہیثمی نے لکھا ہے کہ اسناد طبرانی کی کبیر میں حسن ہے۔ اور روایت کیا ہے اُس کو ابن خزیمہ نے حالانکہ اُنھوں نے تخریج احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے اور اسی طرح جمع الجوامع کے دیباچہ میں امام سیوطی رح نے لکھا ہے کہ جو حدیث ابن خزیمہ کی طرف منسوب ہو وہ صحیح ہے۔ انتہیٰ۔

اور جب کسی چیز کو بھول جاوے تب بھی چنانچہ مواہب اللدنیہ اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے۔

عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نسیتم شیئًا فصلوا علی تذکروہ انشاءاللہ رواہ ابوموسی المدینی۔

ترجمہ۔ روایت ہے انس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھول جاؤ تم کسی چیز کو تو مجھ پر درود پڑھو جس سے وہ چیز انشاءاللہ تعالیٰ یاد آجائے گی روایت کیا اس کو ابوموسیٰ مدینی نے انتہیٰ۔

اور ہر مکان میں بھی جیسا کہ زرقانی رح نے نقل کیا ہے:۔

عن الحسن بن علی عن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما کنتم فصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ترجمہ۔ روایت ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں

Marfat.com

وہ مجھ پر درود پڑھو کہ پہنچ جائے گا وہ مجھ کو روایت کیا اس کو طبرانی وغیرہ نے انتہی۔
اور بروز جمعہ بکثرت چنانچہ ابن قیم نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں نقل کیا ہے۔

عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد ارمت یعنی قد بلیت قال اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء رواہ الحاکم وابن حبان فی صحیحیہما۔

ترجمہ۔ روایت ہے اوس بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی روز انتقال کیا اسی روز نفخ صور ہوگا۔ اور اسی روز صعقہ ہوگا اس لئے اس روز زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیونکر درود آپ پر پیش کیا جائے گا جس حالت میں کہ جسد مبارک آپ کا بوسیدہ ہوگیا ہوگا فرمایا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کہ انبیاؑ کے اجساد کو کھائے روایت کیا اس کو حاکم اور ابن حبان نے اپنی صحیحوں میں انتہی۔

انشاء اللہ تعالیٰ اور مباحث جو اس حدیث شریف سے متعلق ہیں آئندہ ذکر کئے جائیں گے سوائے ان احادیث کے تعیین اوقات درود شریف میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں چنانچہ امام سخاوی رحؒ نے قول بدیع میں ایک باب صرف اوقات و مواقع درود شریف میں مدون کیا ہے اور ہر بات کو باحادیث و آثار ثابت کیا ہے چنانچہ اس باب کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے۔ پانچواں باب درود شریف کے اوقات مخصوصہ میں جیسے بعد وضو و تیمم اور غسل جنابت کے۔ اور نماز میں۔ اور بعد نماز کے۔ اور اقامت کے وقت۔ اور بعد صبح۔ اور مغرب کے۔ اور تشہد میں۔ اور قنوت میں۔ اور تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت۔ اور بعد تہجد کے۔ اور جب کسی مسجد میں گزر ہو۔ اور مسجد کو دیکھنے۔ اور اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کے وقت اور بعد جواب دینے موذن کے۔ اور جمعہ کے روز۔ اور اس

Marfat.com

کی رات ہیں۔ اور ہفتہ اور اتوار۔ اور پیر۔ اور منگل کے دن اور خطبہ میں جمعہ اور عیدین اور استسقا
اور کسوف وخسوف کے۔ اور اثنائے تکبیرات عیدین وجنازہ ہیں۔ اور میت کو قبر میں آتارنے
کے وقت اور رجب وشعبان ہیں۔ اور جب کعبہ شریف کو دیکھے اور صفا اور مروہ پر۔ اور تلبیہ سے
فارغ ہوکر اور حجراسود کے بوسہ کے وقت اور ملتزم کے پاس اور عرفہ کی دوپہر کے بعد۔ اور مسجد
خیف میں اور مدینہ منورہ کو دیکھنے۔ اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے وقت اور
جب کبھی آثار شریفہ اور اماکن متبرکہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہیں نظر
پڑجائے اور ذبح اور بیع اور کتابت وصیت کے وقت اور نکاح کے خطبہ میں اور صبح وشام
اور جب ارادہ سونے کا اور سفر کا کرے اور سواری پر سوار ہونے کے وقت۔ اور جب گھر
میں داخل ہو۔ اور خط میں بعد بسم اللہ کے اور جب کوئی غم یا مصیبت یا سختی آپڑے۔ یا محتاج وفقیر
ہوجائے اور ڈوبنے کے وقت اور طاعون میں اور دعا کے شروع اور درمیان اور آخر میں اور
جب کان میں آواز ہونے لگے اور جب پاؤں سن ہوجائیں اور چھینکنے کے وقت اور جب کسی
چیز کو بھول جاوے اس کے یاد آنے کے لئے اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو اور مولی کھانے
کے وقت اور جب گدھے کی آواز سنے اور گناہ سے توبہ کرنے کے وقت اور جب کوئی حاجت
پیش آوے۔ اور جب نیند اچٹ جاوے اور بازار یا دعوت میں جانے کے وقت۔ اور تمامی
احوال میں اور جب کسی شخص پر تہمت لگائی جاوے اور وہ اُس سے بری ہو اور دوستوں
ملنے کے وقت اور جب چند آدمی مجلس سے اُٹھنے لگیں اور قرآن شریف ختم کرنے اور حفظ کرنے
کے وقت اور جب مجلس سے اُٹھنے لگے اور جس مجلس میں خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے جمع
ہوں اور بات کرنے کے وقت اور علم پڑھنے اور پڑھانے اور وعظ کرنے۔ اور فتویٰ دینے۔
اور حکم کرنے کے وقت اور جب نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھے۔ انتہیٰ۔

الحاصل ان احادیث وآثار سے اوقات مخصوصہ مختلفہ درود شریف کے لئے ثابت
ہیں اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت درود شریف ہے

Marfat.com

بلکہ صراحتاً بھی اس کا امر فرما دیا ہے، چنانچہ کنز العمال اور وسیلۂ عظمیٰ میں ہے۔

عن الحسن بن علی و ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ فانّ صلوٰتکم علیّ مغفرۃ لذنوبکم

الحدیث ابن عساکر عن الحسن بن علی ت ك عن ابی ھریرۃ۔

ترجمہ۔ روایت ہے حسنؓ بن علیؓ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ درود مجھ پر پڑھا کرو جس سے تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے انتہیٰ

کثرتِ درود اہلِ سُنّت وجماعت کی علامت ہے

وسیلۂ عظمیٰ میں ہے۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوٰۃ علی لان اول ماتسالون فی القبر عنی رواہ السخاوی۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ سب سے پہلے قبر میں تم لوگوں سے میرے ہی بارے میں سوال ہوگا روایت کیا اس کو سخاویؒ نے۔

اور سوائے اس کے انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع اکثر حدیثیں نقل کی جائیں گی جس سے یہ بات بتواتر معنوی ثابت ہو جائے گی کہ امتیوں کا بکثرت درود شریف پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور رہے۔ اسی وجہ سے کثرت درود شریف علامت اہل سنت وجماعت کی ٹھہرائی گئی ہے۔ چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں روایت کی ہے:

روی ابو القاسم التیمی فی الترغیب لہ من طریق علی بن الحسین قال علامۃ اھل السنۃ کثرۃ الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ کلام سعادت التیام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خود وحی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ تو معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف کی حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے اور یہ دوسرا قرینہ ہے اس پر کہ امر صلوا علیہ استمرار کے لئے ہے۔

الحاصل ۔ صرف ایک دو بار درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریر بنانا کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہوجائے خلاف مسلک اہل سنت وجماعت کے ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ کے بھی ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذالک

سلام

فائدہ ۔ متعلق وسلموا تسلیما سلام اسم ہے تسلیم کا اور کئی معنی میں مستعمل ہے صلح ۔ انقیاد فرماں برداری۔

وبذل الرضا بالحکم وغیرہ قال القاضی عیاض فی الشفا وفی معنی السلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثة اوجه احدها السلامة لك ومعك ويكون السلامة مصدرا كاللذاذ واللذاذة الثانی السلام علی حفظك ورعايتك متول له وكفيل ويكون هذا السلام اسم الله الثالث ان السلام بمعنى المسالمة والانقياد كما قال الله تعالى: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

اور معنی بذل الرضا صحاح میں مذکور ہیں پس معنی السلام علیکم کے یہ ہوئے کہ تم سلامت رہو۔ یا ہم تمہارے فرمانبردار اور تمہارے حکم پر راضی ہیں بہرحال دونوں صورتوں میں اظہار اخلاص اور دعا گوئی سلام سے مقصود ہے سلام سے پیشتر اہل عرب ملاقات کے وقت انعم اللہ علینا وغیرہ الفاظ کہا کرتے تھے بجائے اس کے ان الفاظ کے مقرر ہونے میں بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جب کوئی ان الفاظ کے ساتھ

Marfat.com

کسی کو خطاب کرتا ہے تو مخاطب کو تصریح سلامتی کی وجہ سے اطمینان اُس شخص سے ہو جاتا ہے اسی سبب سے مخاطب پر جواب بھی اسی قسم کا واجب ہو گیا تا اس کو بھی اس شخص سے اطمینان ہو جاوے چنانچہ اب تک کُل اہلِ عرب حتّٰی کہ بدویوں تک میں یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا جواب سلام کا دیتے ہیں تو پھر کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتے اور جب ضرر پہنچانا منظور ہو گا تو نہ سلام کریں گے نہ اس کا جواب دیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ سلام صداقت و اخلاص کی دلیل ہے۔ اور اس سے یہ بات جتائی جاتی ہے کہ ہم آپ کے دعا گو اور خیر خواہ ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے جملہ اہلِ ایمان کو بمنطوق لازم الوثوق وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا بتاکید امر فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تا ہر وقت اخلاص عقیدت کا اظہار بارگاہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا کرے اسی واسطے ہر نماز میں خواہ فرض یا نفل ایک دو بار سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس تکرار میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو بسبب مشاغل ضروری کے جو لازمۂ بشری ہیں ہر وقت حضوری نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے واسطے جو افضل عبادات ہے چند اوقات خاص خاص مقرر کئے گئے پھر جب توجہ اس کی حق تعالیٰ کی طرف ہوئی تو ضرور ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی متوجہ ہو کیونکہ حضرتؐ کی ذات مبارک مخلوق و خالق کے درمیان میں واسطہ جمیع فیوضات کا ہے پس یہ متوجہ ہونا گویا بہ نسبت اُس شخص کے حضوری ہے اور ظاہر ہے کہ ہر حضوری کے وقت سلام عرض کرنے کی ضرورت ہے۔ اب یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب کوئی شخص بار بار سلام عرض کر کے اپنی عقیدت و خیر خواہی جتاتا جاوے اور ہر وقت اعتراف کیا کرے کہ مجھ سے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچے گی باوجود اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلمات ناشائستہ اور غیر مہذب کہے جس سے سننے والوں کو اذیت پہنچے تو اس اظہار اخلاص کو کیا سمجھنا چاہیئے بجز اس کے اور کیا کہا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق ادب عطا فرما دے۔

الحاصل ہر نماز میں سلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مقرر ہونا دلیل ہے اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم پر سلام کرے حق تعالیٰ اس پر سلام کرتا ہے :

کما فی المشکوٰۃ عن عبد الرحمٰن بن عوفؓ قال خرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی دخل نخلاً فسجد فاطال السجود حتی خشیت ان یکون اللہ تعالےٰ قد توفاہ قال فجئت انظر فرفع راسہ فقال مالک فذکرت ذالک لہ قال فقال ان جبرئیل علیہ السلام قال لی الا ابشرک ان اللہ عزوجل یقول لک من صلی علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد ۔

ترجمہ ۔ روایت ہے عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اور داخل ہوئے کسی نخلستان میں پھر سجدہ کیا آپ نے اور دراز کیا سجدہ یہاں تک کہ خوف ہوا مجھ کو شاید آپ کا انتقال ہوگیا ہو پس قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے ۔ پس اُٹھایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اور فرمایا کہ کیا ہوا تم کو جو گھبرائے ہوئے ہو، پس عرض کیا میں نے سرگذشت کو ۔ فرمایا آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ خوش خبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود بھیجے صلوٰۃ بھیجتا ہوں میں بھی اس پر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں میں اس پر روایت کیا اس کو امام احمد نے ۔ اور درمنضود میں ابن حجر ہیثمیؒ نے اسی مضمون کی روایت نقل کی اور کہا کہ صحیح کہا اس کو حاکم نے ۔ اور ایسا ہی کہا قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں کہ عبد بن حمید نے بھی روایت کی ہے اس کو اپنے مسند میں ۔

وفی الوسیلۃ العظمیٰ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رایت جبرئیل فبشرنی وقال ان ربک یقول من صلی علیک صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ فسجدت للہ شکراً رواہ احمد والحاکم

ترجمہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا میں نے جبرئیل کو پس خوشخبری دی انھوں نے مجھ کو

Marfat.com

اور کہا کہ فرماتا ہے رب آپ کا کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے میں اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو شخص سلام عرض کرے آپ پر میں اس پر سلام کرتا ہوں پس سجدۂ شکر بجا لایا میں اللہ تعالیٰ کا روایت کیا اس کو امام احمد اور حاکم نے انتہیٰ۔

بعد اس کے رحمتِ الٰہی نے اور ترقی کی اور ایک سلام کے بدلے دس کی بشارت دی گئی

کما ورد عن ابی طلحۃ الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والبشری تری فی وجہہ فقال انہ جاءنی جبرئیل علیہ السلام فقال اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشراً ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشراً رواہ النسائی والحاکم فی صحیحہ وابن حبان والدارمی کذا فی مسالک الحنفا وقال السخاوی فی القول البدیع رواہ احمد۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی طلحہ انصاری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور چہرۂ مبارک سے خوشی نمایاں تھی۔ پس فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ راضی نہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو امتی آپ کا ایک درود آپ پر بھیجے میں دس صلوٰۃ اس پر بھیجوں اور جو ایک سلام آپ پر کرے میں دس بار اس پر سلام کروں انتہیٰ۔

جائز ہے کہ یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا ہو اپنی طرف سے یا بسبیلِ پیام ہو حق تعالیٰ کی طرف سے یہاں سمجھنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اُس کے جواب کا حق حضرت پر ہے حق تعالیٰ جو جواب ارشاد فرماتا ہے اس سے کس قدر خوشنودی حق تعالیٰ کی اس سلام سے ثابت ہوتی ہے۔ اس موقع میں یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد نہ فرماتے ہوں۔ اس لئے حق تعالیٰ آپ کی طرف سے جواب دیتا ہو۔ کیونکہ احادیث میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جواب سلام کا ادا فرماتے ہیں:

کما روی الامام القرطبیؒ فی تفسیرہ عن عبد الرحمٰن بن عوف ان رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علی اذا مت الاجاء فی سلامہ مع جبرئیل ویقول یا محمد هذا فلان ابن فلان یقرئك السلام فاقول و علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ترجمہ - روایت ہے عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص تم میں کا سلام کرے مجھ پر میرے انتقال کے بعد تو پہنچے گا سلام اس کا مجھ کو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اور کہیں گے وہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ شخص فلاں بن فلاں سلام عرض کرتا ہے آپ کہوں گا میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہیٰ۔

اور سوائے اس کے کئی فرشتہ سلام پہنچانے پر مقرر ہیں جیسا کہ گذرا۔

الحاصل جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے تو حضرتؐ سے بھی جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اس سے ظاہر ہے کہ اس سلام میں خدا و رسول کی کمال درجہ کی خوشنودی ہے اسی وجہ سے فرشتوں سے لیکر جھاڑ پہاڑ تک بکمال شوق سلام عرض کیا کرتے تھے۔

کما فی مسالك الحنفاء عن علیؑ قال کنا بمکۃ فخرج فی بعض نواحیہا ما استقبلہ شجر ولا مدر ولا جبل الا قال لہ السلام علیك یارسول اللہ رواہ الدارمی والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابونعیم والبیہقی۔

ترجمہ : روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ہم لوگ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس نکلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی طرف پھر جو جھاڑ یا ٹیلا یا پہاڑ سامنے آتا۔ السلام علیك یارسول اللہ کہتا تھا۔ انتہیٰ

وفی المواهب اللدنیہ ۔ وفی حدیث یعلی بن مرۃ الثقفیؓ قال ثم سرنا حتی نزلنا منزلا فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت شجرۃ تشق الارض حتی

Marfat.com

غشیته ثم رجعت الی مکانہا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذکرت لہ فقال ھی شجرۃ استاذنت ربہا فی ان تسلم علی فاذن لہا الحدیث
رواہ البغوی فی شرح السنۃ وقال الزرقانی رواہ احمد والطبرانی والبیہقی۔

ترجمہ۔ روایت ہے یعلی بن مرہ ثقفی سے کہ پھر چلے ہم یہاں تک کہ اُترے کسی منزل میں پس آرام فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پس آیا ایک جھاڑ زمین شق کرتا ہوا یہاں تک کہ ڈھانپ لیا حضرت کو پھر لوٹ گیا اپنے مقام پر پس جب بیدار ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذکر کیا میں نے قصہ اس جھاڑ کا فرمایا اجازت چاہی اُس نے اپنے رب سے کہ سلام کرے مجھ پر پس اجازت دی گئی اس کو انتہیٰ۔

اور مسالک الحنفا میں قسطلانی رح نے نقل کیا ہے۔

عن ابی بکر الصدیق رض قال الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امحق للخطایا من الماء البارد للنار والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عتق الرقاب وحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من مھج الانفس اوقال افضل من ضرب السیف فی سبیل اللہ رواہ النمیری وابن بشکوال موقوفاً۔

ترجمہ۔ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہ درود جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاوے مٹانے والا گناہوں کا ہے زیادہ اس سے کہ پانی آگ کو نابود کردے۔ اور سلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا جاتا ہے غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی افضل ہے خون دل کو جوش دینے سے یعنی جاں بازی سے۔ یا کہا افضل ہے تلوار مارنے سے راہ خدا میں انتہیٰ۔

کہا قسطلانی رح نے مسالک الحنفا میں کہ ذکر کیا امام فاکہانی رح نے کہ یہ سلام غلام آزاد کرنے سے بہتر اس لئے ہے کہ عتق رقبہ کا مقابلہ عتق نار کے ساتھ ہے یعنی جو شخص غلام آزاد کرتا ہے

Marfat.com

تو ہر عضو اس شخص کا مقابلہ میں اعضائے غلام کے دوزخ سے آزاد ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنے کا مقابل اور عوض اللہ تعالیٰ کا سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سلام لاکھ جنتوں سے بہتر ہے انتہیٰ۔

اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں سلام کی فضیلت میں وارد ہیں انشاءاللہ تعالیٰ بحسب موقع لکھی جائیں گی۔

نماز میں سلام بطور انشاء

اب یہاں یہ امر پیش نظر ہے کہ اس سلام کی کس قدر وقعت ہے جو عین نماز میں ضروری ٹھیرایا گیا حالانکہ نماز عبادت محضہ ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت میں توجہ صرف معبود حقیقی کی طرف چاہیئے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ سلام جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے یعنی السلام علیک ایھا النبی اس سے خطاب مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے شب معراج کی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں التحیات کا کچھ مطلب ہی نہوا صرف الفاظ ہی رہ گئے۔ نہ التحیات للہ سے تمام تحیات اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے کا اعتراف ہوا نہ اشھد ان لا الہ الا اللہ سے توحید پر شہادت ہوئی حالانکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے التحیات کی تعلیم فرمائی یہ نہ کہا کہ شب معراج میں اس قسم کا مخاطبہ ہوا تھا اور بطور حکایت اس کو پڑھنا چاہیئے حدیث تعلیم التحیات کی یہ ہے جس کو ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں روایت کیا ہے:

عن ابی مسعودؓ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد کفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رواہ الجماعۃ وفی لفظ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا قعد احدکم فی الصلوۃ

Marfat.com

فليقل التحيات لله وذكره وفيه عند قوله وعلى عباد الله الصالحين
فانكم اذا فعلتم ذلك فقد سلمتم على كل عبد لله صالح فى السماء
والارض وفى اخره ثم يتخير من المسالة ماشاء متفق عليه وعن ابن
مسعودؓ قال كنا نقول قبل ان يفرض علينا التشهد السلام على الله
السلام على جبرئيل وميكائيل فقال رسول الله صلى الله وسلم لاتقولوا
هكذا ولكن قولوا التحيات لله ذكره الدارقطنى وقال اسناده صحيح
وهذا يدل على انه فرض عليهم۔

ترجمہ۔ خلاصہ ان تینوں روایتوں کا یہ ہے کہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہا انھوں نے کہ تشہد فرض ہونے کے پیشتر ہم لوگ السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل و میکائیل کہا کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا مت کہو بلکہ جب کوئی نماز میں بیٹھے تو چاہیئے کہ کہے التحیات للہ آخر تک اور سکھایا مجھ کو حضرت نے یہ التحیات میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر جیسا کہ کوئی سورہ قرآن کا تعلیم فرماتے تھے۔ اور فرمایا کہ جب تم نے وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کہا تو گویا سلام کیا تم نے ہر بندۂ صالح پر خواہ آسمان میں ہو وہ یا زمین میں روایت کیا اس کو اہل صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور دارقطنی نے بحسب تفصیل مذکور پھر کہا ابن تیمیہ نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات صحابہ پر فرض تھی انتہیٰ مختصراً

ہرچند احادیث التحیات کی مختلف طور پر وارد ہیں مگر جن میں السلام علیك ایها النبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُن احادیث کو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ امام احمد ابن حبان ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کما فی کنز العمال ان روایات میں سے کسی میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سلام بطور حکایت پڑھا جاوے پھر جب حکایت ہونا اُس کا ثابت نہ ہوا تو معنی مقصود بالذات ہوئے جس سے ثابت ہوا کہ بطور انشاء کہا جاوے جیسا کہ شیخ عابد سندھیؒ نے طوالع الانوار شرح درمختار میں اُس کی تصریح کی ہے

کما سیجئ۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل اور بروایت امام احمد
بن حنبل السلام علیٰ فلان وفلان کہا کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع
فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب تم السّلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصّالحین کہو گے تو تمہارا
سلام تمام مقربین ومرسلین وصالحین کو پہنچ جائے گا اس سے ظاہر ہے کہ یہ سلام بطور
انشا ہے نہ بطور حکایت۔ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی تعمیم میں سلام
پہنچ سکتا تھا لیکن چونکہ اس میں کوئی خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں رہتی
تھی اس لئے ضرور ہوا کہ بحسب مرتبہ پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر
خطاب کے ساتھ سلام عرض کرے اور تکمیل تحیت کے واسطے ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی زیادہ
کرے جس سے اعتنا بالشان اس سلام کا ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جیسا السلام
علینا وعلیٰ عباد اللہ الصّالحین انشا ہے ویسا ہی السّلام علیك بھی انشا ہے۔ تیسری
دلیل یہ ہے السّلام علیك ایّھا النّبیّ کی حدیث جس میں خطاب و ندا ہے متواتر ہے تواتر لفظی اگر
معنی اس کے مراد نہ لئے جائیں تو ایک قسم کا نسخ لازم آئے گا پھر دلیل نسخ چاہیئے کہ ویسی ہی
قطعی ہو اور مخاطبہ شب معراج کا احادیث صحیحہ سے اگر ثابت ہوجائے جب بھی اس متواتر
کا نسخ اس سے نہ ہوسکے گا اس لئے کہ اول تو وہ احادیث احاد ہوں گی جن میں قطعیت
نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس التحیات کو اس کے ساتھ کچھ نسبت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ ہئیت
دونوں کی ایک ہو گئی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اس کی حکایت ہو بلکہ وہاں جیسا
حق تعالیٰ نے بطور انشاء فرمایا تھا ویسا ہی یہاں مصلی بطور انشا عرض کرتا ہے۔

الحاصل بعد تصحیح ان احادیث کے اس متواتر کے نسخ کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ بطور
حکایت پڑھنے کا امر بتواتر ثابت کیا جائے واذلیس فلیس۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب
آیۂ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ
تو ہم نے جان لیا صلوٰۃ کا طریقہ ارشاد فرمایئے چنانچہ درمنثور میں امام سیوطیؒ نے روایت کی ہے

Marfat.com

واخرج ابن ابی سعد واحمد ابن حمید والبخاری والنسائی وابن ماجة وابن مردویه عن ابی سعید الخدری قال قلنا یارسول الله هذا السلام علیك قد علمناه فکیف الصلوٰۃ قال قولوا اللهم صل علی محمد الحدیث

امام بخاریؒ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ مراد اس سلام سے جس کی نسبت صحابہ نے اپنا علم ظاہر کیا سلام تشہد ہے یعنی :۔

السلام علیك ایها النبی حیث قال والمراد بقولهم السلام علیك فقد عرفناه فکیف الصلوٰۃ علیك فاعلمهم ایاه فی التشهد من قولهم السلام علیك ایها النبیؐ ورحمة الله وبرکاته فیکون المراد بقولهم فکیف نصلی علیك ای بعد التشهد قاله البیهقی۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے نزدیک یہ سلام انشائے تحیت تھا اس لئے کہ سلموا کے امتثال میں اسکو ضروری قرار دیا تھا اور امتثال کے لئے انشا کی ضرورت ہے حکایت مفید نہیں ہوسکتی۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام سخاویؒ نے لکھا ہے کہ سلام عرض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی مواقع میں واجب ہے ایک تشہد اخیر میں امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرا نام مبارک آپ کا سُن کر تیسرا جب قبر شریف کے پاس حاضر ہووے :۔

حیث قال فی القول البدیع ولیعلم انه یرتقی درجة التسلیم علیه صلی الله علیه وسلم الی الوجوب فی مواضع الاول فی التشهد الاخیر نص علیه الشافعی الثانی مانقله الحلیمی انه یجب التسلیم علی النبی صلی الله علیه وسلم کلما ذکر وفی الشفاء نقلاً عن القاضی ابی بکر بن بکر نزلت هذه الآیة علی النبی صلی الله علیه وسلم فامر الله اصحابه ان یسلموا علیه وکذلك من بعدهم امروا ان یسلموا علی النبی صلی الله علیه وسلم عند حضورهم قبره وعند ذکره۔

Marfat.com

چھٹی دلیل شیخ عابد سندھی نے طوالع الانوار شرح درمختار میں لکھا ہے کہ السلام علیک ایھا النبی کے معنی کو مقصود بالذات سمجھے اور بطور انشاء سلام عرض کرے۔

کما قال ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا حال کون تلک الالفاظ مرادۃ له ای مقصودۃ لنفسه علی وجه الانشاء کانه یحیی الله تعالی ویسلم علی نبیه صلی الله علیه وسلم بقوله السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته فان قیل کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب بشر مع کونه منھیا فی الصلوٰۃ اجیب عن ذلک باجوبة انتھی

ساتویں دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ہے۔

عن عبد الله بن سخبرة ابو معمر قال سمعت ابن مسعودؓ یقول علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم وکفی بین کفیه کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات لله والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله برکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمداً عبده ورسوله وھو بین ظھرانینا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ: روایت ہے ابو معمر سے کہ ابن مسعودؓ سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے سکھایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات مذکور اپنے دونوں ہاتھوں میں میرا ہاتھ لیکر جیسا کہ کوئی سورہ قرآن کا سکھاتے ہیں اس حالت میں کہ حضرت ہم میں تشریف رکھتے تھے پھر جب حضرتؐ نے انتقال فرمایا تو کہا ہم نے السلام یعنی علی النبی صلی الله علیه وسلم انتھی

ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔

ورد فی بعض طرق حدیث ابن مسعود ما یقتضی المغایرۃ بین زمانه صلی الله علیه وسلم وما بعده فی الخطاب ففی الاستیذان من صحیح

البخاری من طریق ابی معمر عنہ بعد ان ساق حدیث التشہد قال و
ہو بین اظہرنا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی واخرجہ ابوعوانۃ
فی صحیحہ وابونعیم والبیہقی من طرق متعددۃ بلفظ فلما قبض قلنا
السلام علی النبی وکذلک رواہ ابوبکر بن شیبۃ قال السبکی فی شرح
المنہاج بعد ان ساقہ مسند الی ابی عوانۃ وحدہ ان صح عن الصحابۃ
ہذا دل علی ان الخطاب فی السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
غیر واجب انتہی۔ قلت قد صح بلا ریب وقد وجدت لہ متابعا
قویا قال عبد الرزاق انا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابۃ کانوا
یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام علیک ایہا النبی
فلما مات قالوا السلام علی النبی واسنادہ صحیح واما ما روی سعید
بن منصور من طریق ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم علمہم التشہد فذکرہ قال فقال ابن عباس انما
کنا نقول السلام علیک اذا کان حیا فقال ابن مسعود ہکذا علمناہ
وہکذا نعلم فظاہرہ ان ابن عباس قالہ بحثا وان ابن مسعود لم یرجع
الیہ لکن روایۃ ابی معمر اصح لان ابا عبیدۃ لم یسمع عن ابیہ
والاسناد مع ذلک ضعیف۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس سلام کو بطور انشاء کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے لفظ خطاب وندا کو بدل دیا اور السلام علی النبی کہنا شروع کیا کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ حکایت اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کا خطاب وندا کو بدلنا ثابت ہو تو سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات

صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے عالم ابدی ہوئے اور صحابہ نے مسند خلافت الہی کو وجود عنصری سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہوگیا غم و الم کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کے سے حرکات صادر ہونے لگے بات بات پر یاد اشفاق و مراحم مربیانہ ایک مصیبت برپا کئے دیتی تھی باوجودیکہ بلالؓ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے مگر اس صدمہ نے ان کو اس فضیلت عظمٰی سے باز رکھا تھا کیونکہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا پھر اس حالت جانکاہ کا بیان کیا ہوسکے کہ جس کی وجہ سے ایسی فضیلت عظمٰی کی طرف مبادرت نہیں کر سکتے تھے ہر چند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنھوں نے انھیں آزاد کیا تھا حکم بھی فرمایا مگر جب بھی نہو سکا حالانکہ امتثال امر ان کا انھیں دو طور سے ضرور تھا ایک بحیثیت آقائی دوسرے خلافت کہ کسی مسلمان کو انحراف اُن کے امر سے جائز نہ تھا۔ لیکن کیا کر سکتے غم کا تسلط کچھ اس قدر ہوگیا تھا کہ دل ہی قابو میں نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ آخر معذور رکھے گئے چنانچہ کنز العمال میں منقول ہے :

عن محمد بن ابراهيم بن الحراث التيمي قال لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن بلال و رسول الله صلے الله عليه وسلم لم يقبر فكان اذا قال اشهد ان محمداً رسول الله انتحب الناس في المسجد فلما دفن رسول الله صلے الله عليه وسلم قال ابو بكر اذن فقال ان كنت انما اعتقتني لله فخلني ومن اعتقتني له فقال انما اعتقتك لله فقال اني لا أوذن لاحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فذاك اليك فاقام حتى خرجت بعوث الشام فسار معهم حتى انتهى اليها ابن سعد۔

ترجمہ۔ روایت ہے محمد ابن ابراہیم سے کہ جب وفات فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کہی بلالؓ نے اس وقت کہ ہنوز حضرتؐ دفن نہیں کئے گئے تھے جب انھوں نے اشہد ان محمداً

رسول اللہ کہا مسجد شریف میں کہرام مچ گیا کسی سے ضبطِ گریہ نہ ہو سکا اور بے اختیار آوازیں بلند ہوگئیں۔ پھر بعد دفن کے جب صدیق اکبرؓ نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ اگر آپ نے اللہ کے واسطے مجھے آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کے حوالہ کر دیجئے فرمایا میں نے صرف اللہ واسطے تمہیں آزاد کیا ہے کہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کسی کا موذن نہ ہوں گا فرمایا تمہیں اختیار ہے پھر اقامت کی مدینہ منورہ میں چند روز اور جب شام کی طرف لشکر روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ چلے گئے اور وہیں رہے انتہیٰ۔ اھ

اور بعض صحابہ نے وفات شریف کی خبر سنتے ہی دعا کی کہ الٰہی اب ہمیں نابینا کر دے کہ بعد اپنے حبیب کے کسی کی صورت نہ دیکھیں۔

كما في المواهب اللدنية وذكر ابن الظفر ايضًا ان عبد الله بن زيد هذا كان يعمل في جنته له فاتاه ابنه فاخبره ان النبي صلى الله عليه وسلم توفي فقال اللهم اذهب بصري لا ارى بعد حبيبي محمد احدًا فكف بصره اى عمي۔

واقع میں اس مصیبت کی کچھ انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ متحمل نہ ہو سکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدثینؒ نے اُس کی تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو اُن جانبازان خستہ جگر کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جن کو محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم سے اور جان سے زیادہ تر تھی۔ مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر اس کو تو وہی لوگ جانیں جو مذاق محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اُٹھا چکے ہوں۔

الحاصل:۔ کمال غم و الم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ نے خطاب کو ترک کر دیا پھر جب وہ حالت بسبب امتداد زمانہ کے فرو ہوگئی بحسب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اسی طور پر بصیغۂ خطاب و ندا پڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ و تابعین کا عمل اسی پر رہا اور آج تک وہی جاری ہے اثبات اس دعویٰ کا کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ بروایت متعددہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم برسر منبر علی رؤس الاشہاد اپنی اپنی خلافتوں میں تعلیم التحیات کی بلفظ السلام علیک ایہا النبی کیا کرتے تھے اور یہ تعلیم کچھ ایسی نہ تھی کہ کسی

پر پوشیدہ رہ سکے پھر اگر کسی کو ندا وخطاب میں کلام ہوتا ضرور کہدیتے کیونکہ صحابہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ کو خلاف واقع سُن کر خاموش رہ جائیں خصوصاً ایسے مسئلہ کہ جس میں آخری زمانہ والوں کے خیال کے مطابق شرک کا اندیشہ ہے امام زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے۔

وعن جماعة من اهل النقل ان تشهد ابن مسعودؓ اصح ما يروى وعليه عمل اكثر اهل العلم من الصحابة والتابعين حتى قال ابن عمر كان ابوبكر الصديقؓ يعلمنا التشهد على المنبر كما يعلموا الصبيان فى الكتاب فذكر تشهد ابن مسعودؓ

یعنی بروایت ابن عمرؓ ثابت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برسر منبر تعلیم تشہد ابن مسعودؓ کی کیا کرتے تھے جیسا کہ مکتبوں میں لڑکوں کو تعلیم کیا کرتے ہیں یہ تشہد وہ ہے جس میں السلام علیک ایہا النبی موجود ہے اس لئے کہ محدثین و فقہا جب تشہد ابن مسعودؓ کی کہتے ہیں تو مراد اس سے وہ تشہد ہوتی ہے جو مرفوع ہے یعنی جس کی تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے

كما هو الظاهر عند اهل العلم وعن عبد الرحمن بن القارى انه سمع عمر بن الخطابؓ وهو على المنبر وهو يعلم الناس التشهد يقول قولوا التحيات الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله مالك والشافعى عب والطحاوى ك ق كذا فى كنز العمال.

ترجمہ۔ روایت ہے عبد الرحمن ابن القاری سے کہ عمر بن خطابؓ سے میں نے سُنا ہے کہ التحیات مذکور برسر منبر تعلیم کرتے تھے روایت کیا اس کو امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں۔

عن سعيد بن جبير وطاؤس عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا القران فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبى ورحمة الله

وبرکاته الحدیث وعن ابن جریج قال سئل عطاء وانا اسمع عن التشهد فقال التحیات المبارکات الصلوات للہ ثم ذکر مثلہ قال لقد سمعت عبد اللہ بن الزبیر یقولهن علی المنبر یعلمهن الناس و لقد سمعت عبد اللہ بن عباس یقول مثل ما سمعت ابن الزبیر یقول قلت فلم یختلف ابن الزبیر و ابن عباس فقال لا۔

یعنی کہا عطاء نے کہ سنا میں نے عبداللہ بن زبیر سے کہ برسر منبر التحیات مذکور کی تعلیم کیا کرتے تھے اور وہی التحیات عبداللہ بن عباس سے بھی سُنی ہے انتہیٰ ملخصاً۔

جب اس قسم کے مجمعوں میں جس میں ہزار ہا صحابہ ہوتے تھے خلفائے تشہد بصیغۂ خطاب تعلیم کیا اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا تو ثابت ہوا کہ صحابہ کا اجماع اسی پر تھا۔ اب بعد ثبوت اجماع کے ضرورت نہ رہی کہ افراد صحابہ کا بھی عمل بیان کیا جاوے مگر تبرعاً چند اکابر صحابہ کا عمل بھی بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالبین حق کو کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے ابن عباسؓ کا عمل اور تعلیم کرنا بصیغۂ خطاب ابھی معلوم ہوا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی قسم کی التحیات ثابت ہے۔

کما فی الموطا الامام محمدؒ قال مالکؒ اخبرنا عبد الرحمن بن قاسم عن امہ عن عائشہؓ انها کانت تتشهد فتقول التحیات الصلوات الزاکیات للہ اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشهد ان محمداً عبدہ ورسولہ السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم۔

اسی طرح ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

کما فی الموطا الامام محمد قال مالک اخبرنا نافع عن ابن عمرؓ انہ کان یتشهد فیقول بسم اللہ التحیات للہ والصلوات للہ و

Marfat.com

والزاکیات للہ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین الحدیث۔

اور شرح معانی الآثار میں امام طحاویؒ نے روایت کی ہے۔

عن مجاھد قال کنت اطوف مع ابن عمرؓ بالبیت وھو یعلمنی التشھد یقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ قال ابن عمر زدت فیھا وبرکاتہ۔

یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ سکھایا مجھ کو ابن عمرؓ نے حالت طواف کعبہ میں تشہد مذکور۔ اسی طرح معاویہ اور سلمان فارسی اور ابو حمید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم نے تعلیق الممجد میں لکھا ہے۔

ومنھم معاویۃ اخرج الطبرانی فی الکبیر مثل تشھد ابن مسعود ومنھم سلمان اخرج الطبرانی والبزار مثل تشھد ابن مسعودؓ وقال فی اخرہ قلھا ولا تزد فیھا حرفاً ولا تنقص منھا حرفاً واسنادہ ضعیف ومنھم ابوحمید اخرج الطبرانی عنہ مرفوعاً مثلہ۔

یعنی یہ حضرات ابن مسعودؓ کی تشہد پڑھا کرتے اور روایت کیا کرتے تھے اور کہا سلمان فارسیؓ نے نہ اس سے زیادہ کرو نہ کم۔ اور ایسا ہی ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے:۔

عن ابی المتوکل قال سالت اباسعید عن التشھد فقال التحیات الصلوات الطیبات للہ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ وقال ابوسعید کنا لا نکتب شیئاً الا القرآن والتشھد ش کذا فی کنز العمال۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن مسعودؓ تابعین کو اسی التحیات کی تعلیم کیا کرتے تھے جس کی

Marfat.com

تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

کما روی ابن الھمام فی فتح القدیر۔ قال ابو حنیفہؒ اخذ حماد بن سلیمان بیدی وعلمنی التشھد وقال حماد اخذ ابراھیم بیدی و علمنی التشھد وقال ابراھیم اخذ علقمۃ بیدی وعلمنی التشھد وقال علقمۃ اخذ عبد اللہ بن مسعودؓ بیدی وعلمنی التشھد وقال عبد اللہ اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدی وعلمنی التشھد کما یعلمنی السورۃ من القران وکان یاخذ علینا بالواو واللام

یعنی سکھایا ابن مسعودؓ نے علقمہ کو التحیات ہاتھ پکڑ کر جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سکھایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ صرف چند روز صیغہ خطاب و ندا کو انھوں نے بدلا تھا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس تعبیر میں لحاظ خطاب و ندا کا تھا تو یہ سبب قبل انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی موجود تھا اس لئے کہ صحابہ اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے غائب بھی ہوتے تھے پس اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ حالت غیبت میں بصیغہ خطاب و ندا نہ پڑھتے ہوں حالانکہ یہ بات کسی سے مروی نہیں بلکہ خود اس حدیث میں مصرح ہے کہ بعد وفات شریف کے خطاب بدلا گیا پس معلوم ہوا کہ علت تغیر کی ندا و خطاب نہ تھا بلکہ صدمہ وفات شریف کا تھا۔ پس اِن وجوہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اول تو جملہ صحابہؓ نے صیغہ ندا کو بدلا ہی نہیں اور بعضوں نے جو بدلا سبب اس کا یہ نہ تھا کہ بعد وفات شریف کے خطاب و ندا جائز نہیں۔ اور بعد چند روز کے بدلنے والے بھی بجسب تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بصیغہ خطاب پڑھتے اور تعلیم کیا کرتے تھے۔ شیخ عابد سندھیؒ نے المواہب اللطیفہ فی شرح مسند ابی حنیفہؒ میں اس مسئلہ میں نہایت ہی لطیف و چست بحث کی ہے چونکہ مناسب مقام ہے اس لئے بعینہ اُن کی عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

Marfat.com

وهى هذه لاشك ان الشارع صلى الله عليه وسلم علمهم لفظ التشهد وقد اشتمل على الخطاب ولم يقل لهم انهم يخالفون بذلك اللفظ بعد وفاته مع ان الموجب فى الاتيان بلفظ الغيبة كان موجوداً فى زمانه صلى الله عليه وسلم لغيبتهم عن النبى صلى الله عليه وسلم فى الاسفار والمغازى والسرايا وغير ذلك ولم ينقل عن احد منهم انه كان تشهد بلفظ الغيبة فى تلك الحالات على ان عمر رضى الله عنه علم الناس التشهد على المنبر فى ايام خلافته فعلمهم بلفظ الخطاب كما اخرجه مالك فى الموطا عن عبد الرحمن بن عبد القارى وكذلك رواه القاسم بن محمد عن تشهد عائشة الذى كانت تتشهد به وذلك لاشك فيه انه بعد وفات النبى صلى الله عليه وسلم وكذلك ما رواه نافع ان ابن عمر كان يتشهد وفيه السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته وكل هذا عند مالك فى الموطا وكان ابو موسى يعلم بهذا ايضاً كما اخرجه النسائى وعلم ابن عمر عبد الله بن ناطى بذلك عند ابى داوٗد وعلم سلمان ابا راشد كذلك كما اخرجه الطبرانى فى الكبير والبزار فهذا كله صريح فى انهم حملوا الفاظ التشهد على سبيل التعبد ولم يجعلوه مخصوصاً بزمان دون زمان فغاية ما يفهم من فعل ابن مسعود فيما اخرجه البخارى وغيره وفى فعل الصحابة الذين حكى عنهم عطاء ان يكون اجتهاداً منهم لانه بتوقيف من الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم مع انه لامجال للاجتهاد فى مقابلة ما عينه الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم على ان خبر عطاء لايفهم من سمع من الصحابة بلفظ الغيبة وغالب ما يروى عن عطاء عن هولاء المذكورين من الصحابة وقد اسمعناك من امرهم وما كانوا يتشهدون

الا بلفظ الخطاب واللہ اعلم ومن وقف علی خلاف ما حررتہ مؤیدا ببرھان فلیفد جزاہ اللہ خیرًا۔

خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ التحیات تعلیم فرمائی تھی جس میں صیغۂ خطاب ہے اور یہ نہ فرمایا کہ بعد وفات شریف کے وہ لفظ بدل دیا جائے۔ اور سبب صیغہ غائب کا خود حضرتؐ کے زمانہ میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سفر وغیرہ کی وجہ سے غائب ہوا ہی کرتے تھے پھر کسی سے یہ منقول نہیں کہ اُس حالت میں صیغۂ خطاب کو ترک کیا ہو اور عمر فاروق اور عائشہ صدیقہ اور ابن عمر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کا تعلیم کرنا اور پڑھنا بصیغۂ خطاب بعد وفات شریف کے ثابت ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ الفاظ تشہد صحابہ کے نزدیک تعبدی تھے کہ خصوصیت اس کو کسی زمانہ کے ساتھ نہیں۔ اور بعض صحابہ نے جو اس کو بدل دیا تھا تو وہ اُن کا اجتہاد تھا شارع علیہ السلام کا اس میں امر نہیں باوجودیکہ مقابلہ میں تعیین شارع کے اجتہاد کو دخل نہیں پھر کہا شیخ عابد رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کوئی شخص اس تحریر کے خلاف پر مطلع ہو تو چاہیئے کہ پیش کرے بشرطیکہ مؤید بالبرہان ہو انتہیٰ

احادیث مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کبار بعد وفات شریف کے التحیات بصیغہ ندا و خطاب پڑھا کرتے اور علیٰ رؤس الاشہاد تعلیم کیا کرتے تھے اور خاص ابن مسعودؓ کو اس التحیات کی تعلیم میں نہایت اہتمام تھا کہ ایک ایک حرف کی کمی و زیادتی پر مواخذہ کیا کرتے تھے چنانچہ قریب میں معلوم ہوگا۔ اور امام ترمذی نے بعد حدیث التحیات ابن مسعودؓ کے لکھا ہے کہ عامۂ اہل علم صحابہ و تابعین کا اسی پر عمل تھا اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن مبارک اور امام احمدؒ وغیرہم کا ہے اور کہا کہ امام شافعیؒ نے تشہد ابن عباسؓ کو اختیار کیا ہے۔ اُس میں بھی صیغہ خطاب و ندا کا موجود ہے۔ اور یہ بھی مضمون سابق سے مستفاد ہوا کہ ائمہ اربعہؒ کی معمول بہ وہ التحیات ہے جس میں صیغہ خطاب و ندا کا ہے اور علمائے مذاہب اربعہؒ کا عمل الیٰ یومنا ھذا اسی پر جاری ہے چنانچہ حنابلہ سے ابن تیمیہؒ نے منتقی الاخبار میں ندا و خطاب والی تشہد کو ذکر کیا اور راوی ابو معمر کی روایت سے اغماض کیا بلکہ کتاب المحرر میں جو فقہ میں لکھی ہے اُس میں اسی تشہد کا امر کیا ہے جس میں خطاب موجود ہے حیث قال

Marfat.com

و یتشهد فیقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ الخ حتی کہ خود امام بخاریؒ نے ترک خطاب کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ التحیات کے ابواب میں ابن مسعودؓ کی اس حدیث پر استدلال کیا جس میں اُن کا وہ قول نہیں اور جس میں وہ قول ہے اُس کو کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قول ابن مسعودؓ کا امام بخاریؒ کے نزدیک بھی معمول بہ نہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ مقصود ابن مسعودؓ کا اس قول سے کیا ہے جو بخاریؒ میں بروایت ابی معمر مذکور ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القراٰن التحیات للہ الخ وھو بین ظھرانینا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ التحیات میں حضرتؐ پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معین تھا یعنی السلام علیک ایہا النبی تاکہ خدشہ حاضرین کا ندا وغیرہ کے باب میں بہ نظر فعل صحابہ کے دفع ہو جاوے۔ اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کا فعل ایسا ہی تھا کما مر انفاً اس توجیہ پر الف لام قلنا السلام میں عہد کا ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم نے التحیات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے۔ اور قرینہ اس پر یہ ہے فلما قبض کے جواب میں صرف السلام پر اکتفا کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے۔ اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار منظور ہوتا تو صرف السلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے۔ اور اگر لفظ السلام کو مقولہ قلنا کا بنایئے تو لازم آتا ہے کہ صرف السلام کہتے ہوں بغیر ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ظاہر البطلان ہے۔ پھر مزید توضیح اور تعیین کے لئے سلام کی تفسیر کی باعتبار مسلم علیہ کے حیث قال قلنا السلام یعنی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے کہ التحیات میں مسلم علیہ تین ہیں پس مطلب اس کا یہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بلفظ السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے اور اسی کی مؤید ہے وہ روایت جو عبارت فتح الباری میں اوپر مذکور ہوئی کہ کہا عبداللہ

Marfat.com

ابن عباسؓ نے ابن مسعودؓ سے کہ السلام علیک ایہا النبی ہم اس وقت کہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے مقصود یہ کہ بعد وفات شریف کے سلام کیسا کہنا چاہیئے کہا ابن مسعودؓ نے کہ جوآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہم کو اور ویسا ہی تعلیم کیا کرتے ہیں ہم انتہی۔

اس تقریر سے ابن عباسؓ کو اطمینان حاصل ہوگیا اسی وجہ سے آپ کا بصیغۂ خطاب پڑھنا اور تعلیم کرنا روایات مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ اگرچہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قول عبداللہ بن مسعود فلما قبض قلنا السلام ہے) اصح ہے اور یہ روایت مناظرہ ضیعف ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ہے ترجیح ہوگی مگر اس وجہ سے کہ اس کی معارض نہیں بلکہ معاضد ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ضعف اس کا کچھ مضر نہ ہوگا بلکہ احد الاحتمالین کی ترجیح جو دوسرے قرائن سے ہوچکی ہے اس کی تائید کے لئے کافی ہوسکتی ہے کیونکہ قطعاً موضوع نہیں جو بالکل بیکار کی جاوے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت ایک احتمال کے معارض ہے پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ ہو کیونکہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ کہ احتمال۔ اور اسی طرح یہ روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

عن الاسود قال کان عبد اللہ یعلمنا التشھد کما یعلمنا السورۃ من القرآن فیاخذ علینا الالف والواو رواہ ابن النجار کذا فی کنز العمال

ترجمہ۔ روایت ہے اسود سے کہ ابن مسعودؓ تشہد ہم کو ایسا سکھاتے تھے جیسا کہ سورہ قرآن کا سکھاتے ہیں کہ الف وواو میں گرفت وگیر کیا کرتے تھے۔ اور ابھی علقمہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ الف و لام میں مواخذہ کرتے تھے اور امام محمدؒ نے موطا میں لکھا ہے۔

قال محمد فکان عبد اللہ بن مسعودؓ یکرہ ان یزاد فیہ حرف او ینقص منہ حرف

ترجمہ۔ مکروہ سمجھتے تھے ابن مسعود تشہد کے ایک حرف کی کمی و زیادتی کو۔

وجہ اس اہتمام کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی التحیات کی

Marfat.com

تعلیم کا ان کو امر فرمایا تھا جس کو بکمال اہتمام مثل بیعت لینے کے ہاتھ میں ہاتھ لیکر سکھاتے تھے۔

کما قال الشیخ عابد السندیؒ فی طوالع الانوار قال الزیلعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابن مسعود ان یعلمہ الناس فیما رواہ احمد والامر للوجوب ولا ینزل من الاستحباب۔

اور بروایت متفق علیہ جو منتقی الاخبار سے لکھی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا

اذا قعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ الحدیث

اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابو عوانہ اور ابونعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے قول ابن مسعودؓ کو بغیر لفظ یعنی کہ روایت کیا ہے اس طور پر فلما قبض قلنا السلام علی النبی تو جائز ہے کہ کوئی راوی لفظ یعنی کو بھول گیا ہو یا زائد سمجھ کر ترک کر دیا ہو کیونکہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے امام سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں لکھا ہے :۔

وقد وقع فی الصحیحین روایات کثیرۃ من ھذا النمط فیھا لفظ تصرف فیہ الراوی وغیرہ اثبت منہ کحدیث مسلم عن انس فی نفی قراءۃ البسملۃ وقد اعلہ الامام الشافعی رضی اللہ عنہ بذلک وقال ان الثابت من طریق اخر ینفی سماعھا ففھم منہ الراوی نفی قراءتھا فرواہ بالمعنی علی ما فھمہ واخطأ

اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود ہے تو ضرور ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے ۔ اور سوائے اُس کے قاعدہ مسلمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے ۔

کما قال النووی فی مقدمۃ مسلم زیادات الثقۃ مقبولۃ مطلقاً عند الجماھیر من اھل الحدیث والفقہ والاصول ۔

اس اعتبار سے بھی لفظ یعنی معتبر ہوا ۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ لفظ یعنی غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں ۔ کیونکہ وجوہات مذکورۂ بالا سے جب الف ولام السلام کا عہدی ٹھیرا تو علی النبی

Marfat.com

مع متعلق صفت اس کی ہو جائے گی اور مطلب اِس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے کہا ہم نے وہی سلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تاویل ہے مفہوم ظاہر عبارت یہ ہے کہ جملہ السلام علی النبی مقولہ قلنا کا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ نئی بات نہیں جس سے استبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس میں معارض ہوتے ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کیجاتی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا اس لئے کہ اگر یہ قول ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قباحتیں لازم آتی ہیں ایک بلا دلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے۔ دوسری ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں۔ کما قال الشیخ عابدؒ فی المواهب اللطیفة ولا مجال للاجتهاد فی مقابلة ما عینه الشارع صلے اللہ علیہ وسلم ای فی التشهد۔

تیسرا تناقض اس لئے کہ خود ابن مسعودؓ سے خلاف اُس کے مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ الحاصل ان اسباب سے یہاں تاویل کی ضرورت ہے۔ اب رہا قول ابن عطا کا جس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ صحابہ بعد وفات شریف کے السلام علی النبی کہا کرتے تھے سو اس کا جواب یہ ہے صحابہ کا فعل اور تعلیم احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے خطاب و ندا کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطاؒ نے ابن مسعودؓ کے ظاہر قول کا مطلب بیان کر دیا جو بروایت ابی عوانہ مروی ہے ورنہ کسی اور صحابی سے اس قسم کی بات مروی نہیں الحاصل قطعاً یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ تمام صحابہ تو کیا خود عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی خطاب و ندا کو بعد وفات شریف کے ترک کیا ہو ہذا ما تیسر لی وہو ولی التوفیق والتوقیف۔

نادرہ ندائے غائب کے مسئلہ میں جب استدلال السلام علیک ایہا النبیؐ کے ساتھ کیا جائے تو بعض لوگ اُس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ندا مقصود نہیں بلکہ یہ حکایت ہے مخاطبۂ شب معراج کی پھر جو اُن سے پوچھا جاوے کہ کیا اس حدیث کو مانتے ہو تو کہتے ہیں اگر وہ حدیث مانی جاوے تو اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عرش پر جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ سدرۃ المنتہیٰ سے اُس طرف جانے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن محدثین کے پاس ثابت نہیں۔ یہ عجیب

Marfat.com

بات ہے اگر نماز کی التحیات کو حکایت اس کی قرار دیں تو چاہیئے کہ محکی عنہ کو اپنے قواعد کے موافق ثابت کریں یا مان لیں اور اگر محکی عنہ کا انکار ہے تو حکایت کا نام نہیں اس کے کیا معنی کہ حکایت ہیں تو وہ زور و شور اور محکی عنہ سے بالکل انکار کیا اس کو الف لیلہ کی حکایت سمجھی ہے جس میں محکی عنہ سے کچھ بحث نہیں ۔

الحاصل ہر مسلمان کو چاہیئے کہ نماز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کرے اور شک نہ کرے کہ اس میں شرک فی العبادت ہوگا ۔ کیونکہ جب شارع کی طرف سے اس کا امر ہو گیا تو اب جتنے خیالات اس کے خلاف میں ہوں وہ سب بیہودہ اور فاسد سمجھے جائیں گے ۔ اور اس میں تعلل ایسا ہوگا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام کے سجدہ میں تعلل کیا تھا ۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ جب اس سلام کا یہ رتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادت محضہ یعنی نماز کا اس کے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام و ادب چاہیئے ۔ ہر چند عوام الناس اس قسم کے امور سے مرفوع القلم ہیں کیونکہ ان کو تو اسی قدر کافی ہے کہ جتنا شارع نے ضروری بتایا اتنا کر دیا ۔ مگر اہلِ عقل و تمیز کو چاہیئے کہ ایسے امور میں غور و فکر کریں اور ادب سیکھیں ۔ العاقل تکفیہ الاشارہ ـــ

قیام وقتِ سلام

الغرض جب کسی وقت خاص میں سلام عرض کرے تو چاہیئے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور دست بستہ ہو کر السلام علیك یا سید نا رسول اللہ السلام علیك یا سید نا وسیلۃ الاولین والآخرین وغیرہ صیغے جن میں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے اب یہاں شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب عین عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو تشبیہ بالعبادت میں کیوں نہ ہو ۔ اگر کہا جاوے

Marfat.com

کہ قوموا للہ قانتین سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہیئے تو ہم کہیں گے کہ بیشک نماز کا قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اس میں تخصیص ہوتی تو لفظ اللہ کی ضرورت نہ تھی خلاصہ یہ کہ اس آیہ شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ مطلقاً قیام کا اس میں ثابت ہوا اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہ ہوتا حالانکہ جمہور محدثین و فقہا کے نزدیک علاوہ اور مقاموں کے کسی کے اکرام کے واسطے کھڑا رہنا بھی سنت ہے

قیام برائے اکرام

چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے فتح الباری میں بشرح وبسط لکھا ہے ماحصل اس کا یہ ہے۔ احکام قیام کے مختلف ہیں۔ ایک وہ کہ جیسے امرا وسلاطین مثلاً بیٹھے ہوتے ہیں اور خدام واتباع اُن کے تعظیماً روبرو کھڑے رہتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ دوسرا وہ کہ جیسے کوئی سفر سے آوے یا کوئی خوش خبری یا تہنیت آنے والے کو دینا ہو ایسے مواقع میں قیام بالاتفاق جائز ہے۔ تیسرا کسی کے اکرام کے واسطے کھڑا رہنا جس کو ہمارے محاورہ میں تعظیم کہتے ہیں یہ صورت مختلف فیہ ہے ابن قیم اور ابو عبداللہ ابن الحاج کے پاس ناجائز ہے۔ اور امام مالک اور عمر بن عبدالعزیز اور امام بخاری اور مسلم ابوداؤد بیہقی طبرانی ابن بطال خطابی منذری تورپشتی اور امام نووی رحمہم اللہ کے اقوال سے اس کا جواز ثابت ہے مانعین کے دلائل یہ ہیں :-

(۱) عن معاویۃ رض قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من احب ان یتمثل لہ الرجال امتثالا وجبت لہ النار۔

ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ لوگ اُس کے لئے کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اس کے واسطے دوزخ۔

(۲) بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن زبیر اور ابن عامر بیٹھے ہوئے

Marfat.com

تھے کہ نکلے معاویہ پس قیام کیا ابن عامرؓ نے اور بیٹھ رہے ابن زبیرؓ - کہا معاویہؓ نے ابن عامر سے بیٹھ جاؤ کہ سُنا ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار یعنی جو شخص دوست رکھے کہ لوگ کھڑے رہا کریں اُس کے لئے تو چاہیئے کہ وہ شخص گھر اپنا دوزخ میں بنالے انتہیٰ -

(۳) عن انسؓ قال انما ھلک من کان قبلکم بانھم عظموا ملوکھم بان قاموا وھم قعود رواہ الطبرانی -

ترجمہ - روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ تعظیم کی اُنھوں نے بادشاہوں کی اس طور سے کہ کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین بیٹھے رہتے تھے انتہیٰ -

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام اکرام درست نہیں امام نوویؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مقصود اس سے زجر ہے اُن لوگوں کو جو کہ کبر و نخوت کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کے واسطے کھڑے رہیں پھر خواہ لوگ کھڑے ہوں یا نہوں صرف یہ دوست رکھنا قیام کا ممنوع ہے اور اس سے قیام کی ممانعت نہیں معلوم ہوتی - ابن الحاجؒ نے اس جواب کو رد کیا ہے کہ معاویہؓ کا قیام سے منع کرنا دلیل بین ہے نفس قیام کے منع ہونے پر ابن البرؒ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا حالانکہ امام نوویؒ کی طرف سے اس کا یہی جواب ہوسکتا ہے کہ معاویہؓ نے اس موقع میں جو حدیث من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاما پڑھی مقصود اس سے یہ نہ تھا کہ نفس قیام کی ممانعت ظاہر کریں بلکہ معلوم کرانا اس بات کا منظور تھا کہ مثل سلاطین امم سابقہ کے لوگوں کا قیام مجھ کو پسند نہیں اس لئے کہ لغت میں مثول کے معنی دیر تک کھڑے رہنے کے ہیں نہ صرف اُٹھنا چنانچہ صحاح جوہری میں ہے مثل بین یدیہ مثولا ای انتصب قائما اس موقع میں اِس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا دلیل ہے اس پر کہ اپنا ابرائے ذمہ اُنھیں مقصود تھا کیونکہ اس حدیث میں وعید اُس شخص کے واسطے

ہے جس کو لوگوں کا کھڑا رہنا اچھا معلوم ہو۔ اگر نفس قیام سے منع کرنا منظور ہوتا تو کوئی ایسی دلیل لاتے جس سے اس فعل کی ممانعت معلوم ہو مثل۔ لا تقوموا کما یقوم الاعاجم کے۔ اور طبرانی کی حدیث مذکور میں اسی قسم کا قیام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لئے قیام کو منع فرمایا۔ امام نوویؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ منع کرنا فتنہ کے خوف سے تھا کہ کہیں تعظیم میں شدہ شدہ افراط نہ ہو جائے اسی واسطے لا تطرونی بھی فرمایا ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وقت قیام فرمایا اور کبھی جو بعضوں نے قیام بھی کیا ہے اُس سے منع نہیں فرمایا۔ اور کسی موقع میں قیام کا امر فرمانا بھی ثابت ہے اور سوائے اس کے اس منع میں یہ بھی ملحوظ ہوگا کہ بعد رسوخ محبت وعقیدت کے تکلفات عرفیہ کی ضرورت نہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام مالکؒ سے اس کا انکار منقول ہے کہ کسی شخص کے واسطے کوئی اُٹھے اور کھڑے رہے جب تک کہ وہ نہ بیٹھے اگرچہ آنے والا کسی کام میں مشغول رہے۔ اگرچہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ نفس قیام کا انکار اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی دلیل عن ابی امامۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکئا علی عصی فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم بعضھم لبعض۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی امامہؓ سے کہ برآمد ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں کہ ٹیکا دئے ہوئے تھے عصا پر پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ فرمایا کہ مت کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔ انتہیٰ

طبرانیؒ نے اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے اور اس میں ایک راوی غیر معروف ہے۔ اور مجوزین قیام کی دلیلیں یہ ہیں۔

Marfat.com

(۱) یہ حدیث جو بخاری شریف میں ہے:۔

عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظة علی حکم سعد بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الیہ وکان قریبا منہ فجاء علی حمار فلما دنی من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی سعیدؓ سے کہ جب اُترے بنی قریظہ حکم پر سعدؓ کے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد بن معاذ کی طرف جو قریب تھے پس حاضر ہوئے وہ سوار ہو کر جب مسجد کے نزدیک پہنچے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہ کھڑے رہو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف انتہیٰ۔

ابن الحاج نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ سعد مجروح تھے جب بحسب طلب حاضر ہوئے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہ اٹھو مقصود یہ کہ سواری سے اُن کو اتارلو جیسا کہ لفظ الی سید کم سے معلوم ہوتا ہے اگر اکرام مقصود ہوتا لسیدکم فرماتے۔ تورپشتیؒ نے اس کا جواب دیا کہ الیٰ میں لام سے زیادہ مقصود پر دلالت ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اٹھو اور جاؤ ان کی طرف جس سے کمال درجہ کا اکرام ظاہر ہو اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ قوموا الی سیدکم ارشاد ہوا اور یہ ایسا ہے جیسا ترتب حکم کا کسی وصف پر ہوتا ہے جو مشعر بعلیت ہو۔ پس یہ ارشاد گویا اس معنی میں ہوا کہ سیادت کی وجہ سے اُن کا اکرام کرو اگر اُن کو اتارنا مقصود ہوتا تو کسی ایک دو کو مامور فرماتے۔ اور تخصیص انصار سے شاید یہ معلوم کرانا منظور ہو کہ ہر شخص اپنے سردار کے ساتھ بتکریم پیش آئے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان جالسا یوما فاقبل ابوہ من الرضاعة فوضع لہ بعض ثوبہ فجلس علیہ ثم اقبلت امہ فوضع لہا ثوبہ من الجانب

الآخر ثم اقبل اخوہ من الرضاعۃ فقام فاجلسہ بین یدیہ۔

ترجمہ۔ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ والد رضاعی آپ کے حاضر ہوئے آپ نے اپنی چادر مبارک اُن کے لئے بچھائی پھر حاضر ہوئیں والدہ آپ نے چادر مبارک کی دوسری جانب اُن کے لئے بچھائی پھر حاضر ہوئے آپ کے رضاعی بھائی پس اُٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بٹھایا ان کو روبرو اپنے انتہی۔

اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قیام بھی ثابت ہے ابن الحاج نے کہا کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اکرام مقصود ہوتا تو والدین بطریق اولی مستحق تھے بلکہ یہ اُٹھنا توسیع محل کے لئے تھا۔ اگرچہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر بادنیٰ تامل معلوم ہو سکتا ہے کہ لفظ حدیث میں قام فاجلس بین یدیہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی جائے پر تشریف رکھے اور ان کو روبرو بٹھلایا اس صورت میں توسیع محل کی کچھ ضرورت ہی نہ تھی اور اگر ضرورت بھی تھی تو ہٹ جانا کافی تھا قیام کی ضرورت نہ تھی۔ رہا یہ کہ والدین کے واسطے قیام نہ فرمانا۔ اول تو نفی قیام کی تصریح نہیں جائز ہے کہ قیام بھی فرمایا ہو اور اگر نفی ثابت بھی ہو جائے جب بھی انھیں کا اکرام بڑھا رہے گا اس لئے کہ خاص چادر مبارک ان کے لئے خلاف عادت بچھانے میں کمال درجہ کی خصوصیت و اکرام ظاہر ہے اور برادر رضاعی کے لئے صرف قیام فرمایا۔

الحاصل قیام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کے آنے کے وقت ثابت ہے اور ظاہر الفاظ سے یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ قیام صرف ان کے آنے پر مرتب ہوا۔ نہ تنگی محل پر کیونکہ حدیث میں اقبل اخوہ فقام ہے اگر تنگی محل کی وجہ سے ہوتا تو اقبل اخوہ وکان المکان ضیقا فقام کہا جاتا وھذا القدر یکفی للمناظر۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے اُن کی بی بی نے انھیں مسلمان کر کے خدمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر کیا۔ حضرتؐ ان کو دیکھتے ہی کمال خوشی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح جب جعفرؓ حبشہ سے حاضر ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفرؓ کے آنے سے مجھ کو زیادہ خوشی ہوئی یا فتح خیبر سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ جب مدینہ منورہ میں آئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے اُنھوں نے دروازہ ٹھوکا اور حضرتؐ کھڑے ہو گئے اور گلے لگایا ابن الحاج نے ان دلائل کا جواب دیا ہے کہ یہ قیام متنازع فیہ نہیں۔ اس لئے کہ قدوم کے وقت یا تہنیت وغیرہ کے واسطے قیام بالاتفاق درست ہے۔

چوتھی دلیل عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحد ثنا فاذا قام قمنا قیاماً حتی نراہ قد دخل رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے پھر جب اُٹھتے تو ہم لوگ سب اُٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھیرے رہتے یہاں تک کہ حضرتؐ محل مبارک میں داخل ہو جاتے۔ انتہٰی

ابن الحاج نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اُٹھنا اکرام کے واسطے نہ تھا بلکہ اس غرض سے تھا کہ ہر شخص جانے والا چلا جائے ابن حجرؒ نے کہا کہ ٹھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمالیں تو حاضر ہونے میں توقف نہ ہو۔

پانچویں دلیل امام نوویؒ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں مہمانوں کا اکرام اور بڑوں کی توقیر کی تاکید ہے۔ اور تنزیل الناس منازلھم یعنی ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبہ کے موافق سابقہ کرنے کا امر وارد ہے۔

الحاصل ان عمومات سے بھی قیام کا جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ ابن الحاجؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگرچیکہ ان عمومات میں قیام داخل تھا مگر جب صراحتاً اس کی نہی ہو گئی تو اب اس کے حکم سے خارج ہو گیا۔ ابن حجرؒ نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ظاہر ہے کہ قیام متنازع فیہ کی نہی کا ثبوت غیر مسلم ہے اور جس قیام کی نہی ثابت ہوئی وہ متنازع فیہ نہیں کما عرفت آنفاً۔

چھٹی دلیل ابن بطالؒ نے اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے :-

Marfat.com

عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای فاطمۃ رض ابنتہ قد اقبلت رحب بہا ثم قام الیہا فقبلہا ثم اخذ بیدہا حتی یجلسہا فی مکانہ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ ابن حبان والحاکم۔

ترجمہ ۔ روایت ہے عائشہ رض سے کہ جب دیکھتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہ آتی ہیں مرحبا فرماتے پھر کھڑے ہوتے اُن کی طرف اور بوسہ لیتے پھر ہاتھ پکڑ کے اپنی جائے پر ان کو بٹھلاتے ۔ ابن الحاج رح نے کہا کہ شاید اپنی جائے پر بٹھلانے کے واسطے حضرت اُٹھتے ہوں خصوصاً اس موقع میں کہ جہاں تنگی مکان بھی ہو اور معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مکانات نہایت تنگ تھے اس صورت میں یہ قیام متنازع فیہ نہوگا ۔ اگرچہ ابن حجر رح نے اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ اپنی جائے پر بٹھانے کے واسطے قیام کی ضرورت نہیں صرف ہٹ جانا کافی ہے اور اگر تنگی مکان کی وجہ سے یہ اُٹھنا تھا تو لازم آتا ہے کہ اُن کو بٹھلا کر حضرت کہیں اور تشریف لیجاتے ہوں حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے ۔ قطع نظر اس کے لفظ قام الیہا سے قیام اکرام سمجھا جاتا ہے ورنہ لفظ الیہا کی ضرورت نہ تھی ابن حجر رح نے اس بحث کو امام غزالی رح کے قول پر ختم کیا اور اسی کو پسند کیا کہ قیام علی سبیل الاعظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز حیث قال وقال الغزالی رح القیام علی سبیل الاعظام مکروہ وعلی سبیل الاکرام لا یکرہ وھذا تفصیل حسن انتہی ما قال ابن حجر رح فی الفتح ملخصاً مع زیادۃ بعض الاجوبۃ۔

یہاں یہ بھی سمجھ رکھنا چاہیئے کہ مستحق اکرام کے لئے قیام درست ہے مگر جس شخص کے لئے قیام کیا جائے اس کو چاہیئے کہ عجب اور کبر سے بچے اور اپنے کو مستحق اس کا نہ سمجھے جیسا کہ امام بیہقی رح نے لکھا ہے: القیام علی وجہ الاکرام جائز کقیام الانصار لسعد وطلحۃ لکعب ولا ینبغی لمن یقام لہ ان یعتقد استحقاقہ لذلک ذکرہ فی فتح الباری۔

ساتویں دلیل: عن عائشۃ رض قالت ما رایت احداً کان اشبہ سمتاً وھدیا

ودلاً وفی روایة حدیثاً وکلاماً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
فاطمة کانت اذا دخلت علیہ قام الیھا فاخذ بیدھا واجلسھا فی
مجلسه وکان اذا دخل علیھا قامت الیه فاخذت بیده فقبلته و
اجلسته فی مجلسھا رواہ ابو داؤد وکذا فی المشکوٰۃ ۔

ترجمہ۔ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا نہیں دیکھا میں نے کسی کو جو زیادہ تر مشابہ ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ میں اور روش میں اور نیک خصلتی میں اور ایک روایت میں ہے
بات کرنے اور کلام کرنے میں فاطمہؓ سے (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان امور میں بہت ہی مشابہ تھیں رسول اللہؐ کے ساتھ) ا
جس وقت داخل ہوتی تھیں فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرتؐ کے پاس کھڑے ہو جاتے اور متوجہ ہوتے
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف اور بوسہ لیتے اُن کا یعنی دونوں آنکھوں کے درمیان میں
اور بٹھاتے اُن کو اپنی جگہ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب جاتے اُن کے وہاں کھڑی
ہو جاتیں اور بوسہ لیتیں دست مبارک کا اور بٹھلاتیں اپنی جگہ روایت کی اس کو ابو داؤد نے انتہیٰ
اس حدیث سے قیام فاطمة الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
کے لئے ثابت ہے۔

آٹھویں دلیل ذکر السہمی فی الفضائل وکذا روی الطبرانی بسند حسن
عن ابن عباس عن امه ام الفضل ان العباس اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما راہ قام الیه وقبل ما بین عینیه ثم اقعدہ عن یمینه ثم قال ھذا
عمی فمن شاء فلیباہ بعمه فقال العباس نعم القول یا رسول اللہ قال
ولم لا اقول ھذا انت عمی وصنو ابی وبقیة ابائی ووارثی وخیر من
اخلف من اھلی کذا فی المواھب والزرقانی ۔

ترجمہ۔ عباس رضی اللہ عنہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
حضرت اُن کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیکر اپنے سیدھے

Marfat.com

طرف اُن کو بٹھلایا۔

عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم الرجل من مجلسہ الا لبنی ہاشم رواہ الخطیب کذا فی کنز العمال

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اُٹھے کوئی شخص اپنی جائے سے کسی کے واسطے سوائے بنی ہاشم کے انتہی۔

یعنی اکرام بنی ہاشم اور سادات کا ضروری ہے اگرچہ اوروں کے واسطے اٹھنا بظاہر اس سے ممنوع معلوم ہوتا ہے لیکن اتنا تو ضرور ہی ثابت ہوا کہ جو لوگ مستحق اکرام فقط بنی ہاشم ہی کیوں نہ ہوں ان کے واسطے اٹھنا درست ہے۔

دسویں دلیل:۔ عن ابان عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم احد کم من مجلسہ الا للحسن والحسین او ذریتھما رواہ ابن عساکر۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ اُٹھے کوئی تمہارا اپنی جائے سے کسی کے واسطے سوائے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد کے انتہی۔

گیارھویں دلیل:۔ عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقوم الرجل من مجلسہ لاخیہ الا بنی ہاشم لا یقومون لاحد رواہ الطبرانی والخطیب کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اٹھے ہر شخص اپنی جائے سے اپنے بھائی کے واسطے مگر بنی ہاشم کہ کسی کے واسطے نہ اٹھیں انتہی۔

اس سے تو پوری تصریح جواز کی ہوگئی بلکہ استحباب ثابت ہوا کیونکہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ امر سے استحباب ثابت ہو۔ کما قال الشیخ عابد السندھیؒ فی طوالع الانوار الامر للوجوب فلا تنزل عن الاستحباب۔ ابن حجر ہیثمیؒ نے فتاوائے حدیثیہ میں لکھا ہے کہ قیام نہ کرنا ان دنوں

ہیں سبب عداوت اور فتنہ کا ہے اس لئے اب وہ واجب ہے۔

کما قال بعض ائمتنا فی القیام قال ان ترکہ الآن صار علما علی القطعیة و وقوع الفتنة فیجب دفعاً لذالک۔

جنازے کے لئے قیام

سوائے اس قیام کے جنازہ کو دیکھکر قیام کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے:

کما ورد عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم اذا رایتم الجنازة فقوموا لها الحدیث رواہ الجماعة الا ابن ماجة۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی سعیدؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم جنازہ کو تو اُٹھ کھڑے رہو روایت کی اس کو بخاری مسلم امام احمد بن حنبل نسائی ابو داؤد اور ترمذیؒ نے انتہی۔

وعن ابن عمر عن عامر ابن ربیعة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم الجنازة فقوموا لها حتی یخلفکم او یوضع رواہ الجماعة۔

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم کسی جنازہ کو تو کھڑے ہو جاؤ اس کے لئے یہاں تک کہ تمہارے پیچھے ہو جاوے وہ یا رکھا جائے۔ روایت کی اس کو بخاری مسلم امام احمد ابو داؤد و نسائی ترمذی ابن ماجہ نے انتہی۔

وعن سهل بن حنیف وقیس ابن سعد انهما کانا قاعدین بالقادسیة فمروا علیهما بجنازة فقاما فقیل لهما انها من اهل الارض ای من اهل الذمة فقالا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم مرت بجنازة فقام فقیل له انها جنازة یهودی فقال الیست نفساً متفق علیه

ترجمہ۔ روایت ہے کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ جنازہ لے کر اُدھر سے گزرے پس وہ دونوں اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا کہ یہ جنازہ

Marfat.com

ذمی کا ہے انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبروے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہوگئے کسی نے عرض کیا کہ یہ جنازہ یہودی کا ہے فرمایا کیا نہیں ہے وہ نفس روایت کی اس کو بخاری اور مسلم اور امام احمد بن حنبلؒ نے انتہی

ذکر کیا ان تینوں حدیثوں کو ابن تیمیہؒ نے منتقی الاخبار میں :

وعن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مرت بکم جنازۃ فقوموا لھا فانما تقومون لمن معھا من الملٰئکۃ طب کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گزرے تم پر سے کوئی جنازہ تو کھڑے ہوجاؤ اس لئے کہ کھڑے ہوتے ہو تم ان فرشتوں کے لئے جو اس کے ساتھ ہیں روایت کی اس کو طبرانی نے انتہی

وعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مرت علیکم جنازۃ مسلم او یھودی او نصرانی فقوموا لھا فانا لیس لھا نقوم انما نقوم لمن معھا من الملٰئکۃ حم طب کذا فی کنز العمال۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی گزرے تمہارے روبروے جنازہ مسلمان کا یا یہودی و نصرانی کا تو کھڑے ہوجاؤ اس کے لئے کیونکہ ہم اس کے واسطے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اُن فرشتوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ہیں روایت کیا اس کو امام احمد نے اور طبرانی نے ابن قیمؒ نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور ترک قیام دونوں ثابت ہیں اس لئے بعضوں نے کہا ہے کہ قیام منسوخ ہے اور بعضوں نے کہا کہ قیام سے یہاں استحباب قیام اور اُس کے ترک سے جواز ترک مقصود تھا اور یہی قول بہتر ہے او عائے نسخ سے۔

حیث قال وصح انہ صلے اللہ علیہ وسلم قام للجنازۃ لما مرت بہ و امر بالقیام لھا وصح عنہ انہ قعد فاختلف فی ذلک فقیل القیام

منسوخ والقعود آخر الامرین وقیل بل الامران جائزان وفعلہ بیان للاستحباب وترکہ بیان للجواز وھذا اولی من ادعاء النسخ انتہی۔

الحاصل ان احادیث سے جنازہ کے واسطے بھی قیام ثابت ہوگیا خواہ جنازہ کا اکرام اس میں ملحوظ ہو یا فرشتوں کا اور لام والی کا جھگڑا بھی یہاں طے ہوگیا جو ابن الحاج نے قوموا الی سیدکم میں کیا تھا اس لئے کہ ان احادیث میں صراحتاً قوموا لہا وارد ہے اسی طرح قیام فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیارت قبور کے وقت ثابت ہے چنانچہ میاں شیخ مظہر صاحب نقشبندی دہلوی مہاجر نے الدر المنظم فی القیام تجاہ قبر المکرم میں لکھا ہے:

اخرج الحافظ الحجۃ ابوزید عمر بن شعبۃ عن الحسن قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بقیع الغرقد فقام فقال السلام علیکم یا اھل القبور الحدیث وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام علی اھل البقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور من المومنین الحدیث

ترجمہ۔ روایت ہے حسنؓ سے کہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں اور کھڑے ہوئے اہل بقیع پر اور فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور انتہی ملخصاً۔

الحمد للہ اس تقریر سے کئی قیام شرعاً ثابت ہوگئے اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے وقت کھڑے رہنے میں تشبہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ جب جنازہ وغیرہ کے واسطے عموماً قیام ضرور ہوا تو یہاں بطریق اولیٰ ضرور ہوگا۔ خصوصاً مواجہ شریف وغیرہ میں کہ نہایت ادب کے ساتھ قیام چاہیئے۔ چونکہ یہ موقع ادب کا ہے اس لئے چند آیات و احادیث و آثار یہاں لکھے جاتے ہیں تا معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔

Marfat.com

ادب۔ تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ جب تک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اس کا ادب نہیں کیا جاتا اس لئے حق تعالیٰ نے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تعظیم عموماً لازم فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔

ترجمہ۔ البتہ بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد (کہ اپنی امت کے احوال اور جملہ انبیاء کی تبلیغ رسالت پر قیامت کے روز گواہی دیں) اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مدد کرو اور شریف و مفخم سمجھو اور تعظیم و توقیر کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہیٰ۔

تفسیر درمنشور میں لکھا ہے قوله تعالیٰ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ الآیة اخرج عبد بن حمید وابن جریر عن قتادة إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا. قال شاهدًا على امته و شاهدًا على الانبياء انهم قد بلغوا ومبشرًا يبشر بالجنة من اطاع الله وَنَذِيرًا ينذر النار من عصاه لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ قال بوعده و بالحساب وبالبعث بعد الموت وَتُعَزِّرُوهُ قال تنصروه وَتُوَقِّرُوهُ قال امر الله تعالیٰ بتسويده وتفخيمه وتشريفه وتعظيمه وكان في بعض القراءة ويسبحوا الله بكرة واصيلا واخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد و ابن جرير عن قتادة وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ اى لتعظموه واخرج ابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم عن ابن عباس رضى الله عنه فى قوله وتعزروه

Marfat.com

وتوقروه یعنی التعظیم یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم۔
اسی طرح امام بغوی نے تفسیر میں لکھا ہے وتعزروہ تعینوہ و تنصروہ
وتوقروہ ای تعظموہ وتفخموہ وھذہ الکنایات راجعۃ الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔
ظاہراً سیاق آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مبعوث کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
تعظیم و توقیر آپ کی ایک مقصود اصلی ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت میں
بیان فرمایا اور دوسرے مقام میں فرمایا:
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ
مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
ترجمہ۔ پس جو لوگ ایمان لائے اُن پر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی اُن کی اور مدد دی اُن کو
پیروی کی اس نور کی کہ اتارا گیا ہے اُن کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں انتہٰی۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں
کیونکہ اہل بلاغت جانتے ہیں کہ ترکیب اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ حصر کے لئے ہے یعنے
رستگاری اور نجات خاص انھیں لوگوں کو ہے جن میں یہ سب صفات موجود ہوں اسی وجہ سے
عظمت اور ہیبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے دلوں پر کچھ ایسی مستولی تھی کہ باوجود
اس خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ بگوش اور وحشی صفت بیگانے مانوس ہوجاتے تھے اور
باوجود اس کمال عشق و محبت کے صحابہ آنکھ بھر کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور کسی
میں یہ جرأت نہ تھی کہ کوئی بات یا مسئلہ بے تکلف پوچھ لے۔ اجنبی جہاں دیدہ لوگ صحابہ کی تعظیم و
توقیر اور خدمت گزاری کو جب دیکھتے بلا تصنع آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم نہ کسی بادشاہ کی
ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی چنانچہ مواہب لدنیہ میں مذکور ہے۔
قال عروۃ ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر و

Marfat.com

کسریٰ والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ ان یتنخم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضا کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ ۔

ترجمہ ۔ کہا عروہ نے اے قوم قسم ہے خدائے تعالیٰ کی کہ میں نے بہت پادشاہوں کے دربار دیکھے اور قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی پیشگاہ میں گیا ۔ مگر جس قدر کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن کی تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ہوتی نہیں دیکھی ۔ خدا کی قسم جب وہ ناک چھینکتے ہیں آپ بینی لوگوں کی ہتیلیوں میں گرتا ہے جس کو وہ لوگ اپنے منہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اُس پانی پر جو گرتا ہے اصحاب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ شاید نوبت جدال و قتال کی پہونچ جائے ۔ اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو امتثال کے لئے ہر شخص پیشقدمی کرتا ہے اور جب وہ بات کہتے ہیں تو آواز اُن لوگوں کی پست ہو جاتی ہیں اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ جما کے اُن کو دیکھ نہیں سکتا انتہیٰ ۔

اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے ۔

قال عمرو بن العاص ما کان احد احب الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فی عینی منہ وما کنت اطیق ان املاء عینی منہ اجلالا لہ حتی لو قیل لی صفہ ما استطعت ان اصفہ اخرجہ مسلم فی حدیث طویل ۔

ترجمہ ۔ عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے مجھ کو محبت نہ تھی اور نہ کسی کی عظمت اور بزرگی حضرتؐ سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی اجلال کی وجہ سے آنکھ بھر کے حضرت کو دیکھ نہیں سکتا اگر حلیۂ مبارک کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بیان نہ کر سکوں گا ۔

Marfat.com

روایت کیا اس کو مسلم نے :

وفی الشفا لقاضی عیاض وفی حدیث طلحۃ رضی اللہ عنہ ان اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم قالوا لاعرابی جاھل سلہ عمن قضی نحبہ و کانوا یھابونہ ویوقرونہ فسالہ فاعرض عنہ اذطلع طلحۃ رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھذا ممن قضی نحبہ قال علی القاری فی شرحہ رواہ الترمذی وحسنہ عن طلحۃ ۔

ترجمہ۔ روایت ہے طلحہؓ سے کہ صحابہ نے ایک جاہل اعرابی سے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ کہ من قضی نحبہ سے کون مراد ہے اعرابی کے واسطے کی یہ وجہ تھی کہ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ووقار کا ایسا غلبہ تھا کہ آپؐ سے بات خود پوچھ نہیں سکتے تھے اُس نے پوچھا لیکن حضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا اسی عرصہ میں طلحہؓ حاضر ہوئے حضرتؐ نے فرمایا یہ انھیں لوگوں میں سے ہیں یعنی جنھوں نے اپنی موت پوری کرلی انتہٰی ۔

واقع میں مقربان بارگاہ نبوی ہی کے دل اس عظمت کو جانتے تھے جس سے نگاہیں پست ہوئی جاتی تھیں اور لبوں تک بات نہیں آسکتی تھی بیچارے جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلا کی ہے کہ جو بات دل میں آگئی زبان پر آہی گئی ادب اور بے ادبی کو کون پوچھتا ہے

قال البراء بن عازبؓ کما روی ابو یعلی لقد کنت ارید ان اسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الامر فاوخر سنتین من ھیبتہ کذا فی الشفا ۔

ترجمہ۔ براءؓ کہتے ہیں کہ کوئی بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر کچھ اس قدر غالب ہوتی کہ دو سال تک نہ پوچھ سکتا۔ انتہٰی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے تعظیم اختیاری کے جس کا امر حق تعالیٰ نے کیا ہے من جانب اللہ بھی عظمت وہیبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلوں پر صحابہ کے مستولی تھی۔ اور کیوں نہ ہو یہ عظمت وہ ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جماد ونبات پہچاننے اور سجدہ کرنے لگے ۔

Marfat.com

سجدۂ جانوران

اسی طرح جانور بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔ کما فی المواھب اللدنیه والزرقانی عن انس قال کان اهل بیت من الانصار لهم جمل یسقون علیه و انه استصعب علیهم فمنعهم ظهره وان الانصار جاؤا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا انه کان لنا جمل نسقی علیه وانه استصعب علینا ومنعنا ظهره وقد عطش النخل والزرع فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاصحابه قوموا فقاموا فدخل الحائط والجمل فی ناحیته فمشی رسول الله صلی الله علیه وسلم نحوه فقالت الانصار یا رسول الله قد صار مثل الکلب العقور وانا نخاف علیك صولته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس علیّ منه باس فلما نظر الجمل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل نحوه حتی خر ساجدا بین یدیه فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بناصیته اذل ما کان قط الحدیث رواه احمد والنسائی باسناد جید۔

ترجمہ۔ روایت ہے انسؓ سے کہ کسی انصاری کے یہاں ایک اونٹ تھا جس سے زراعت کو پانی دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہوگیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا وہ انصاری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعات بیان کرکے عرض کیا کہ زراعت اور نخلستان سوکھ جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ اس باغ میں تشریف لے گئے جہاں وہ اونٹ تھا اس کی طرف بڑھے۔ انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ اونٹ مثل دیوانہ کتے کے ہوگیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ کرے فرمایا مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب اونٹ نے حضرتؐ کو دیکھا خود آگے

Marfat.com

بڑھکر سجدہ میں گرا حضرتؐ نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ لئے اور وہ ایسا مسخر و مطیع ہوگیا کہ شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ انتہیٰ۔

وایضا فی المواھب عن جابرؓ ان جملا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان قریبا منہ خرا لجمل ساجداً الحدیث وفی اٰخرہ فقالوا یارسول اللہ نحن احق ان نسجد لک من البھائم فقال لاینبغی لبشران یسجد لبشر رواہ الدارمی والبزار والبیھقی واللفظ لہ۔

ترجمہ۔ روایت ہے جابرؓ سے کہ ایک اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر حضرت کو سجدہ کیا۔ جب دیکھا صحابہ نے کہ جانور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کرتے ہیں تو عرض کیا یارسول اللہ ہم تو ان سے زیادہ تر مستحق ہیں کہ یہ خدمت و تعظیم بجالائیں اور آپ کو سجدہ کیا کریں فرمایا کسی بشر کو سزاوار نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے انتہیٰ۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عظمت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوانات کے دل میں بھی اس قدر تھی کہ آپ کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اس میں بھی تعظیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ملحوظ تھی کہ نور مبارک آپ کا ان کی پیشانی میں تھا چنانچہ ابن حجر ہیثمیؒ نے درمنضود میں لکھا ہے:۔

امرھم بالسجود لآدم انما ھو لاجل ما کان بجبھتہ من نور نبینا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الرازی۔

اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے:۔

وقد کان حظ اٰدم من رحمتہ سجود الملئکۃ لہ تعظیما لہ اذ کان فی صلبہ ونیح خروجہ من السفینۃ سالما وابرٰھیم کانت النار علیہ بردًا وسلامًا اذ کان فی صلبہ کما افاد عباسؓ فی قصیدتہ۔

ترجمہ۔ آدم علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے یہ حصہ پہونچا کہ فرشتوں نے

Marfat.com

اُن کو سجدہ کیا اس لئے کہ حضرت ان کی صلب میں تھے اور نوح علیہ السلام جو کشتی سے صحیح و سالم اترے اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ جو سرد ہوگئی حضرتؐ ہی کی رحمت کا اثر تھا اس لئے کہ حضرتؐ ان حضرات کے صلب میں تھے یہ بات عباسؓ کے اس قصیدہ سے معلوم ہوتی ہے جس کو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا اور حضرت سُن کر خوش ہوئے۔ یہ قصیدہ اس کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔

اور بروایت انس بن مالک اور رنبیط بن شریطہ یہ بات بھی باحادیث مرفوعہ ثابت ہوگئی کہ ہمنام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دوزخ میں نہ جائے گا جس سے تمام اہلِ محشر پر عظمت آنحضرت صلی اللہ کی بخوبی ظاہر ہوجائے گی اور آدم علیہ السلام کے بیان سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے پاس حضرت کی وہ عظمت ہے کہ ہمیشہ ذکر آپ کا کیا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کئی حدیثیں مذکور ہوئیں اور اور بہت سی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھی جائیں گی۔

خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ عناصر سے لیکر اجسام اور جمادات سے لے کر ملکوت اور زمین سے لیکر آسمان اور ازل سے لیکر ابد تک ہر چیز عظمت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دے رہی ہے اب رہے جن و انس۔ یہ بیچارے معرض امتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ نہ ان کو اس قسم کے امور کا مشاہدہ ہے کہ جس کی بدولت واقعی حالات پر مطلع ہوں نہ ایسی عقل رسا کہ جس سے حقائق اشیاء اور مدارج وجود کو معلوم کر سکیں۔ اگر غافل ہیں تو یہی دو ہیں سوائے ان کے ہر چیز یاد الہیٰ میں مصروف ہے کما قال تعالیٰ: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے تم نہیں اُس کو سمجھتے ہو۔ جب خود اپنے پروردگار سے غفلت کرنے اور مالک حقیقی کے حقوق کو ضائع کرنے میں انھوں نے کوئی کوتاہی نہ کی تو دوسرے ادب کس شمار میں۔ با ایں ہمہ ان کو جس ذریعہ سے توحید پہونچائی گئی۔

اسی ذریعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی معلوم کرائی گئی چنانچہ ابتداءً ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو اس کی خبر دی پھر یہ خبر وراثۃً بنی آدم میں شائع ہوتی رہی اور اگر کبھی بے دینی نے اس کو چھپا دیا تو۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام اس کی تجدید کرتے رہے جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہوگا یہانتک کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت نے بھی ارشاد حق تعالیٰ کا لِیُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وغیرہ عموماً پہونچا دیا اب اگر اس پر بھی کوئی شخص نہ مانے مختار ہے کسی کا جبر نہیں کہ خواہ مخواہ مان ہی لے۔ مگر عاقل کو چاہیئے کہ پہلے اس اختیار کے انجام کو سوچ لے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا

ترجمہ۔ پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے رکھی ہے ظالموں کے واسطے آگ موجود۔ انتہیٰ۔

تمام قرآن کو نہ ماننا اور ایک آیت کو نہ ماننا سزا میں دونوں برابر ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا ایمان لاتے ہو تم تھوڑی آیتوں پر اور نہیں مانتے تھوڑی آیتیں پھر کچھ سزا نہیں ہے اس کی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہونچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے تمہارے کام سے انتہیٰ۔

ہمسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الحاصل اگر عام جن وانس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ مانیں تو انھیں کا نقصان ہوگا اس سے عظمت میں حضرتؐ کے کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجود اتنے معجزات اور کھلی کھلی دلیلوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں کلام رہا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلت میں یہ بات رکھی

Marfat.com

ہوئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ہمجنس پر اپنی تعلّی اور بڑائی ہو۔ چنانچہ لڑکوں تک میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کے ہم جنس کسی لڑکے سے انھیں اچھا کہئے تو خوش اور بُرا کہئے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں۔ چونکہ مرتبہ رسالت کا کفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انبیاء کی ہر طرح اُن پر فضیلت ثابت ہوتی تھی جس سے وہ اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے اس لئے نفوس پر اُن کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے حالانکہ ابتداءً دعوت انبیاء کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مقر تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ ترجمہ۔ اگر پوچھیں آپ کہ کون پیدا کیا آسمان اور زمین کو تو البتہ کہیں گے اللہ۔

وقال اللہ تعالیٰ: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۔ ترجمہ۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کون پیدا کیا ان کو البتہ کہیں گے اللہ

وقال تعالیٰ۔ قُلْ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ

ترجمہ۔ کہئے کہ آؤ طرف ایک بات کے جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ نہ عبادت کریں ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے

خلاصہ یہ کہ جو بات اُن کے مسلمات سے تھی اس کو ماننا بھی اُن کے نفوس پر شاق تھا کیونکہ اس سے رسالت کی تصدیق سمجھی جاتی تھی۔ پھر اگر کوئی طالبِ حق عاقبت اندیش انبیاءؑ کی طرف مائل ہوتا تو اس کو بھی عار دلاتے کہ یہ تو مثل تمہارے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو ان کی تم پر فضیلت ہو اپنے ہمجنس کی اطاعت کرنا بڑی ذلت کی بات ہے۔ کما قال تعالیٰ حکایۃً:۔

قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ۔

ترجمہ۔ اور کہنے لگے یہ کیا رسُول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور پھرتا ہے بازاروں میں انتہیٰ

ایضاً۔ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً۔

ترجمہ۔ تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے۔ تم چاہتا ہے کہ

Marfat.com

بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتے انتہی۔

ایضاً وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور بولے سردار اُن کی قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جن کو آرام دیا تھا ہم نے دنیا کی زندگی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم۔ کھاتا کھاتا ہے جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو۔ اور اگر اطاعت کی تم نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بیشک خراب ہوئے انتہی۔

الحاصل۔ خود بینی اور خود سری نے انھیں اندھا بنا دیا تھا۔ کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدائیتعالیٰ کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کونسا نقصان لازم آجائے گا۔ چنانچہ خود انبیائ نے اس قسم کا جواب بھی دیا۔

کما قال تعالیٰ: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔

ترجمہ۔ کہا اُن کو اُن کے پیغمبروں نے کہ ہم بھی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مگر یہ جواب کب مفید ہوسکتا تھا وہاں تو بہار اختیار کی نفس امارہ کے ہاتھ تھی۔ پھر اس کو کون ضرورت تھی جو خواہ مخواہ اپنی خاص صفت تعلی کو چھوڑ کر ذلت اختیار کرے۔ یہ تو انھیں کا کام تھا جنھوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمام اختیار کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ پھر اس کی اصلاح کے درپے ہوئے۔ اور ماشاءاللہ خوب ہی اصلاح کی۔ یا تو وہ تھا کہ نبی کے مقابلہ میں اُس کو ذلت ناگوار ہوتی تھی یا یہ حالت ہوئی کہ اپنی جنس والے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں ہمسری کا دعویٰ نہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ

Marfat.com

اُن کی صفت میں فرماتا ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ جب عموماً مومنین کے ساتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کا کس قسم کا معاملہ ہوگا۔
ایک بات تو ابھی معلوم ہوئی کہ سب صحابہ حضرتؐ کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ اگر کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم حاصل ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے پیش نظر ہوگی جس نے اس کمال تذلل کو جو سجدہ کرنے میں ہے آسان کر دیا تھا اب سمجھنا چاہیئے کہ اس قدر عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے دلوں میں کیونکر متمکن ہوئی حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بموجب ارشاد حق تعالیٰ فرمادیا: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے جب دیکھا کہ کفار کو آیۂ شریفہ: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعویٔ ہمسری میں خراب ہوئے جاتے ہیں اس لئے برخلاف ان کے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اس میں اس قدر استغراق حاصل کیا کہ گویا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو سنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرت کو پھر بشریت کا مضمون یاد دلانے کی گویا ضرورت ہوئی۔ چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ کرنا مناسب نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎

شاہِ دیں را منگر اے نادان بطیں — کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں
نیست ترکیب محمدؐ لحم و پوست — گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست
گوشت دارد پوست دارد استخواں — ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کاندراں ترکیب باشد معجزات — کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اس قسم کی عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جیسی صحابہ کے دلوں میں تھی ایک مدت تک مسلمانوں کے دل میں رہی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھا جائے گا۔ مگر افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے

Marfat.com

سروں میں سمایا۔ اور گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہوجائیں کبھی۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ میں خوف ہوتا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرتؐ نے بھائی کہا ہے اس لئے حضرت بڑے بھائی ہیں۔ اب اس خیال نے یہاں تک پہونچا دیا کہ وہ آیات واحادیث منتخب کی جاتی ہیں جن سے ان کے زعم میں منقصت شان ہو۔ اور وہ احادیث جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ تواضع کچھ فرمایا ہے اپنی دانست میں ان کو کسر شان کے باب میں قرار دے کر شائع کی جاتی ہیں ہم نے مانا کہ نقلاً اور عقلاً ہر طرح سے اس مسئلہ میں زور لگایا جائے گا لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ انتہا اس کی کہاں ہوگی ہم بیقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کریں گے کہ جس قدر کفار سمجھے تھے یعنی بَشَرٌ مِّثْلُنَا مگر معلوم نہیں اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا اتنی بات تو کافروں سے پوچھنے میں حاصل ہوجاتی ہے اس میں نہ تو قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی۔ اب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات واحادیث سے استدلال کرکے بیان عظمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہیں انتہا اس کی کہاں ہوگی۔ یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ خالق ہے۔ اب انتہا اس مبالغہ کی یہی ہوگی کہ حضرتؐ کا مرتبہ قریب مرتبۂ مسجودیت کے سمجھا جائے گا وہ بھی اس وجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ اور صحابہؓ بھی سجدہ کرنے کے لئے مستعد ہوگئے تھے۔ غرض اس مبالغہ کی حد وہ ہوگی جو صحابہؓ کی حسن عقیدت تھی۔ اب ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ جس راہ کو صحابہؓ مدت العمر طے کیا کئے۔ اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہاں سے انھیں فتح یابی ہوئی اس مقام کو چھوڑدیں اور اس راہ میں رجعتہ القہقری کرکے وہ راستہ چلیں جو کفار کی حد اعتقاد کو یعنی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کو پہونچا دے جہاں سے کفار بڑھ نہیں سکتے۔ شعر ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ؛ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کسی بزرگ نے ہم لوگوں کے اعتقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملہ میں نہایت ہی مبسوط کی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ یقین ہے کہ اس تقریر سے اہل انصاف پر دونوں

راسخ اور ان کی انتہا اور حسن و قبح ہر ایک کی منکشف ہو گئی ہو گی۔ طالب راہ حق کو چاہیئے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنائے تو پہلے اس امر کی بخوبی تحقیق کر لے کہ کونسی راہ لے جائے گا۔ اگر بیچارے جاہل کوتاہیِ نظر سے دریافت نہ کر سکیں تو معذور ہیں مگر اہل امتیاز اندازِ کلام اور طرزِ بیان سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے۔ مثلاً کسی نے وہ حدیث پڑھی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے' یہاں ایک تو وہ شخص ہو گا کہ مارے شرم کے سر نہ اٹھا سکے گا کیونکہ اگر کوئی اچھی طرح آنکھیں کھول کر اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کس قدر آلودۂ عصیاں ہے' اسی کتاب میں بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ جب کبھی اپنے احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آ جاتا معلوم نہیں کہ باوجود ان سچی بشارتوں کے کس چیز نے انھیں اس خوف میں ڈال رکھا تھا جب اُن حضرات کا یہ حال ہو تو پھر کس کا منہ ہے جو کچھ دعویٰ کر سکے غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہاں ایسے خیالات کبھی تو نسبت غلامی سے بھی خجالت پیدا کئے دیتے ہیں' چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے ؏ نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم۔ منشا اُس کا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے کہ نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا ہے جس سے ندامت کے پورے پورے آثار دل میں نمایاں ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھل جائے اور کبھی اشفاق و مراحم شفیع المذنبین کا تصور ادائی شکریہ میں مصروف کر دیتا ہے کہ ہر چند ہم میں قابلیت نہیں۔ مگر شان رحمۃً للعالمینی ہے کہ اس درجہ قدر افزائی کی! ایسے آقائے مہربان پر قربان ہونا چاہیئے کہ ہم جیسے غلاموں کو بھی یاد کیا اور اس سرفرازی کے ساتھ جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

الحاصل اُس حدیث شریف کے ذکر کے وقت اُس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور رہے اور وہ نورانیت کے آثار مرتب ہیں جو عموماً اعمال پر غالباً مرتب ہو سکیں۔ اس قسم کی قدر افزائیوں کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بارگاہ نبوی کے ساتھ خاص قسم کی نسبت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لئے

اجازت چاہی حضرتؐ نے اجازت دے کر فرمایا اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولیو وہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد نے مجھ میں اس قدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہو جائے تو ان الفاظ کے مقابلہ میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں۔

کما فی کنز العمال عن عمر رضی اللہ عنہ قال استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فاذن لی وقال لا تنسنا اخی من دعائک او قال اشرکنا یا اخی فی دعائک کلمۃ ما احب ان لی بہا ما طلعت علیہ الشمس ابن سعد حم د ت حسن صحیح ہ ع والشاشی ص ق۔

بظاہر یہ ارشاد حضرت کا کوئی ایسی بڑی بات نہیں صرف دعا کرنے کو فرمایا تھا مگر اس کی وقعت کا اندازہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہی دل کر سکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اس مختصر سے کلمہ کی شان دلربائی ایک طرف غرض کہ اس حدیث مذکورہ بالا کو سن کر ایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو خارج از بیان ہے اور ایک شخص وہ ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالے گا کہ اخوت امر اضافی ہے تقدم و تاخر زمانہ کے اعتبار سے اگر فرق ہے تو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی نعوذ باللہ من ذالک ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سر میں ہمسری سمائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ تک پہنچا دیا اب یہ شخص اس دھن میں ہوگا کہ جہاں خود پہونچا ہے اوروں کو بھی وہیں پہونچا دے۔ شاید اس کے خیال میں یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہاں اور شان رحمۃ للعالمین و سید المرسلین کہاں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضرت عمرؓ کا اعترافِ غلامی

اکثر اکابر و سلاطین خادموں اور غلاموں کو بھائی کہد یا کرتے ہیں بلکہ خود احادیث میں وارد ہے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اس حدیث سے خدام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگیں تو ظاہر ہے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود اس قرابت کے جو اظہر من الشمس ہے اپنے کو حضرتؐ کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے۔ چنانچہ مستدرک میں حاکم نے روایت کیا ہے۔

عن سعید بن المسیب قال لما ولی عمر بن الخطابؓ خطب الناس علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس انی قد علمت انکم تونسون منی شدۃً وغلظۃ و ذٰلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ وکان کما قال اللہ تعالیٰ بالمؤمنین رحیما فکنت بین یدیہ کالسیف المسلول الا ان یغمدنی او ینھانی عن امر فاکف والا قدمت علی الناس لمکان لینۃ ھٰذا حدیث صحیح الاسناد ۔

ترجمہ۔ روایت ہے سعید بن مسیبؓ سے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ میں شدت اور سختی دیکھتے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام اور خادم تھا چونکہ حضرت رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا اور لوگ حضرتؐ کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے اس سبب سے میں حضرتؐ کے روبرو مثل شمشیرِ برہنہ کے

رہتا اگر منع نہیں کرتے اور منع فرما دیتے تو باز رہتا تھا ورنہ پیش قدمی کرتا کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے انتہیٰ۔

اگر کسی قرابت کا اطلاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درست ہوتا تو البتہ والد اور پدر بزرگوار کہنے کے لئے ایک وجہ تھی کیونکہ ازواج مطہرات کو حق تعالیٰ نے امہات المومنین فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ اس صورت میں حضرتؐ سب کے والد ٹھیرے جس کی وجہ سے یہ شرافت ازواج مطہرات کو حاصل ہوئی۔ باوجود اس کے حق تعالیٰ نے اِس قرابت کی بھی نفی فرمادی کما قال اللہ تعالیٰ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۔

ترجمہ۔ نہیں ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم باپ کسی کے تمہارے مردوں کے لیکن رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے اور ختم کرنے والے ہیں تمام نبیوں کے انتہیٰ۔

دیکھئے باوجود قرینۂ قطعیہ کے حضرتؐ کا والد ہونا ناگوار ہے تو اخوت کی تساوی کیونکر گوارا ہوگی۔ ارباب بصیرت سمجھتے ہوں گے کہ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا میں حضرت کے علوشان کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے اس وجہ سے کہ لٰكِنْ جو استدراک کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوت کی نفی میں کسی قسم کا توہم پیدا ہوتا تھا جو اس سے دور کیا گیا اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہ تھے یہاں توہم کا کوئی محل نہیں۔ رہا کسی متبنیٰ کے باپ ہونا تو اس میں بھی کوئی توہم نہیں ہوسکتا کیونکہ متبنیٰ لینے والے کو بھی عرف میں باپ کہا کرتے تھے پھر جب صراحتاً اس کی نفی ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ یہ اطلاق شریعت میں درست نہیں اس میں توہم کو کیا دخل جو وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ سے دفع کیا جارہا ہے اور ان صفات کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ توہم حضرتؐ کے منصب رسالت سے متعلق ہے تا ابوت و رسالت میں مناسبت ہو ورنہ اس کی یہ مثال ہوگی مَا کَانَ زَيْدٌ اَبَا عَمْرٍو وَلٰكِنَّهٗ كَاتِبٌ۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک

Marfat.com

اپنے باپ کی وہ وقعت ہوا کرتی ہے کہ عالی سے عالی اسی کا مرتبہ سمجھا کرتا ہے اس سبب سے
یا اَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وغیرہ اسباب سے صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بجائے والد
سمجھتے ہوں گے۔ جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت کسی کے باپ نہیں تو اب ایک قسم کا توہم پیدا ہوا
کہ پھر کیا سمجھنا چاہیئے ارشاد ہوا لیکن اللہ کے رسول اور خاتم انبیاء ہیں پھر یہاں یہ شبہ پیدا
ہوا کہ مخلوقات میں باپ سے زیادہ اور کیا رتبہ ہوگا۔ تو گویا اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کہ باپ کا کس قدر رتبہ ہے اور رسول اللہ کا کس قدر مطلب یہ ہوا کہ
ان دونوں مرتبوں میں کوئی نسبت نہیں۔ پہلے خیال کو چھوڑ دو اور حضرت کو انھیں مراتب
کے ساتھ متصف سمجھو اور فرق مراتب کو اللہ تعالیٰ پر سونپ دو۔ وہی ہر چیز کو جانتا ہے تمہاری
عقلیں ان امور میں نہیں پہونچ سکتیں۔ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم بمرادہ۔

مسئلہ مساوات میں ابن قیم کی تقریر

ابن قیم نے مسئلہ مساوات میں جو تقریر لکھی ہے وہ قابل دید ہے اُنھوں نے
زاد المعاد میں لکھا ہے:۔

فهذه خلقه وهذا اختياره ربك يخلق ما يشاء ويختار وما
ابين بطلان رأى يقضى بان مكان البيت الحرام مساو لسائر الامكنة
وذات الحجر الاسود مساوية لسائر حجارة الارض وذات رسول الله
صلى الله عليه وسلم مساوية لذات غيره وانما التفضيل فى ذلك بامور
خارجة عن الذات والصفات القائمة بها وهذه الاقاويل وامثالها
من الجنايات التى جناها المتكلمون على الشريعة ونسبوها اليها وهى
بريئة وليس معهم اكثر من اشتراك الذوات فى امر عام وذلك لا يوجب

Marfat.com

تساویها فی الحقیقة لان المختلفات قد تشترک فی امر عام مع اختلافها فی صفاتها النفسیة وما سوی اللّٰہ بین ذات المسک وذات البول ابدا ولا بین ذات الماء وذات النار ابدا والتفاوت البین الذی بین الامکنة الشریفة واضدادها والذوات الفاضلة واضدادها اعظم من هذا التفاوت بکثیر فبین ذات موسیٰ وفرعون اعظم ما بین المسک والرجیع وکذلک بین نفس الکعبة وبین بیت الشیطان اعظم من هذا التفاوت ایضًا بکثیر فکیف یجعل البقعتان سواء فی الحقیقة والتفضیل باعتبار ما یقع هناک من العبادات والاذکار والدعوات انتہیٰ

ترجمہ۔ بعضوں کی رائے ہے کہ مکان بیت الحرام مساوی تمام مکانات کے ہے اور حجر اسود تمام پتھروں کے مساوی ہے اور ذاتِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوروں کے مساوی ہے اور تفضیل باعتبار ان امور کے ہے جو ذات سے خارج ہیں اگرچہ متکلمین نے اس کو شریعت کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن شریعت اس سے بالکل بری ہے اُن کے نزدیک کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ایک امر عام میں سب ذاتیں شریک ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقتیں سب کی مساوی ہو جائیں کیونکہ بہت سی مختلف چیزیں ایک امر عام میں شریک ہیں باوجود اس کے خاص خاص صفتیں ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہیں جس سے اُن میں پورا امتیاز ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ذات مشک اور ذات بول کو کبھی برابر نہیں کیا۔ اور نہ پانی کی ذات اور آگ کی ذات کو۔ اور جو تفاوت شریف اور متبرک مقامات اور ان کے اضداد میں ہے۔ اور افضل ذاتوں اور اُن کے اضداد میں ہے اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں یا نفس کعبہ اور شیطان کے گھر میں جو تفاوت ہے بدرجہا اس سے زیادہ ہے جو مشک اور نجاست میں ہے۔ پھر جو کہا جاتا ہے کہ نفس کعبہ اور دوسری جگہ حقیقت میں برابر ہیں اور بزرگی کعبہ کی صرف اسی وجہ سے ہے کہ وہاں عبادات اور اذکار اور دعائیں ہوتی ہیں سو

Marfat.com

یہ کیونکر ہو سکے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (یعنی پیدا کرتا ہے رب آپ کا جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے انتہیٰ۔

خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ ہر چند بعض صفات دو چیزوں میں برابر پائی جاویں اور محسوس ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں یکساں ہو جائیں بلکہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطا ہوویں اور حق تعالیٰ اس کو برگزیدہ کر چکا ہے وہ دوسرے کے برابر کبھی نہو سکیگی بلکہ دونوں کی حقیقتوں میں کچھ ایسا فرق ہوگا کہ گویا ان میں کچھ مناسبت ہی نہیں۔ اب ان بیوقوفوں کو جنھوں نے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمسری کا خیال جمایا تھا اگر اندھے نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کیونکہ انھوں نے نہ اپنے آپ کو دیکھا نہ انبیاء علیہم السلام کو۔ مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

یا تو پنداری کہ روئے انبیاء | آنچناں کہ ہست می بینیم ما
گفت یزداں کہ تَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ | نقش حمامند هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

مولانا نے مضمون اس آیہ شریفہ کا لکھا ہے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ
تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غازیؒ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ بایزید بسطامیؒ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہا شیخ نے وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے انھیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہونچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے ابو جہل نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ محمد بن عبد اللہ یتیم ابی طالب کو دیکھا تھا اگر حضرتؐ کو دیکھتا بیشک شقاوت سے نکل جاتا دلیل اس کی قرآن شریف میں موجود ہے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔
پس معلوم ہوا کہ یوں دیکھ لینا مفید نہیں۔ جس پر آثار مرتب ہوتے ہیں وہ دیکھنا ہی کچھ اور ہے شعر

برائے دیدن روئے تو چشم دیگرم باشد ؎ کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمی شاید

غرض کہ جنھوں نے حضرتؐ کو دیکھا ہے اور خیال ہمسری جمایا ویسوں کے حسب حال

یہ شعر ہے۔ در خلا (بیت الخلا) سنگے کہ میں (نجاست) آلودہ پیش جا بجائے ؛ گفت دانی کیستم ہمسنگ کعبہ بودہ ام
ابن قیمؒ نے جو اعتبار حقائق کا کیا ہے یہی مذہب اہل تحقیق کا بھی ہے چنانچہ
مولانائے جامیؒ فرماتے ہیں شعر۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ۔۔۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

تقریر دور جا پڑی۔ کلام اس میں تھا کہ عام جن و انس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہیں مانتے ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ان سے نفس عظمت میں کوئی نقصان نہیں آتا کیونکہ جملہ عالم میں یہ عظمت جب مسلم ہو چکی تو چند عوام کالانعام کس شمار میں۔

فضیلتِ صحابہ

البتہ اس موقع میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال معلوم کرنا ضرور ہے کیونکہ افضل ترین امت ہونے پر ان کے خود حضرتؐ نے گواہی دی ہے اگرچہ اس باب میں احادیث بہت وارد ہیں مگر یہاں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے جس کو دیلمیؒ نے فردوس میں ذکر کیا ہے:۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا اتقیٰ من قلوب اصحابی ولذالک اختارھم فجعلھم اصحابا فما استحسنوا فھو عند اللہ حسن وما استقبحوا فھو عند اللہ قبیح۔

ترجمہ ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کوئی قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اس لئے اُن کو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جو بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے۔ ان کا حال کسی قدر ابھی معلوم ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ معلوم ہوگا کہ کیسی عظمت حضرتؐ کی اُن کے دلوں میں تھی۔

Marfat.com

اورکس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ کی تفسیر

باوجود اس کے اگر کسی سے بمقتضائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس میں شائبہ بے ادبی کا ہوتا ساتھ ہی کلام الٰہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے بلند آواز سے حضرت کے روبرو کچھ بات کہی۔ غیرتِ الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو اُن پر بات کرنے میں۔ جیسے آواز بلند کرتے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں عمل تمہارے اور تم کو خبر نہ ہو۔ انتہیٰ

جب یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی کہ اب حضرت سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے اور حضرت عمرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات اس قدر آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

كما اخرجه من طريق طارق بن شهاب ان ابابكر رضى الله عنه لما نزلت هذه الاية قال لا اكلمك بعدها الا كاخى السرار وان عمرؓ كان اذا حدثه حدثه كاخى السرار ما كان ليسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يستفهمه كذا فى الشفاء وشرحه لعلى القارى۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے:۔ واخرج احمد وعبد بن حميد والبخارى ومسلم

وابویعلی فی معجم الصحابة وابن المنذر والطبرانی وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل عن انس قال لما نزلت یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الی قوله وانتم لا تشعرون وکان ثابت بن قیس بن شماس رفیع الصوت فقال انا الذی کنت ارفع صوتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبط عملی انا من اهل النار وحبس فی بیته حزینا فتفقده رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بعض القوم الیه فقالوا فقدك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالك قال انا الذی ارفع صوتی فوق صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجهر له بالقول حبط عملی وانا من اهل النار فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبروہ بذلك فقال بل هو من اهل الجنة فلما کان یوم یمامة قتل۔

ترجمہ۔ روایت کی بخاری اور مسلم وغیرہ نے کہ جب نازل ہوئی یہ آیہ کریمہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا ثابت بن قیس بن شماسؓ نے کہا کہ میری ہی آواز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ بلند آواز تھے۔ اب میرے اعمال حبط ہوگئے اور میں دوزخی ہوگیا اس غم میں گھر سے کئی روز باہر نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ تب چند صحابہ اُن کے گھر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان کرکے پوچھا کہ تم حاضر کیوں نہیں ہوتے کہا میری ہی آواز حضرتؐ کی آواز سے بلند ہوا کرتی ہے جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور میرا ٹھکانا دوزخ ہے۔ صحابہ نے یہ واقعہ حضرتؐ سے کہا ارشاد ہوا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں چنانچہ جنگ یمامہ میں وہ شہید ہوئے انتہیٰ۔

اور ایک روایت یہ ہے:۔ واخرج ابن جریر والطبرانی والحاکم وصححه وابن مردویه عن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس قال لما نزلت هذه الآیة یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا

تحجرواله بالقول فقعد ثابت فی الطریق یبکی فمر عاصم بن عدی بن
عجلان فقال ما یبکیک یا ثابت قال ھذہ الآیۃ اتخوف ان تکون
فی نزلت وانا صیت رفیع الصوت فمضی عاصم بن عدی الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ خبرہ قال اذھب فادعہ
لی فجاءہ فقال ما یبکیک یا ثابت قال انا صیت اتخوف ان تکون
ھذہ الآیۃ نزلت فی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان
تعیش حمیدا وتدخل الجنۃ قال رضیت ولا ارفع صوتی ابدا علی
صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فانزل اللہ ان الذین
یغضون اصواتھم عند رسول اللہ الآیۃ۔

ترجمہ۔ روایت کی ابن جریر اور حاکم وغیرہ نے محمد بن قیس بن شماس سے کہ جب نازل ہوئی آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ۔ تو ثابت بن قیس پر نہایت صدمہ ہوا یہاں تک کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے سب اعمال اکارت گئے۔ اس حالت میں کہیں عاصم ابن عدی کا اُدھر سے گزر ہوا پوچھا کیوں روتے ہو اے ثابتؓ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے عاصمؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اُن کا واقعہ بیان کیا حضرتؐ نے فرمایا اُن کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے حضرتؐ نے براہ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے تم کو رُلایا۔ کہا یا رسول اللہ میری آواز بہت بلند ہے ڈرتا ہوں میں کہ شاید یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم راضی نہیں۔ اس بات پر کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ کہا راضی ہوں میں یا رسول اللہ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کروں گا۔ (راوی کہتے ہیں) اس وقت یہ آیت ”جو لوگ رسول اللہؐ کی بارگاہ میں آواز پست کرتے ہیں“ الخ نازل ہوئی۔

Marfat.com

غور کرنے کی جائے ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے اُس کی یہ سزا ٹھیرائی گئی کہ صحابہؓ کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور اکارت ہو جائیں۔ جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہِ اُحد کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابی کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس سزا کو دیکھئے تو یہ وہ سزا ہے جو کافروں کے واسطے مقرر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ منشا اس کا کیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کافروں نے دندانِ مبارک کو شہید کر دیا اور اقسام کی اذیتیں پہونچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ اور دعائیں دیں

کما فی الشفاء وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کسرت رباعیتہ وشج وجہہ یوم احد شق ذلک علی اصحابہ شدیدا۔ قالوا لو دعوت علیہم فقال انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللہم اہد قومی فانہم لا یعلمون انتہی قال القاریؒ فی شرحہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا وآخرون موصولا۔

اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات دست بوسی سے منع فرما دیا اس ارشاد کے ساتھ کہ یہ طریقہ عجمیوں کا ہے کہ اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں اور میں ایک شخص تمہیں میں کا ہوں۔

کما فی الشفاء عن ابی ہریرۃؓ دخلت السوق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتری سراویل وقال للوزان زن وارجح وذکر القصۃ قال فوثب الی ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلہا فجذب یدہ وقال ہذا ما تفعلہ الاعاجم بملوکہا ولست بملک انما انا رجل منکم۔

Marfat.com

اور اگر کوئی تعظیم کے لئے اُٹھنا چاہتا تو منع فرما دیتے۔

کما فی الشفا عن ابی امامۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضًا۔

حالانکہ خود احادیث سے عموماً اجازت اس قیام کی ابھی ثابت ہوئی اور احادیث سے دست بوسی بلکہ پا بوسی بھی ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع میں اُس کا بھی ذکر آ جائے گا۔

الحاصل اس قسم کی صدہا حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرتؐ کی سی تواضع اور اخلاق دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور کیونکر ہو سکے حضرتؐ کے وہ اخلاق تھے جن کی تعریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی یقیناً آپ بہت بڑے خلق پر ہو اور خوش خلقی کا جزو اعظم یہی صفت ہے کیونکہ یہ بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ جس میں تواضع نہیں ہوتی وہ شخص خوش خلق نہیں ہوتا اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اس میں تواضع ضرور ہوتی ہے۔ غرض حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ سے وہ آداب جو حضرت کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان فرما دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیۂ شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضرتؐ کے روبرو پکار کے بات کرے اُس کی تمام کی کرائی محنتیں اور سارے اعمال اکارت اور برباد ہو جائیں گے۔ اب عاقل کو چاہیئے کہ اس پر قیاس کرے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہو تو اور گستاخیوں کا کیا حال ہوگا۔ یہاں اور ایک بات سمجھ رکھنا چاہیئے کہ اتنی سی گستاخی کی جو اس قدر سخت سزا ٹھیرائی گئی اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی درخواست نہ تھی بلکہ منشا اُس کا صرف غیرت الٰہی تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کسی قسم سے نہ ہونے پائے اسی وجہ سے صحابہ ہمیشہ خائف و ترساں رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت کوئی صادر نہ ہو جس سے غیرت الٰہی

Marfat.com

جوش میں آجائے۔ پھر جب حضرتؐ اس عالم سے تشریف لے گئے تو کیا ہوسکتا ہے کہ حضرتؐ کی محبوبیت یا غیرت کبریائی میں کوئی فرق آگیا ہو نعوذ باللّٰہ من ذالک کوئی مسلمان اس کا قائل نہ ہوگا کیونکہ صفات الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں بس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیۂ مشعر فہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مودب رہے جیسے صحابہ تھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرتؐ کے روبرو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے۔

الحاصل بلند آواز سے حضرتؐ کے روبرو بات کرنے والوں کی وہ سزا ٹھیری جو مذکور ہوئی۔

باادب لوگوں کی مدح

جو لوگ کمال ادب کے ساتھ دبی آواز سے بات کیا کرتے تھے اُن کی یہ سرفرازی ہوئی جو ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہیں وہ جن کے دلوں کو آزمایا ہے اللّٰہ تعالیٰ نے واسطے پرہیزگاری کے۔ انھیں کے لئے مغفرت اور بخشش ہے اور ثواب ہے بڑا انتہی

سبحان اللّٰہ کس قدر رحمت اور فضل الٰہی مودبوں کے لئے موجزن ہے کہ خطاکاروں گنہگاروں کو علاوہ مغفرت گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جارہا ہے۔ **شعر**

سرمایہ ادب بکف آور کہ ایں متاع ۔۔۔ آنرا کہ ہست فیض ابد آیدش بدست

اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتا یہ دولت اُن لوگوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحان الٰہی میں پورے اُترے اور جن میں

کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے پیچھے سے یقیناً اکثر اُن کے عقل نہیں رکھتے اور اگر صبر کرتے وہ جب تک کہ نکلتے آپ اُن کی طرف تو اُن کیلئے بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان انتہیٰ۔

اس آیۂ شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا انتظار نہ کرکے پکارنا شروع کیا اُن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کے دماغوں میں کچھ فتور تھا جس کی وجہ سے اُن کو مجنون کہا جاوے یا اور کوئی بات ہے یہ تو کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ وہ چند دیوانے تھے جو اتفاق کرکے آئے اور گڑبڑ کرکے چلے گئے بلکہ کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مدبر لوگ منتخب ہوکر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سخن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور خطیب پر سبقت لے جائیں اور ذہن و ذکاوت کی داد لیں باوجود اس کے بیوقوف بنائے جارہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منشا اس کا کچھ اور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی کی عقل سلیم میں کجی نہیں ہوتی بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ برگزیدگان حق کے ساتھ برابری کیونکر ہوسکے گی اس لئے کہ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔

الحاصل بیوقوفی کا اطلاق اس جماعت پر اسی وجہ سے ہوا کہ بارگاہ رسالت میں بےادبی سے پیش آئے اگر کہا جائے کہ جائز ہے کہ کفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقل معاد کی نفی ہوگئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس آیۂ شریفہ میں کفر کا کہیں ذکر نہیں

بلکہ یہ حکم ان لوگوں پر ہوا جو متصف اِس بے ادبی کے ساتھ تھے اور علم بلاغت واصول میں مصرح ہے کہ ایسے موقعوں میں وصف مسندالیہ کو تاثیر اور دخل ہوا کرتا ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے بھی صارم مسلول میں لکھا ہے قلنا لا ریب ان لا بد لکل صفۃ تاثیر فی الحکم و الا فالوصف العدیم التاثیر لا یجوز تعلیق الحکم بہ کمن قال من زنی و اکل جلد۔ پس ثابت ہوا کہ اس حکم میں کفر کو دخل نہ تھا بلکہ مدار اُس کا اسی بے ادبی پر ہے جو مذکور ہوئی۔

الحاصل حماقت اور بیوقوفی بے ادبوں کی نص قطعی سے ثابت ہے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ اگر حضرتؐ کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھوکتے۔ اور یہ لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے ابو عثمان مغربیؒ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی خدمت میں براہ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج علیا تک پہنچاتا ہے چنانچہ ایک جماعت علماء کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے تو بیٹھ رہتے جبتک کہ وہ خود نکلتے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا بلکہ جب جاتا بیٹھ رہتا جب تک وہ خود نکلتے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ انتہی ملخصاً۔ من التفسیر سبحان اللہ علمائے حقانی کی رائے کیا ہی صائب ہوتی ہے۔ بزرگوں کے ادب کرنے کو بھی اس آیۂ شریفہ سے استنباط کیا ہر چند حدیث شریف من لم یوقر کبیرنا وغیرہ سے بھی اس موقع میں استدلال ہو سکتا تھا مگر جب استناد خود آیۂ شریفہ پر ہو سکا تو نورٌ علیٰ نور ہو گیا بہر حال معلوم ہوا کہ اس آیۂ شریفہ سے عموماً بزرگان دین کی تعظیم اور اُن کا ادب مستفاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات شاید ہر ایک کے سمجھ میں نہ آئے گی اس فہم کے لئے وہ لوگ خاص ہیں جن کی طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ۔

Marfat.com

آنحضرتؐ کا نام لیکر پکارنے کا حال

بعض لوگ کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحسب عرف وعادت صرف نام کے ساتھ پکارتے اُن کو ادب سکھایا گیا کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ ترجمہ۔ مت ٹھیراؤ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بلانا درمیان اپنے اس کے برابر جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک انتہی تفسیر درمنشور میں روایت ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباسؓ فی قولہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قال کانوا یقولون یا محمد یا اباالقاسم فنہاھم اللہ عن ذلک اعظاما لنبیہ فقالوا یا نبی اللہ یارسول اللہ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لاتجعلوا دعاء الرسول الخ یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ وقولوا لہ یارسول اللہ یا نبی اللہ واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاہد فی الآیۃ قال امرھم ان یدعوہ یارسول اللہ فی لین وتواضع ولا یقولوا یا محمد فی تجھم واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال امر اللہ ان یھاب نبیہ وان یبجل وان یعظم وان یفخم ویشرف۔

ترجمہ۔ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نام اور کنیت کے ساتھ پکارتے تھے۔ جیسے کوئی اپنے بھائی کو پکارتا ہے پس منع فرمایا حق تعالیٰ نے اس سے مقصود یہ کہ کل عجز ونیاز کے ساتھ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کے پکارا کریں جس سے عظمت وشرف اور تعظیم وتوقیر

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے انتہیٰ ملخصاً۔

الحاصل حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نام لے کر پکار لے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرتؐ کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یا ایہا النبی وغیرہ صفات کمالیہ ہی ذکر کئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم کرانا حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ ورنہ وہی حضرت آدم اور دوسرے انبیائے اولوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جن کو باوجود اس جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب ہوا کیا جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے شعر

یا آدمؑ است با پدر انبیاء خطاب   یا ایّہا النبیّ خطاب محمدیؐ است

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعتِ نبوی کا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود ندا سے یہی ہوتا ہے کہ منادا اپنی ذات سے ندا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو تو چاہیئے کہ ندا ان الفاظ کے ساتھ ہو جو منادی کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں علم یعنی نام درجہ اول میں سمجھا جائے گا کیونکہ اصلی غرض اس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز ہے اس کی یہی وجہ ہوگی کہ اُس سے ذات پر دلالت ہوجاتی ہے جو اس مقام میں مقصود بالذات ہے۔ ورنہ معنی وصفی جو زائد علی الذات اور مقتضی نکارت ہیں اس کو ندا کے ساتھ جو مقتضی تعیین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہرحال منادی کا علم ذکر نہ کرکے اوصاف جو ذکر کئے جاتے ہیں وہاں دو مقصود پیش نظر ہوتے ہیں ایک توجہ منادی کی دوسری توصیفاً گرچہ باعتبار ندا کے توصیف ایک امر زائد ہے اس وجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہوجاتی ہے۔ اب اس تقریر کو مانحن فیہ پر منطبق کیجئے کہ حق تعالیٰ نے جو اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ندا کے ساتھ ذکر کئے ہیں اگرچہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مستقل براسہ ہے ورنہ مثل اور انبیاء علیہم السلام کے نام مبارک کے ساتھ

ندا فرماتا پھر جب تمامی قرآن شریف میں یہ التزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے۔ **شعر**

باوصافش رسیدن کے تواند انبیا اورا ۔ کہ تا نعتش نمی گوید نمی خواند خدا اورا

راعنا کہنے کی ممانعت

دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا۔

ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت کہو راعنا اور کہو انظرنا انتہیٰ۔

درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں۔

اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابی صخر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادبر ناداہ من کانت لہ حاجۃ من المومنین فقالوا ارعنا سمعک فاعظم اللہ رسولہ ان یقال ذلک واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ لا تقولوا راعنا قال کانوا یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ارعنا سمعک وانما راعنا کقولک خاطبنا واخرج ابن جریر وابن المنذر عن السدی قال کان رجلان من الیھود مالک بن الصیف ورفاعۃ بن زید اذ لقیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالا لہ وھما یکلمانہ راعنا سمعک واسمع غیر مسمع فظن المسلمون ھذا شیئ کان اھل الکتاب یعظمون انبیاءھم فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک فانزل اللہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا الآیہ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباسؓ فی قولہ

Marfat.com

لا تقولوا راعنا ذلک انہ سب بلغۃ الیھود فقال تعالیٰ قولوا انظرنا یرید اسمعنا فقال المومنون بعدھا من سمعتموہ یقولھا فاضربوا عنقہ فانتھت الیھود بعد ذلک۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے تو اثنائے کلام میں لفظ راعنا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے بات کی مراعات کیجئے اور سماعت فرمایئے مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی عمدہ بات ہے اور اہل کتاب اس کو انبیاء کی تعظیم میں کہا کرتے ہیں اس لئے اس کا استعمال شروع کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغت یہود میں دشنام کے محل میں بھی مستعمل تھا حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا۔ پھر تو مسلمانوں نے یہ حکم دے دیا کہ جس سے یہ کلمہ سنو اس کی گردن ماردو اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ نہ کہا انتہی ملخصاً۔

حاصل یہ کہ ہر چند صحابہ اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ دوسری زبان میں گالی تھی حق تعالیٰ نے اس کے استعمال سے منع فرمادیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ میں کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے استعمال اس کا ناجائز ٹھیرا تو وہ الفاظ ناشائستہ جس میں صراحتاً کسر شان ہو کیونکر جائز ہوں گے اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو استعمال نہ کریں تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ نہی صراحتاً خاص مومنین کو ہوئی جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل تھا اس میں نہ یہود کا ذکر ہے نہ اُن کی لغت کا۔ اگر صرف یہی مقصود ہوتا تو مثل اور اُن کی شرارتوں کے اس کا ذکر بھی یہیں ہوجاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں پھر سزا اُس کی یہ ٹھیرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اس کی گردن ماردی جائے بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام

Marfat.com

تھا بیشک مارا جاتا اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تم نے اُس سے کیا مراد لی تھی۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جو الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحتاً ہو یا کنایتاً کس درجہ قبیح ہوگا۔ اگر صحابہ کے روبرو جن کے نزدیک رَاعِنَا کہنے والا مستوجب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو کیا اُس کے قتل میں کچھ تامل ہوتا یا یہ تاویلات باردہ مفید ہوسکتیں؟ ہرگز نہیں مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اُس زمانہ کو یاد کرکے اپنی بے بسی پر رویا کریں۔ اب وہ پُرانے خیالات والے پختہ کار کہاں جن کی حمیت نے اسلام کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کر دئے تھے۔ ان خیالات کے جھلملاتے ہوئے چراغ کو آخری زمانہ کی ہوا دیکھ نہ سکی۔ غرض میدان خالی پاکر جس کا جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہدیتا ہے۔ پھر اس دلیری کو دیکھئے کہ گستاخیاں اور بے ادبیاں جو قابل سزا تھیں اُنھیں پر ایمان کی بنا قائم کی جارہی ہے جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامل درکار ہے۔

اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وعید

اس آیت شریفہ میں بھی حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب کی ہے قولہ تعالیٰ۔

مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔

ترجمہ۔ نہیں لائق ہے تم کو کہ ایذا دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تم اُن کے ازواج مطہرات سے کبھی بعد اُن کے یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ظاہر کرو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے انتہیٰ۔

درمنثور میں لکھا ہے:۔ اخرج البیھقی فی السنن عن ابن عباس فقال

قال رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو قد مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجت عائشۃ او ام سلمۃ فانزل اللہ تعالیٰ ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الآیۃ

ترجمہ۔ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرمادیں گے تو عائشہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرے گا اُس کے ساتھ ہی یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ آخر تک انتہی۔

اس میں شک نہیں کہ کسی کی وفات کے بعد اس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا عموماً جائز ہے۔ اور جنھوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی صحابی تھے جن کا نام بھی بعض روایات میں مذکور ہے اب اُن کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ کسی قسم کا خیال فاسد کیا ہو باوجود اس کے جو یہ عتاب ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خیال بھی خالی از بے ادبی نہ تھا کیونکہ انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت وغیرت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات حضرت کی زندگی میں ہے بعد وفات شریف کے بھی ابدالآباد تک وہی بات ہے۔ اب اس عتاب کو دیکھئے کہ اس میں کس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امرِ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس موقع میں جو ارشاد ہے (جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے) ظاہر ہے کہ مقصود اس سے تخویف ہے ورنہ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا کہنے کی ظاہراً کوئی ضرورت نہ تھی۔

الحاصل حرام ہونا ازواج مطہرات کا تمامی اُمت پر بعد وفات شریف کے دلیل واضح اس پر ہے کہ حرمت وتعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بحال خود ہے اگر کہا جائے کہ نکاح ازواج مطہرات کا بعد وفات شریف کے اس لئے درست نہ تھا کہ حضرتؐ زندہ موجود ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اس میں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہدا کی بیویوں کا نکاح بھی درست نہ ہوتا جنکی حیات

Marfat.com

بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ پس معلوم ہوا کہ نکاح مذکور کی ممانعت اس وجہ سے بھی کہ حرمت وعزت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں متمکن رہے اور کوئی مسلمان اس قسم کا خیال بھی نہ کرے جس میں کسی قسم کی بے ادبی لازم آجائے۔

آیۂ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ کی تفسیر

اس آیۂ شریفہ میں بھی ادب کی تعلیم کی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ۔

ترجمہ - اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت جاؤ گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مگر جو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کا لیکن جب بلائے جاؤ تم تب جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ اور مت بیٹھے رہو باتوں میں جی لگائے ہوئے البتہ یہ کام ایذا دیتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شرم کرتے ہیں وہ تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتا ہے حق بات سے انتہیٰ۔

حاصل یہ کہ ایکبار بعض صحابہ کھانا کھانے کے بعد دولت خانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر ٹھیرے رہے چنانچہ اس قسم کی عادت بھی ہے۔ ان کی وجہ سے نہ حضرت اپنے مشاغل میں مصروف ہو سکے نہ مروت سے کچھ فرما سکے غرض یہ کہ یہ امر کسی قدر باعث گرانیِ خاطر ہوا ساتھ ہی حق تعالیٰ نے یہ حکم قطعی نازل فرما دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جس چیز سے گرانیِ خاطرِ مبارک یا کسی قسم کا ملال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہو حق تعالیٰ کو

Marfat.com

کمال ناپسند اور نہایت ناگوار ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ قرآن شریف صرف توحید اور احکام معلوم کرانے کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے یہی غرض ہے۔ اور قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کے اتباع کی مثال ایسی سمجھی جاتی ہے جیسے کوئی شخص راستہ جاننے والا چلا جا رہا ہو تو اُس کے پیچھے پیچھے چلنا منزل مقصود تک پہونچ جانے کے لئے کافی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ پیچھے چلنے والے کو ضرور نہیں کہ اُس کا ادب بھی کیا کرے۔ مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور و تامل کیا جائے گا تو ضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آداب بھی معلوم کراتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ یہ ادب منجملہ ان احکام کے ہے جن کے بیان کی کفالت قرآن شریف کر رہا ہے۔ اب یہاں قیاس کی ضرورت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ادنی گرانی خاطر کا لحاظ حق تعالیٰ کو اس قدر ہے کہ جن امور ذاتی میں شرم سے کچھ نہ فرما سکیں خود اپنے کلام قدیم میں مقصود حضرتؐ کا مع شئے زائد بیان کر کے ان امور سے زجر فرما دیتا ہے تو وہ سراسر کسر شان کی باتیں جن سے طبع غیور کو رنج پہونچے اور باعث ملال و غضب ہوں کس قدر غیرت و غضب الٰہی کو جوش میں لاتی ہوں گی۔ اس حدیث کو دیکھئے کہ بعض لوگ جو عطا و کرم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صرف ظاہر کرتے نہ تھے جس سے کسی قسم کا ملال حضرتؐ کو ہوتا تھا اُس کا اثر یہ ہوا کہ وہ عطیہ ان کے حق میں آتش دوزخ بنا دیا گیا چنانچہ حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کیا ہے:۔

عن عمرؓ قال دخل رجلان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالا فی شئ فدعا لھما بدینارین فاذا ھما یثنیان خیرا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لکن فلان مایقول ذلک ولقد اعطیتہ ما بین عشرۃ الی مائۃ فما یقول ذلک فان احدکم لیخرج بصدقتہ من عندی متابطا وانما ھی لہ نار فقلت یا رسول اللہ ﷺ کیف تعطیہ وقد علمت انہ لہ نار قال فما

اصنع یابون الاان یسالونی ویابی اللہ لی البخل۔

ترجمہ:۔ روایت ہے عمرؓ سے کہ دو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگے حضرتؐ نے ان کو دو دینار منگوا دئے جس پر انھوں نے حضرتؐ کی ثنا وصفت کی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو دو ہی دینار پر ثنا کرتے ہیں میں نے فلاں شخص کو دس سے سو تک دئے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔ جو شخص مجھ سے صدقہ لیکر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے وہ اس کے حق میں آگ ہے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ پھر آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہو حالانکہ آپ جانتے ہو کہ وہ اُن کے حق میں آگ ہے۔ فرمایا کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ مجھ میں بخل پایا جائے۔ انتہی ملخصاً۔

حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث اور اس کے کئی شواہد نقل کئے ہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرانیِ خاطر اور ملال میں یہاں تک نوبت پہونچ گئی تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا دیکھ لیجئے خود حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

ترجمہ۔ جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر دنیا اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب رسوائی کا۔ انتہیٰ۔

اگرچہ بظاہر حق تعالیٰ نے اپنے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کس کی مجال ہے کہ حق تعالیٰ کو ایذا پہونچا سکے۔ قال اللہ تعالیٰ:۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ اور امام بخاریؒ کتاب خلق افعال عباد میں نقل کرتے ہیں:۔

عن حذیفۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یصنع کل صانع وصنعتہ وتلا بعضھم عند ذلک واللہ خلقکم وما تعملون

فاخبران الصناعات واهلها مخلوقة۔

ترجمہ۔ روایت ہے حذیفہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ہر صانع کو اور اس کی صنعت کو اور پڑھی بعضوں نے یہ آیت وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ اس میں خبر دی کہ سب کام اور کام کرنے والے مخلوق ہیں انتہیٰ

اس صورت میں یہ سزا صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی ہوئی اور حق تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک اس آیۂ شریفہ میں ذکر فرمایا مقصود اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے چنانچہ بیضاوی شریف میں ہے:۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ بان یرتکبوا ما یکرھانہ من الکفر والمعاصی اویوذون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکسر رباعیتہ و قولھم شاعر مجنون ونحو ذلک وذکر اللہ للتعظیم لہ۔

یا یوں کہئیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حق تعالیٰ کو ایذا دینا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ رواہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے ایذا پہنچائی میرے ایک بال کو تو اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی انتہیٰ۔

رہی وہ مثال جس کا مطلب یہ تھا کہ مقصود کو پہونچنے کے لئے صرف ہادی کا اتباع کافی ہے نہ محبت و تعظیم۔ سو یہ مثال یہاں بالکل صادق نہیں آسکتی اس لئے کہ اس مثال کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ اگر اس قسم کے ہادی کا اتباع کرنے والا دل میں اس سے

بغض بھی رکھے مگر پیچھے پیچھے چلا جائے تو بھی منزل مقصود کو پہونچ جائے گا۔ اور یہاں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں بغض تو کیا اگر محبت اور جان نثاری میں کسی قدر کسر رہ جائے تو مقصود تک پہونچنا تو ایک امر دور دراز ہے۔ سر دست ایمان ہی کے صادق آنے میں دشواری پڑ جائے گی دیکھ لیجئے خود حضرتؐ کیا فرماتے ہیں :-

عن عبد اللہ بن ھشام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ رواہ احمد ذکرہ فی کنز العمال۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ راہ خدا کا چلنے والا اشل۔ اس شخص کے نہیں ہو سکتا جو ضرورتاً ہر کس و ناکس کے ساتھ ہولے اور کسی گانوں کو پہونچ جائے۔ دوسری خرابی اس مثال میں یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ راستہ معلوم ہو جائے جس کو بیان فرما دیا اب حضرتؐ سے کچھ غرض اور احتیاج باقی نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی آدمی تو کیا انبیا تک بھی قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی نہیں ہو سکتے جیسا کہ حدیث شفاعت سے جو مشہور اور صحاح میں وارد ہے ظاہر ہے کہ اس سختی اور پریشانی کی حالت میں تمام اولین و آخرین انبیاء سے التجا کریں گے کہ کچھ راستہ نکالیں مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکے گا آخر سب محتاج اس بات کے ہوں گے کہ ہمارے حضرتؐ لب شفاعت ہلا دیں چنانچہ یہیں سے اُن کی سب مشکلیں آسان ہوں گی اور حرام ہے کہ جنت کا دروازہ کسی دوسرے کے واسطے کھلے جب تک حضرتؐ وہاں تشریف نہ لیجائیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت الجنۃ علی الانبیاء کلھم حتیٰ ادخلھا وحرمت علی الامم کلھم حتیٰ تدخلھا امتی قط فی الافراد قال الحافظ بن حجر فی اطرافہ وھو صحیح علی

شرط ک کذا فی کنز العمال۔
ترجمہ۔ روایت ہے عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک کہ میں اس میں داخل نہوں اور حرام ہے تمام امتوں پر جب تک کہ میری اُمت اُس میں داخل نہ ہو اور حافظ ابن حجرؒ نے اطراف میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط حاکم پر انتہی۔
اب بتائیے کونسا مسلمان اولین و آخرین میں ایسا ہوگا جس کو منزل مقصود تک پہونچنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف احتیاج نہ ہو۔ اس مضمون کی احادیث انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع آئندہ لکھی جائیں گی۔ اور اس آیہ شریفہ میں بھی ایک قسم کے ادب ہی کی تعلیم ہے۔
قال اللہ تعالیٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔
ترجمہ۔ پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ اُن کو ایمان نہ ہوگا یہاں تک کہ حکم بنائیں آپ کو اس چیز میں کہ جھگڑیں آپس میں اور نہ پاویں جی میں تنگی اس چیز سے کہ حکم کریں آپ اور مان لیویں فرمانبرداری کے ساتھ انتہیٰ۔
یہ بات تو ہر شخص جانتا ہوگا کہ مقدمہ ہار دینے والے کے دل پر کس قدر صدمہ گذرتا ہوگا کہ صرف اُس خیال سے بے دریغ روپیہ صرف کرنا اُس پر کچھ دشوار نہیں ہوتا اور بعض وقت غیرت وحمیت والوں کو طرف مقابل کے غلبہ اور اپنی مغلوبی کے وقت جان سے گزر جانا بھی آسان دکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اہل عرب کو جن کی غیرت وحمیت کے وقائع سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ ایسے حمیت والوں کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حکم فرمادیں جس میں جیت طرف ثانی کی رہے تو بھی لازم ہے کہ اُس حکم کو اس طور سے مانے کہ دل کی کیفیت بدلنے اور تنگدلی آنے نہ پائے۔ اور اس کے ساتھ تصریح اس امر کی بھی کی گئی کہ جہاں دل کی کیفیت بدلی تو سمجھ جاؤ کہ ہنوز اُس دل میں

Marfat.com

ایمان آیا ہی نہیں۔ ہر چند یہ بات سمجھ میں نہ آئے گی کہ باوجود اس کے کہ تنگدلی کا سبب موجود ہو یعنی حکم خلاف مرضی پایا جائے اور دل کی کیفیت نہ بدلے یہ کیونکر ہو سکے گا اس لئے کہ یہ مسئلہ قابلِ تسلیم ہے کہ دل کی کیفیتیں مثل خوشی غمی وغیرہ آدمی کے اختیار سے باہر ہیں لیکن اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے تو اس کی کوئی بات بری نہیں معلوم ہوتی مثل مشہور ہے ضرب الحبیب زبیب پھر صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کو مدار ایمان سمجھتے تھے اُن کو حکم عالی سے تنگدلی کیونکر ہو سکتی تھی۔

الحاصل یہ آیۂ شریفہ اہل اسلام کو ایک محک امتحان عطا فرماتی ہے جس سے نقد محبت و ایمان کا امتحان ہو جایا کرے ———— اور ضعیف الایمان لوگوں کو اس میں یہ ادب سکھایا گیا کہ اگر یہ درجہ نصیب نہ ہو تو چاہیئے کہ تبکلف اپنے باطن کو ادب کے ساتھ آراستہ کیا کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ناراضی ظاہر کرنا یا دل میں رکھنا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ اور اس آیۂ شریفہ میں بھی ادب سکھایا گیا ہے

قال اللہ تعالیٰ: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ٥ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سُنا تھا کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے انتہیٰ۔

منافقوں نے حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی تھی جس کی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے جب ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا صحابہ نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپس میں ذکر کیا ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا مگر حق تعالیٰ کو یہ کب گوارا تھا کہ اپنے حبیب کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس میں

Marfat.com

کسی قسم کا دھبہ مسلمانوں کے خیال میں بھی لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمال عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہدیا کہ یہ بہتان ہے پھر فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم بچ گئے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دنیا اور آخرت میں تو البتہ پہونچتا تم کو اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اڑائی تھی منافق تھے جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ جس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے جو سرغنہ منافقوں کا تھا۔ مگر صحابہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافق ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جن کو دشمنوں کی بھی پردہ دری منظور نہ تھی) منافقوں کے نام عموماً بتلائے نہ تھے جس سے سننے والے جان لیتے کہ منشا اس خبر کا انھیں موذیوں کا خبث باطن ہے پھر ان حضرات کے نزدیک کونسی دلیل تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس عام شہرت کو باطل سمجھتے۔ اگر نفس خبر کو دیکھئے تو شرعاً اور عرفاً ہر طرح سے محتمل صدق وکذب ہے اور اگر مخبروں کے تعدد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجئے تو دوسری جانب کی ترجیح ہوئی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کلام الٰہی جو زجر و توبیخ کر رہا ہے کہ اس کی تکذیب میں تامل کیوں کیا پھر اس کے علاوہ یہ سرزنش کہ خدائے تعالیٰ کا فضل تھا جو بچ گئے ورنہ اس معاملہ میں سخت

عذاب نازل ہوتا اس کی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ پاسِ ادب میں تساہل کیا گیا مقتضائے ادب اور حسن عقیدت یہی تھا کہ صاف کہدیتے کہ ازواج مطہرات جن کو ایک خاص نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے اُن کی شان میں ہم ایسا گمان فاسد ہرگز نہیں کرسکتے اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ کافی ووافی تھا کہ اس کے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابل التفات نہیں۔

الحاصل اس معاملہ میں ایک قسم کی کسرِ شان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی تھی۔ اس لئے ان آیات میں مسلمانوں کی تادیب کردی گئی اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں چنانچہ ارشاد ہے :-

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اگرچہ سوائے اس کے اور بہت آیات ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے۔ مگر چونکہ طالب حق کو اس قدر بھی کافی ہوسکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کرکے اب چند وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن سے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت ہے اگر اہلِ ادب ان احادیث کو اپنا پیشوا بنالیں تو بیشک بلا خوف وخطر منزل مقصود تک پہونچ سکتے ہیں۔

طہارت برائے سلام

دارقطنیؒ نے کتاب المجتبیٰ میں روایت کیا ہے۔

عن ابی جهم قال اقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم من بئر جمل اما انه من غائط او بول فسلمت علیه فلم یرد علی السلام فضرب الحائط بیده فمسح بها وجهه ثم ضرب اخری فمسح ذراعیه الی المرفقین ثم رد علی السلام وفی حدیث ابن عمر وقال انه لم یمنعنی ان ارد علیك السلام الا انی لم اكن علی طهور۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی جہم سے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت بشری سے فارغ ہوکر بیر جمل کی طرف سے تشریف لارہے تھے میں نے سلام عرض کیا حضرتؐ نے جواب اس وقت نہ دیا پھر تیمم کرکے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام کا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے طہارت نہ تھی انتہی ملخصاً۔

ظاہر ہے کہ لفظ وعلیکم السلام کوئی آیت قرآنی نہیں جس کے پڑھنے کے لئے طہارت کا کا اہتمام کیا جائے اگرچہ حدث اصغر سے طہارت قرأت آیت کے واسطے بھی شرط نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے اس وجہ سے بلاطہارت اس کو زبان پر جاری کرنے سے تامل فرمایا۔ اور گویا اس سے تعلیم بھی مقصود تھی کہ ایسے امور سے گو اجازت ہو احتراز کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔

توراۃ کا ادب

سنن ابو داؤد میں یہ روایت ہے :۔

عن ابن عمر قال اتی نفر من یھود فدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی القف فاتاھم فی بیت المدراس فقالوا یا ابا القاسم ان رجلا منا زنا بامراۃ فاحکم بینھم فوضعوا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسادۃ فجلس علیھا ثم قال ایتونی بالتوراۃ فاتی بھا فنزع الوسادۃ من تحتہ ووضع التوراۃ علیھا وقال اٰمنت بک وبمن انزلک ثم قال ایتونی باعلمکم فاتی بفتی شاب ثم ذکر قصۃ الرجم نحو حدیث مالک عن نافع۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ چند شخص قوم یہود سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قف تک تشریف لے چلیں (جو ایک مقام

مدینہ کے قریب ہے) چنانچہ حضرتؐ بیت مدراس میں تشریف لے گئے اور مسند پر تشریف فرمائے جو حضرتؐ کے لئے بچھائی گئی تھی پھر انھوں نے عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس باب میں آپ حکم فرمائیں کہ کیا سزا دی جائے۔ حضرتؐ نے ان سے توریت منگوائی جب وہ لائی گئی تو حضرتؐ مسند سے علیحدہ ہوئے اور اس پر توریت رکھدی پھر فرمایا کہ میں تجھ پر اور جس نے تجھ کو نازل کیا اُس پر ایمان لایا پھر فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو تم میں بڑا عالم ہو چنانچہ ایک جوان آیا اور رجم توریت سے ثابت کردیا جس کا یہود کو انکار تھا انتہی ملخصاً۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ باوجودیکہ اُس زمانہ میں توریت تحریف و تصحیف سے خالی نہ تھی مگر حضرتؐ نے اس کا بھی ادب کیا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے جس کو کنز العمال میں نقل کیا ہے۔

عن جابرؓ قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ و فی البیت وحول البیت ثلثمائۃ وستون صنما تعبد من دون اللہ فامر بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبت کلھا بوجوھا ثم قال جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیت فصلی فیہ رکعتین فرأی فیہ تمثال ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق قد جعلوا فی ید ابراھیم الازلام یستقسم بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاتلھم اللہ ما کان ابراھیم یستقسم بالازلام ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعفران فلطخہ بذلک التماثیل ش

ترجمہ۔ روایت ہے جابرؓ سے کہ ہم مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اس وقت عین کعبہ شریف میں اور اُس کے اطراف تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پرستش

Marfat.com

ہوا کرتی تھی ۔ حضرت نے حکم فرمایا جتنے بت تھے سب سرنگوں ہو گئے ۔ پھر فرمایا: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا اس کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی، دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق علیہم السلام کی تصویریں رکھی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں تیر دے رکھے ہیں جس سے کفار فال دیکھا کرتے تھے فرمایا خدا ان کو قتل کرے ابراہیم علیہ السلام تو تیروں سے فال نہیں لیتے تھے پھر حضرتؐ نے زعفران منگوا کر تصویروں کو لگا دیا جس سے وہ مشتبہ ہو گئیں تھیں۔

ظاہر ہے کہ یہ تصویریں بھی بتوں ہی کی قطار میں تھیں جن کی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع ان تصویروں کو اُن حضرات سے نسبت ہی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے اپنی طبیعت سے جیسے چاہا بنا لیا تھا۔ مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام اُن حضرات کا وہاں آ گیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اگر مٹایا بھی تو معطر زعفران سے ورنہ مٹانیوالی چیزوں کی وہاں کچھ کمی نہ تھی ۔ سبحان اللہ کس قدر پاس ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آ گیا پھر وہ چیز کسی درجہ کی باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اُس کے ساتھ بھی خاص ایک قسم کی رعایت ادب ہی کی گئی ۔ جب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء سے بڑھا ہوا ہے ۔ ایسی بے اصل چیز کے ساتھ بلحاظ نام رعایت ادب کریں ۔ تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب اُن آثار کے ساتھ کرنا چاہئیے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے ۔ اگر ہم نے فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں ۔ مگر آخر نام تو آ گیا اُس کا لحاظ بھی ضرور ہے جیسا کہ اس حدیث سے ابھی ثابت ہوا۔ طرفہ یہ ہے کہ اس عقیدہ والوں کو الٹا مشرک بناتے ہیں اگر سلسلہ اس کلام کا بڑھایا جاوے تو ظاہر ہے کہ انتہا اس کی کہاں ہو گی ۔

Marfat.com

قبلہ کا ادب

بروایت ابی ایوب انصاریؓ وغیرہ یہ حدیث صحاح ستہ میں وارد ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط لا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا ببول ولا غائط۔

یعنی پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ اور منہ کرنے سے حضرتؐ نے منع فرمایا اس سے صرف ادب قبلہ کا پیش نظر تھا چنانچہ یہی بات صراحتاً بھی وارد ہے:۔

کما فی کنز العمال عن سراقۃ بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلیکرم قبلۃ اللہ فلا یستقبل القبلۃ رواہ حرب بن اسمعیل والطبری وابوحاتم وعبد الرزاق موقوفاً ومسنداً۔

ترجمہ۔ طبری اور ابوحاتم اور عبدالرزاق وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاوے کوئی شخص قضائے حاجت کو تو اللہ تعالیٰ کے قبلہ کی تکریم اور بزرگی کرے اور منہ نہ کرے اس طرف اور اسی میں یہ روایت بھی ہے۔

عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس یبول قبالۃ القبلہ فذکر فتحرف عنھا اجلالاً لھا لم یقم من مجلسہ حتی یغفرلہ رواہ الطبرانی وفیہ کذاب۔

ترجمہ: فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سہواً پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے پھر یاد آتے ہی پھر جائے بخیال تعظیم قبلہ کے تو قبل اٹھنے کے بخشے جاتے ہیں گناہ اس کے انتہی

اگر عقل نارسا سے کام لیا جائے تو یہ بات کبھی سمجھ میں نہ آئے گی کہ ان حالتوں میں

Marfat.com

قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع کیوں ہوا خصوصاً اس مقام میں جہاں سے کعبۂ شریف سینکڑوں ہزاروں کوس دور ہو۔ اگر اس موقع میں کوئی شخص کہے کہ کعبہ شریف از قسم جمادات ہے اور اُس کی طرف صرف نماز میں متوجہ ہونا امتثال امر کے لئے کافی تھا ہمیشہ اُس کی تعظیم دل میں جمائے رکھنا اور سوائے حالت نماز کے بھی اُس کا ادب کرنا کیا ضرور تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے امور میں عامیوں کی سمجھ کو کچھ دخل نہیں جو لوگ آداب داں ہیں اُن کی خود طبیعت گواہی دیتی ہے کہ ذوات فاضلہ اور اماکن شریفہ کے ساتھ ہر حالت اور ہر وقت میں خواہ قریب ہوں یا بعید مودب رہنا ضروری ہے اور جس کی طبیعت میں یہ بات نہ ہو اگر طالب صادق ہے تو اس کو اتنا ضروری ہے کہ اس قسم کی تعلیمات میں غور اور فکر کیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے کسی بزرگ کامل بالغ النظر نے کہا ہے۔

اوبوا النفس ایہا الاحباب — طرق العشق کلہا آداب
مایۂ دولت ابد ادب است — پایۂ رفعت خرد ادب است
چیست آں داد بندگی دادن — بر حدود خدائے استادن
قول و فعل از شنیدن و دیدن — بموازین شرع سنجیدن
با حق و خلق و شیخ دیار و رفیق — رہ سپردن بمقتضائے طریق
حرکات جوارح و اعضا — راست کردن بحکم دین ہدا
خطرات و خواطر و اوہام — پاک کردن ز شوب نفس تمام
دین و اسلام در ادب طلبی است — کفر و طغیاں ز شوم بے ادبی است

جب بیت اللہ شریف کو بسبب شرافت اضافت یہ رتبہ حاصل ہو کہ ہر نزدیک اور دور والے پر اس قسم کا ادب ضروری ٹھیرایا گیا تو جس کو ذرا بھی بصیرت ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ خاص حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آداب کی کس قدر ضرورت ہوگی۔ ہر چند سوائے اس کے اور بہت آیات و احادیث وارد ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے

Marfat.com

مگر چونکہ طالب حق کو اس قدر بھی کافی ہوسکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کر کے اب چند آداب صحابہ کے نقل کئے جاتے ہیں۔

آداب صحابہؓ

ممکن نہیں کہ آداب ان حضرات کے کما ینبغی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار و افعال ظہور میں آتے ہیں اس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر ان چند آثار کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اہلِ اسلام اُن حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھکر اُس قسم کی کیفیت قلبی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا ادب

بخاری شریف میں ہے:- عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذهب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینهم فحانت الصلوة فجاء المؤذن الی ابی بکرؓ فقال اتصلی للناس فاقیم قال نعم فصلی ابوبکر فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم والناس فی الصلوٰة فتخلص حتی وقف فی الصف فصفق الناس وکان ابوبکر لا یلتفت فی صلوته فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرای رسول الله صلی الله علیه وسلم فاشار الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امکث مکانك فرفع ابوبکر رضی الله عنه یدیه فحمد الله علی ما امره به رسول الله علیه وسلم فلما انصرف قال یا ابوبکر ما منعك ان تثبت اذ امرتك فقال ابوبکر ما کان لابن ابی قحافة

ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی رأیتکم اکثرتم التصفیق من رابہ شی فی صلوۃ فلیسبح فانہ اذا سبح التفت الیہ وانما التصفیق للنساء

ترجمہ۔ روایت ہے سہل بن سعد ساعدیؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا موذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھکر اقامت کہی اور انھوں نے امامت کی اس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوگئے اور صف میں قیام فرمایا جب مصلیوں نے حضرت کو دیکھا دستکیں دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبرؓ خبردار ہوجائیں کیونکہ اُن کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دستکوں کی آواز سُنی گوشۂ چشم سے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جائے پر قائم رہو صدیق اکبرؓ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضرتؐ نے امامت کا امر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے رہ گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ اے ابوبکر جب خود میں نے تمہیں حکم کردیا تھا تو تم کو اپنی جائے پر کھڑے رہنے سے کون چیز مانع ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھکر نماز پڑھائے انتہیٰ ملخصاً۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب

مسلم شریف میں ہے:۔ عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عازب یقول کتب علی بن ابی طالبؓ الصلح بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین المشرکین یوم الحدیبیۃ فکتب هذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا لا تکتب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فلو نعلم انك رسول الله لم نقاتلك فقال النبی صلی الله علیہ وسلم لعلی امحه فقال ما انا بالذی امحاه فمحاه النبی صلی الله علیہ وسلم بیده الحدیث۔

ترجمہ۔ روایت ہے براء بن عازبؓ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلحنامہ لکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھیرا تھا جس میں یہ عبارت تھی ھذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھو کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹادو انھوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹاسکوں حضرت نے خود اُس کو اپنے ہاتھ سے مٹایا انتہیٰ۔

اب یہاں تعمق نظر کی ضرورت ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ کو لفظ موصوف مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر اُن حضرات سے امتثال نہ ہوسکا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

ترجمہ۔ جو دیں تم کو رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لو اس کو اور جس چیز سے منع کریں باز رہو۔ انتہیٰ

اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

ترجمہ:۔ اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھیرا دے اللہ اور اُس کا رسول کچھ کام کہ اُن کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر انتہیٰ۔

Marfat.com

یہاں ایک خلجان پیدا ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعمق نظر درکار ہے وہ یہ ہے کہ اس کا تو انکار ہی نہیں ہوسکتا کہ اُن حضرات سے عدول حکمی عمل میں آئی وہ بھی کس موقع میں کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بالمشافہ حکم فرما رہے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ اُن حضرات میں گویا عدول حکمی کا مادہ سِرے سے تھا ہی نہیں اس سے بڑھکر انقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دنیا اُن کے پاس کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلافِ مرضیِ خدا و رسُول تھی کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو خود حضرتؐ ان کو زجر فرما دیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہو جاتی اس لئے کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا اس وجہ سے کہ ایک عالم کے مقتدا ہونے والے تھے غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے مگر یہ خلجان اس طرح سے دفع ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا اعلیٰ و ارفع تھا کہ اُس کے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات نہ ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجئے بشرطیکہ دل میں وقعت وعظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ اُن حضرات کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ اُدھر خود بنفس نفیس سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم بالمشافہ حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف سے آیات و احادیث باواز بلند کہہ رہے ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور ادھر ادب کا دل پر اس قدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ پاؤں آخران دونوں صدیقوں کو ادب نے اس قدر مجبور کیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا اور انھوں نے وہی کیا جو مقتضا ادب تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کو ترجیح ہوئی تو دین میں اس کو کس قدر باوقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہیئے۔ **شعر**

شد ادب جملہ طاعت محمود　　　طاعت بے ادب ندارد سود

ادب امام شافعیؒ

اسی طرح امام شافعی کا ادب ہے جو امام سیوطیؒ نے تنزیہ الانبیاء عن تشبیہ الاغبیا میں امام سُبکیؒ کی کتاب ترشیح سے نقل کیا ہے

کہ امام شافعیؒ نے بعض تصانیف میں وہ قصّہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ چرایا تھا اور حضرتؐ نے اُس کے قطع ید کا ارادہ فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ تھیں) چراتیں اُن کا بھی ہاتھ قطع کرتا) امام سبکیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمہؓ رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے اگر بعینہٖ حدیث نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے لفظ لو کے تحت میں ہے جو محال پر علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر بایں ہمہ چونکہ حدیث شریف میں مقام توہین میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اس نام مبارک کو صراحتاً ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے سچ ہے جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں انھیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس و ناکس میں وہ صلاحیت کہاں اور کنز العمال میں یہ روایت ہے:-

قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیا جاء الی ابی بکر فقال انت خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال فما انت قال الخالفة بعدہ۔

ترجمہ۔ روایت ہے کہ ایک اعرابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو فرمایا نہیں۔ کہا پھر کیا ہو۔ کہا خالفہ ہوں بعد حضرتؐ کے انتہی۔

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے فلان خالفة اھل بیتہ اذا کان لا خیر فیہ یعنی خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جس میں کچھ خیر نہ ہو، خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں صدیق اکبرؓ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کے مصداق سمجھیں اور اس کو ایسے طور سے بدلا جس میں مادہ خلافت باقی رہے اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ حالانکہ خلافت آپ کی قطع نظر اجماع کے خود احادیث سے کنایتاً بلکہ صراحتاً ثابت ہے۔ جب صدیق اکبرؓ اپنے کو حضرتؐ کے خلیفہ کہنے میں تامل کریں تو اب ان لوگوں کو کیا کہنا چاہیئے جو کمال فخر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی ہونے کی نسبت لگائے

Marfat.com

جاتے ہیں معلوم نہیں کہ اس برابری سے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو اُدھر ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی نبیِ مُرسل کو نصیب ہوئیں اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ اور اگر تنزل شان اور اپنے ساتھ برابر کر دینا مطلوب ہے تو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کا مضمون صادق آجائے گا جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور پھر اُن ازلی مسابقتوں کو کیا کریں گے جنھوں نے ذاتِ والا کو تمامی کائنات سے منتخب کرکے ابدالآباد کے لئے علوِشان اور برتریِ منزلت کا خاتمہ اور منتہیٰ بنا دیا غرض دونوں صورتوں میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہو سکے اِس صورت میں مثل عمرؓ کے نسبت عبدیت اور غلامی کی کیوں نہ جمائیں جس سے کچھ کام نکلے۔

قباث کا ادب

بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے :-

عن ابی الحویرث قال سمعت عبد الملك بن مروان یقول لقباث بن اشیم الکنانی ثم اللیثی یا قباث انت اکبر ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اسن منه ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل ووقفت بی امی علی روث الفیل محیلا اعقله۔

ترجمہ :- روایت ہے ابی الحویرث سے کہ پوچھا عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم سے کہ تم اکبر یعنی بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمر میں زیادہ ہوں اس لئے کہ ولادتِ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل میں ہے اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اُسی ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لیکر کھڑی تھیں انتہیٰ ملخصاً۔

اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوۃ میں ہے :

سال عثمان بن عفانؓ قباث بن اشیم اخا بنی یعمر بن لیث انت اکبر

او رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اقدم منہ فی المیلاد وروایت خذق الفیل اخضر محیلاو رواہ محمد بن بشار عن وھب ابن جریر فقال خذق الطیر اخضر۔

(قولہ محیلا یقال احالت الدار واحولت اتی علیہ حول وکذلک الطعام وغیرہ فھو محیل ۱۲ صحاح)

خلاصہ مضمون اس روایت کا یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں قباث سے اس قسم کا سوال کیا تھا جو روایت سابق میں ہے اور انھوں نے جواب دیا کہ حضرت اکبر تھے اور ولادت میری پیشتر ہے۔

عباسؓ کا ادب

عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کیا ہے:۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قیل للعباس رضی اللہ عنہ انت اکبر او رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو اکبر منی وانا ولدت قبلہ کرد ابن النجار کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ پوچھا کسی نے عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اکبر حضرتؐ تھے لیکن میں حضرتؐ سے پیشتر پیدا ہوا انتہی اور صدیق اکبرؓ نے بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا۔

عن یزید بن الاصم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انا اکبر اوانت قال انت اکبر واکرم وانا الاسن منک حم فی تاریخہ وخلیفۃ بن خیاط کرقال ابن کثیر مرسل غریب جدا کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے یزید بن الاصم سے کہ استفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ عرض کیا کہ آپ اکبر اور اکرم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے روایت کیا اس کو امام احمد بن حنبل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط

Marfat.com

اور ابن عساکر نے انتہیٰ ۔

اب اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک معنی ہیں ۔ مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے صراحتاً اس کی نفی کردی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا ۔ کیونکہ صراحتاً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا ۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی تعظیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۔

براءؓ کا ادب

سنن ابی داؤد میں ہے :-

عن عبد بن فیروز قال سالت البراء بن عازبؓ ما لا یجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصابعی اقصر من اصابعه وانا ملی اقصر من انا مله فقال اربع لا تجوز فی الاضاحی العوراء بین عورها والمریضة بین مرضها والعرجاء بین ظلعها والکسیر التی لا تنقی الحدیث ۔

ترجمہ ۔ روایت ہے عبد بن فیروز کہتے ہیں کہ براء بن عازبؓ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں کہا کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں اور میری انگلیاں چھوٹی ہیں حضرت کی انگلیوں سے پھر فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور جس کا لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دبلی ہو انتہیٰ ۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارے تعیین فرمائی چار جانوروں کی جن کی قربانی درست نہیں پھر ان کی تفصیل کی براء بن عازبؓ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا ۔ ادب نے اجازت نہ دی کہ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کریں آخر عذر ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے ظاہراً اس میں کوئی مساوات کا شائبہ ہے نہ سوئے ادب باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی اب دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کرلینا چاہیئے۔ ہرچند اعتراض کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو یہاں شاید موقع مل جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کب فرمایا کہ اس قسم کے آداب کیا کریں، مگر جو لوگ منجانب اللہ موفق ہیں صحابہ کے عمل پر کبھی اعتراض نہ کریں گے بلکہ بمقتضائے حدیث شریف اصحابی کالنجوم کے اُن کے عمل کو اپنا مقتدا بناکر ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ اس بارگاہ مقدس میں کوئی ایسی نسبت نہ لگائی جائے جس سے کسی قسم کی بے ادبی لازم آجائے اس مضمون کو کسی بزرگ نے کیا ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا ہے **شعر**

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ⁂ زانکہ نسبت بسگ کوئے توشد بے ادبی

عثمان رض کا ادب

کنز العمال میں یہ حدیث ہے:—

عن عثمان رض قال لقد اختبأت عند اللہ عشرا انی لرابع الاسلام قد زوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتیہ وقد بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ الیمنی فما مسست بہا ذکری ولا تغنیت ولا تمنیت ولا شربت خمراً فی جاہلیۃ ولا اسلام وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشتری ہذہ الربعۃ ویزیدہا فی المسجد ولہ بیت فی الجنۃ فاشتریتہا وزدتہا فی المسجد ش وابن ابی عاصم فی السنۃ۔

ترجمہ۔ روایت ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے کہ امانت رکھی ہیں میں نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں۔ اسلام میں میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی پھر دوسری اور جب سے کہ بیعت کی ہے میں نے اور ملایا سیدھا ہاتھ حضرت کے دست مبارک سے تو پھر کبھی نہ چھوا اُس سے شرمگاہ کو۔ الی آخر الحدیث اور اسی مضمون کی کئی روایتیں کنز العمال میں مذکور ہیں۔ اور کنز العمال ہی میں یہ روایت بھی ہے:-

عن انسؓ قال جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل الی بستان فاتی آت فدق الباب فقال یا انسؓ قم فافتح لہ وبشرہ بالجنۃ وبالخلافۃ من بعدی قلت یارسول اللہ اعلمہ فقال اعلمہ فخرجت فاذا ابوبکر قلت لہ ابشر بالجنۃ وبالخلافۃ من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء آت فدق الباب فقال یا انسؓ قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنۃ وبالخلافۃ من بعد ابی بکر قلت اعلمہ قال اعلمہ فخرجت فاذا عمر فقلت ابشر بالجنۃ وابشر بالخلافۃ من بعد ابی بکر ثم جاء آت فدق الباب فقال یا انس قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنۃ وبالخلافۃ من بعد عمر وانہ مقتول فخرجت فاذا عثمان قلت ابشر بالجنۃ وبالخلافۃ من بعد عمر وانک مقتول فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ واللہ ماتغنیت ولا تمنیت ولامسست ذکری بیمینی منذ بایعتک بہا قال ھو ذاک یا عثمان کر ورواہ ع کر من طریق عبد اللہ بن ادریس۔

ترجمہ۔ روایت ہے انسؓ سے کہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں۔ پس آیا کوئی شخص اور ٹھونکا دروازہ فرمایا حضرتؐ نے اے انسؓ دروازہ کھولدو اور خوشخبری دو اُن کو جنت کی اور یہ کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہوں گے میں نے عرض کیا کیا اُن کو یہ بات کہدوں یارسول اللہ فرمایا کہدو جب میں نکلا تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ میں نے

Marfat.com

وہ بشارت اُن کو دی۔ پھر کسی شخص نے دروازہ ٹھونکا فرمایا حضرتؐ نے اے انس دروازہ کھولدو اور اُن کو جنت کی خوشخبری دو اور یہ کہ بعد ابی بکرؓ کے وہ خلیفہ ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کیا معلوم کرا دوں اُن کو یا رسول اللہ فرمایا معلوم کرا دو۔ دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اُن کو بھی وہ بشارت سنا دی۔ پھر اور کسی نے دروازہ ٹھونکا۔ فرمایا حضرتؐ نے اے انس دروازہ کھولدو اور خوشخبری دو ان کو جنت کی اور یہ کہ بعد عمرؓ کے وہ خلیفہ ہوں گے اور قتل کئے جائیں گے۔ جب میں نکلا تو عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کھڑے ہیں اُن سے بشارت اور قتل کا حال ذکر کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کبھی نہ تغنی کی اور نہ جھوٹی بات بنائی، اور نہ کبھی سیدھے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا جب سے کہ اُس ہاتھ سے بیعت کی ہے فرمایا حضرتؐ نے یہ وہی بات ہے اے عثمان انتہی۔

اب یہاں پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ جو دیا تھا اس سے کس قسم کا اثر دستِ مبارک کا اِن کے ہاتھ میں رہ گیا تھا جس کی اس قدر رعایت کی گئی۔ باطن کا حال تو وہی لوگ جانیں جن کی باریک بیں نظریں غوامض شرعیہ میں بلند پروازیاں کرتی ہیں۔ لیکن ظاہر میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی جس کو عقل متوسط تسلیم کرلے۔ رہا اعتقاد سے مان لینا وہ دوسری بات ہے۔ اور وہ ہر کسی کو کب نصیب ہوسکتا ہے۔ غرض کچھ بھی ہو کسی مسلمان سے یہ تو نہ ہوسکے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر اعتراض کرے اور فعل بھی کیسا جس پر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا مندی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اس قسم کا خیال صرف انھیں کا تھا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بتصریح معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی باتیں اکثر کبار صحابہ و تابعین سے مروی ہیں۔

الحاصل اگرچہ حقیقت اس کی معلوم نہ ہوسکے لیکن اعتقاداً مان لینا پڑے گا کہ جس چیز کو دست مبارک یا جسم شریف کے لمس سے شرافت حاصل ہوگئی اُس میں کسی نہ کسی قسم کی فضیلت ضرور آگئی۔ دوسری یہ بات بحث طلب ہے کہ شرمگاہ میں کونسی بُرائی رکھی تھی جس کو وہ متبرک ہاتھ

Marfat.com

لگانا مذموم سمجھا گیا۔ اکثر احادیث و آثار سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے مثل اور اعضا کے چنانچہ موطا میں ہے :-

عن قیس بن طلق ان اباہ حدثہ ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل مس ذکرہ ایتوضؤ قال ھل ھو الا بضعۃ من جسدک

ترجمہ:- روایت ہے طلق سے پوچھا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا مسِ ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے فرمایا وہ تو ایک مضغہ ہے تیرے جسد کا انتہیٰ۔

اسی بناء پر علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:-

عن علی ابن ابی طالب قال ما ابالی ایاہ امسن او انفی او اذنی کذا فی الموطا للامام محمدؒ۔

ترجمہ:- فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے کچھ پروا نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو یعنی ان تمام اعضا کے چھوتے کا ایک حکم ہے۔

عن ابرٰھیم ان ابن مسعودؓ سئل عن الوضوء من مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعہ کذا فی الموطا۔

ترجمہ:- روایت ہے ابراہیم سے کہ کسی نے پوچھا ابن مسعودؓ سے کہ مسِ ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں کہا اگر وہ نجس ہے تو کاٹ ڈال انتہیٰ۔

اس مضمون کی اور بہت سی روایتیں ہیں۔ **الحاصل** شرعاً مسِ ذکر میں نجاست کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کر دیا جس کی وجہ سے عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظر امر ہے نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ ہے جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور منشا اس کا عظمت و وقعت اس شخص یا چیز کی ہے جس کے آگے ادب کرنے والا

اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے۔

ابوہریرہ کا ادب

اور بخاری شریف میں ہے۔

عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی بعض طرق المدینۃ وھو جنب فانخنست منہ فذھب فاغتسل ثم جاء فقال این کنت یا ابا ھریرۃ قال کنت جنبا فکرھت ان اجالسک وانا علی غیر طھارۃ فقال سبحان اللہ ان المومن لا ینجس

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چونکہ جنب تھا چھپ گیا اور غسل کرکے حاضر خدمتِ شریف ہوا فرمایا کہاں تھے تم اے ابوہریرہ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا انتہیٰ۔

ابوہریرہؓ اس حالت میں جو الگ ہوگئے اس سے ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت حضرتؐ کی اُن کے دل میں تھی جس نے اُن کی عقل کو مقہور کرکے اُن کے دل کو اس ادب پر مجبور کردیا تھا کیونکہ آخر سمجھتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہوسکتا۔ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسئلۂ شرعیہ بیان فرمادیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونے کو انھیں کونسی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بیباکی ہوتی تو خیال کرلیتے کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آسکتا تھا کہ چل کر تو دیکھئے اگر حضرتؐ ہی منع فرمادیں تو ایک مسئلہ معلوم ہوجائیگا خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی غرض کہ ادب نے اُن کو جراءت کرنے نہ دیا پھر حضرتؐ نے جو مسئلہ کہ بیان فرمایا اُس سے یہی مقصود

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلۂ شرعیہ معلوم ہو جائے ان کے ادب سے اس کو کچھ تعرض نہیں حالانکہ حضرتؐ جانتے تھے کہ صرف ادب کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو سکے۔ اگر یہ حرکت اُن کی ناگوار طبع مبارک ہوتی تو بتصریح اس سے زجر فرما دیتے۔

اسلعؓ کا ادب

اور زرقانیؒ نے شرح مواہبِ لدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے:۔

روی الطبرانی من طریق الھیثم ابن زریق عن ابیہ عن الاسلع بن شریکؓ قال کنت ارحل ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصابتنی جنابۃ فی لیلۃ باردۃ فاراد صلی اللہ علیہ وسلم الرحلۃ فکرھت ان ارحل ناقتہ وانا جنب وخشیت ان اغتسل بالماء البارد فاموت او امرض فامرت رجلا من الانصار فرحلھا و وضعت احجارًا فاسخنت بھا ماءً فاغتسلت ثم لحقت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقال یا اسلع مالی اری راحلتک تغیرت فقلت یارسول اللہ لم ارحلھا رحلھا رجل من الانصار قال ولم فقلت انی اصابتنی جنابۃ فخشیت القرعلی نفسی فامرتہ فرحلھا ووضعت احجارًا فاغتسلت بہ فانزل اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی اِلیٰ قولہٖ عَفُوًّا غَفُوْرًا انتھی

ترجمہ۔ اسلع بن شریکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضرتؐ نے کوچ کا ارادہ فرمایا اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہالوں تو مارے سردی کے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبورًا کسی شخص انصاری سے کہدیا کہ کجاوہ باندھے۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے جا ملا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے اسلع

Marfat.com

کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا اس لئے کسی کو باندھنے کے لئے کہدیا تھا۔ اسلع کہتے ہیں کہ اسی کے بعد آیۂ شریفہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ الْاٰیَۃ۔ نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت ملی انتہیٰ۔

امام سیوطیؒ تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ روایت کی اس حدیث کو حسن ابن سفیان نے اپنی مسند میں اور قاضی اسمٰعیل نے احکام میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں اور بغوی اور ماوردی اور دارقطنی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفت میں اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے سنن میں ضیائے مقدسی نے مختارہ میں انتہیٰ

سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ جس کجاوہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اس کی لکڑیوں کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا گوارا نہ تھا۔ اگر بچشم انصاف دیکھا جائے تو منشاء اس کا محض ایمان دکھائی دیگا۔ جس نے ایسے پاکیزہ خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم تھی نہ صراحتاً ترغیب و تحریص۔ اب اگر کوئی شخص اپنی نسبت ایمان تحقیقی کا دعویٰ کر کے کہے کہ یہ خیالات ایام جہالت کے ہوں گے تو مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ایماندار اس کلام کی طرف التفات کریگا یا بطیب خاطر جواب دے گا۔ کیونکر ہوسکے کہ چودھویں صدی والا خوش اعتقادی میں خیرالقرون والے صحابیوں سے بڑھ جاوے۔ پھر اگر کسی قدر نظر بڑھائی جائے تو معلوم ہو کہ سلسلہ اس الزام کا کہاں منتہی ہوگا۔ کیونکہ جس امر کا ذکر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں ہو جائے اور اسی کے بعد کلام الٰہی اسی کے مناسب نازل ہو اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ آخری زمانہ والوں کی اصلاح کی نعوذ باللہ اگر ضرورت سمجھی جائے تو دینداری کے نہایت خلاف ہوگا۔

الحاصل جب اُن لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بزرگان دین کا

Marfat.com

جس قدر ادب کیا جائے محمود ہے۔

عموماً صحابہ کا ادب

مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے:۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کنا اذا قعدنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم نرفع رؤوسنا الیہ اعظاما لہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ و لہ علۃ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرتؐ کی طرف سر نہ اٹھاتا۔ انتہیٰ کہا حاکم رح نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر۔

حضرت کے روبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا وہ حضرات حدیث شریف کے حلقوں میں بھی بیٹھتے تھے تو اس خضوع وخشوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھتے تھے کہ گویا گردنوں پر سر ہی نہیں۔ چنانچہ مستدرک ہی میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن قرط قال دخلت المسجد فاذا حلقۃ کانما قطعت رؤوسھم واذا رجل یحدثھم فاذا ھو حذیفۃ قال کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسالہ عن الشر وذکر الحدیث بطولہ۔

ترجمہ۔ عبد الرحمن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کی گردن پر سر ہی نہیں اور ایک شخص حدیث بیان کر رہے ہیں دیکھا تو وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں انتہیٰ ملخصاً۔

یعنی سب حدیث شریف سننے والے کچھ ایسے مودبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے کہ گردنوں پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے۔ اب ذرا زمانہ کے انقلاب اور طبیعتوں کی رفتار کو دیکھنا چاہیئے کہ بُعدِ خیر القرون نے اُن حضرات کے مسلک سے کس قدر دور کر دیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے

Marfat.com

تو معلوم ہو کہ معاملہ بالکل بالعکس ہوگیا ہے۔ اُس زمانہ میں حالانکہ ان امور کی تعلیم عموماً نہ تھی مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب اور مودب تھے کہ اقسام کے آداب اور طرح طرح کے حسنِ عقیدت پر دلالت کرنے والے افعال ایجاد کر لیتے اور اصول شرعیہ پر اُن کو منطبق کر دیتے تھے جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں بآسانی نہ ہو سکے کیوں نہ ہو ان حضرات کے وہ دل تھے جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب اصحابی ولذالک اختارھم فجعلھم اصحابا فما استحسنوا فھو عند اللہ حسن وما استقبحوا فھو عند اللہ قبیح رواہ الدیلمی۔

یعنی فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا اسی واسطے ان کو میرے اصحاب ہونے کے لئے پسند فرمایا جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ اچھا ہے۔ اور جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ برا ہے۔ انتہیٰ۔

غرض وہ ہر قسم کے آداب ایجاد کرتے تھے اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت تک بنیاد بے ادبی کی پڑی نہ تھی۔ اور اگر چند خود سروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا تو اس وجہ سے کہ ان کی بداعتقادیوں نے اُن کو دائرہ اتباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشتہر کر دیا تھا۔ ان کی باتیں کسی کی سمع قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں۔

الحاصل خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب ایجاد کئے جاتے تھے اور اس آخری زمانہ کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ اُن حضرات نے جن کا اتباع بحسب ارشاد شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

ضروری ہے۔ اقسام کے آداب تعلیم کرگئے اگر کسی سے اس قسم کے افعال صادر ہوجائیں تو ہرطرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔ اور صرف اعتراض ہی نہیں شرک تک نوبت پہنچادی جاتی ہے حق تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرمادے۔ اور قاضی عیاض رح نے شفا میں لکھا ہے

وقال مالك رحمه الله وقد سئل عن ابی ایوب السختیانی رح ما حدثتکم عن احد الا وایوب افضل منه وقال وحج حجتین فکنت ارمقه ولا اسمع منه غیر انه کان اذا ذکر النبی صلی الله علیه وسلم بکی حتی ارحمه فلما رایت منه ما رایت کتبت عنه۔

ترجمہ: کسی نے امام مالک رح سے پوچھا کہ ابوایوب سختیانی کا کیا حال تھا کہا میرے اساتذہ ہیں جن کی روایتیں تم نے مجھ سے سُنی ہیں ان سب سے وہ افضل ہیں۔ انھوں نے دو حج کئے اور میں اُن کا حال دیکھا کیا اس مدت میں کوئی روایت اُن سے نہ لی مگر حالت اُن کی یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اس قدر روتے کہ مجھے اُن کے حال پر رحم آجاتا جب اُن کا یہ حال دیکھا تو اُن کی شاگردی اختیار کی اور اُن کی حدیثیں لکھ لیں انتہیٰ۔

امام مالک رح ابوایوب سختیانی رح کو بنظرِ اِس حالت کے جو ترجیح دیتے ہیں اور سب اساتذہ سے افضل کہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خیالات محدثین اور اکابر دین کے اس بارہ میں کس قسم کے تھے اب ذرا سختیانی رح کے دل کی کیفیت کو خیال کیجئے کہ کس درجہ کی عظمت و محبت اور خدا جانے کون کونسی چیزیں اُن کے دل پر پورا تسلط کرلیتی تھیں جس سے وہ حالت پیدا ہوجاتی تھی جو ادب سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہ اثر اسی ذکر مبارک کا تھا جو مسلمانوں کے دلوں میں علیٰ حسبِ مراتب ایمان کو تازہ کردیا کرتا ہے۔ سبحان اللہ وہاں تو ذکر شریف سے وہ حالت پیدا ہورہی ہے جو بڑے بڑے فاضل معاصروں سے افضل بنادیتی ہے اور یہاں ہنوز اُس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف پڑا ہوا ہے بلکہ وہ تدبیریں نکالی جاتی ہیں کہ کہیں ذکر شریف کی مجلسیں نہ ہونے پائیں۔ بھلا ذرا تو سوچنا چاہیئے ذکر شریف کی مجلسیں

Marfat.com

ہوا کریں اور برکات اس کے مسلمانوں پر فائض ہوتے رہیں تو اُس سے کسی کا کیا نقصان ہوگا۔ حق تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی کج فہمیوں کو دفع فرمادے

مناظرہ امام مالکؒ وابو جعفر

درمنظم میں ابن حجر ہیثمیؒ اور شفا میں قاضی عیاضؒ نے بسند متصل روایت کی ہے

عن ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المومنین مالکا فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا امیر المومنین لا ترفع صوتک فی ھذا المسجد فان اللہ تعالیٰ ادب قوما فقال لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ومدح قوما فقال ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ الآیۃ وذم قوما فقال ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات الآیۃ وان حرمتہ میتا کحرمتہ حیا فاستکان لھا ابو جعفر وقال یا اباعبداللہ استقبل القبلۃ وادعوام استقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ یوم القیمۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ وقال اللہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک الآیۃ۔

ترجمہ امیر المومنین ابو جعفر منصور نے (جو خلفائے عباسیہ میں کے دوسرے خلیفہ ہیں) امام مالکؒ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں اُن کی کچھ آواز بلند ہوگئی۔ امام مالکؒ نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ حق تعالیٰ نے تادیب کی ایک بہتر قوم کی اس آیۂ شریفہ میں یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور مدح کی ان لوگوں کی جو حضرت کے پاس آواز پست کیا کرتے تھے فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ

Marfat.com

اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ الآیۃ اور مذمت کی اس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضرتؐ کو پکارتے تھے چنانچہ فرماتا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت بعد انتقال کے وہی ہے جو قبل انتقال تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہوگئے۔ پھر پوچھا اے ابا عبداللہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا کروں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا حضرتؐ سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز تو حضرت کی طرف متوجہ ہوکر شفاعت و سفارش طلب کیجئے کہ حق تعالیٰ شفاعت حضرت کی قبول کرے گا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی ذاتوں پر اگر آویں آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور مغفرت چاہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے لئے تو پاویں گے وہ اللہ تعالیٰ کو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا انتہی۔

اب اُن حضرات کے اعتقادات کو دیکھئے کہ امام مالکؒ نے آواز بلند کرنے کے باب میں ان آیات پر استدلال کیا۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اور خلیفۂ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور یُنَادُوْنَکَ کے معنی یہاں کیونکر صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو طریقہ اُس کا کیا ہے پھر یہ بھی نہ تھا کہ خلیفۂ موصوف کچھ جاہل ہوں کیونکہ تاریخ خمیس وغیرہ کتب تواریخ میں مصرح ہے کہ وہ نہایت کامل العقل اور رقیق النفس عالم جید اور ادیب و متدین تھے مگر معلوم نہیں اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے خلیفۂ وقت کو عین مباحثہ میں ساکت کردیا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس قسم کا استدلال کرے تو صدہا شاخسانے اس میں نکالے جائیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اس استدلال کی نزاکت کو نہ سمجھکر اس میں کچھ کلام کرے

توکسی مسلمان سے یہ نہ ہوسکے گا کہ معترض کی رائے کو امام مالکؒ کی رائے پر ترجیح دے کیونکہ امام مالکؒ وہ شخص ہیں کہ جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام بخاری ومسلم وغیرہ اکابر محدثین رحمہم اللہ کو فخر ہے بلکہ یہ سمجھنا اس کا اس کی غباوت اور بے علمی پر محمول ہونا چاہئیے بات یہ ہے کہ جیسے قوت ایمانیہ میں ضعف بڑھتا چلا جاتا ہے ویسا ہی قوت نظری وفکری میں بھی روز بروز کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اب اگر کوئی کثرت تصانیف کو پیش کرکے کچھ دعویٰ کرے تو اس کا ابطال اُن احادیث شریفہ سے ہوجائے گا جن میں خیرالقرون ہونا اس زمانہ کا اور کم ہوجانا علم کا آخری زمانہ میں وارد ہے۔ اور ابن تیمیہؒ نے رفع الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھا ہے:

بل الذین کانوا قبل جمع هذه الدواوین اعلم بالسنة من المتاخرین بکثیر لان کثیرا مما بلغهم وصح عندهم قد لا یبلغنا الا عن مجهول او باسناد منقطع اولا یبلغنا بالکلیة کانت دواوینهم صدورهم التی تحوی اضعاف مافی الدواوین وهذا امر لا یشك فیه من علم القضیة۔

یعنی کوئی عالم اس میں شک نہیں کرسکتا کہ قدما متاخرین سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے بہت سی حدیثیں ہم تک پہنچی ہی نہیں اور اگر پہنچی تو ضعیف ہوکر اُن کے نزدیک وہی حدیثیں صحیح تھیں اگرچہ اس روایت سے کئی مباحث متعلق ہیں مگر بخوف تطویل صرف اسی پر اکتفا کیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بحسب موقع ذکر کی جائیں گی یہاں اس قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ امام مالکؒ نے ان آیات سے وہ ادب استنباط کیا کہ قیامت تک اہل ایمان جس کی بدولت بہرہ اندوز اور متمتع ہوتے رہینگے جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیرالجزاء۔

عمرؓ کا ادب

بخاری شریف میں روایت ہے:-

عن السائب بن یزید. قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال

اذہب فائتنی بہذین فجئتہ بہما قال من انتما اومن این انتما قالامن اہل الطائف قال لوکنتما من اہل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ ۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہا جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ جب ان دونوں کو ان کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو یا کہاں والے ہو کہا طائف والے فرمایا اگر تم اس شہر والے ہوتے تو میں ضرور تم کو اذیت پہنچاتا اور مارتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تم آواز بلند کرتے ہو انتہی ۔

اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا تھا ۔ اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا باوجودیکہ سائب بن یزید چنداں دور نہ تھے مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا ۔ یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں ۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل بلد کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں ۔ اس سے بھی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صادق آگیا جو خلیفہ منصور سے کہا تھا ان حرمتہ میتا کحرمتہ حیًّا ۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی ذکر مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتیں بابی کہتیں فرماتی ہیں وقلما ذکرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قالت بابی ۔ یعنی کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ نہ کہتی ہوں معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باپ فدا ہوں حضرت پر سے صحابہ اکثر بابی انت وامی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے

Marfat.com

چنانچہ کتب صحاح میں موجود ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کے اشفاق و مراحم کے روبرو پھر مادری و پدری کی کچھ حقیقت نہیں ان دونوں کو آپ پر سے فدا کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ روبرو تو روبرو و غائبانہ بعد وفات شریف کے بھی وہ ادب مرعی تھا کہ جب تک ماں باپ کو فدا نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے تھے کیوں نہ ہو یہ نام مبارک وہ تھا کہ کفار بھی جس کے ذکر میں بسا اوقات متادب ہو جاتے تھے چنانچہ قسطلانیؒ نے مواہب میں اور زرقانی ؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک جماعت قبیلہ کندہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کئے جو اس زمانہ میں سلاطین کے حضور میں کہے جاتے تھے یعنی ابیت اللعن حضرت نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں محمد بن عبداللہ ہوں کہا ہم آپ کو نام لیکر نہ پکاریں گے فرمایا میں ابوالقاسم ہوں کہا اے ابوالقاسم فرمایئے کہ ہم نے اپنے دل میں کیا چھپایا ہے فرمایا یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن اور ان کا پیشہ دوزخی ہے کہا پھر کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اُٹھائیں اور فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساتھ ہی کنکریاں دستِ مبارک میں تسبیح کرنے لگیں۔ پھر تو سب کے سب گھبرا اٹھے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسُول ہیں اور سب مشرف باسلام ہوئے انتہیٰ ملخصاً۔

ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل امتحان مشرف باسلام نہیں تھے باوجود اس کے نام لینے میں ترک ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ یہی ادب پسند آگیا ہو جس سے ابدالآباد کے لئے عزت و شرافت حاصل ہوگئی۔ ہر چند کہ نام پاک خود ایک ایسا جامع لقب ہے جس میں تمام القاب پسندیدہ اور محامد برگزیدہ شامل کردئے گئے ہیں مگر باایں ہمہ ادب والوں کی زبانیں وہاں خود بخود رک جاتی ہیں۔ اور جن کی زبانوں نے خیرہ سری کی اور بیباکانہ نام لینا شروع کیا حق تعالیٰ کی جانب سے اُن کی تادیب ہوگئی چنانچہ امام سخاوی ؒ نے بروایات متعددہ ثابت کیا ہے۔ کہ بعض لوگ جو نام لیکر حضرتؐ کو پکارتے تھے اُن کو حق تعالیٰ نے منع فرما دیا جس سے عظمت

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو۔

کما قال فی القول البدیع قال الضحاک عن ابن عباس انھم کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ عزوجل اعظامًا لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قولوا یا نبی اللہ یارسول اللہ وکذا قال مجاھد وسعید بن جبیر وقال مقاتل ابن حیان لاتسموہ اذا دعوتموہ یا محمد ولا تقولوا یا ابن عبداللہ ولکن شرفوہ تقولوا یارسول اللہ یا نبی اللہ وقال قتادۃ امر اللہ ان یھاب نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وان یبجل وان یعظم وان یسود وقال مالک عن زید بن اسلم امرھم ان یشرفوہ وقیل فی معنی الآیۃ غیر ھذا۔

یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ اہل اسلام پہلے ہی سے جانتے تھے کہ نام لینا بے ادبی ہے اس لئے بکمال ادب یارسول اللہ وغیرہ القاب کے ساتھ خطاب کیا کرتے تھے البتہ کفار جو اس بے ادبی کے مرتکب ہوتے تھے ان کے لئے آیۂ شریفہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ نازل ہوئی ابن قیمؒ نے جلاء الافہام میں لکھا ہے حیث قال ان اللہ تعالیٰ قال لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ فامر سبحانہ ان لا یدعی رسولہ بما یدعوا الناس بہ بعضھم بعضًا بل یقال یارسول اللہ ولا یقال یا محمد وانما کان ھذا فی خطابہ بتسمیتہ باسمہ وقت الخطاب للکفار واما المسلمون فکانوا یخاطبونہ بیارسول اللہ نقلہ القسطلانی فی مسالک الحنفاء عن جلاء الافھام لابن قیمؒ

دُعا قضائے حاجات

ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ایک صحابی کسی ضرورت سے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ہر روز حاضر ہوا کرتے تھے مگر آپ اُن کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز انھوں نے عثمان بن حنیف سے یہ واقعہ بیان کیا انھوں نے کہا کہ وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو۔ اور پھر یہ دعا کرو:- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ۔ پھر اپنا مقصود بیان کرو چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے حضور میں گئے وہ ہنوز وہاں پہنچے نہ تھے کہ بواب سبقت کرکے اُن کے پاس آیا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کے عثمانؓ کی خدمت میں حاضر کیا عثمانؓ نے اُن کو باعزاز تمام قالین پر بٹھا کر حال دریافت کیا جب انھوں نے اپنی احتیاج بیان کی فرمایا میں نے اب تک سمجھا نہ تھا کہ تمہاری یہ حاجت تھی اور فوراً وہ حاجت روا کرکے فرمایا کہ جب کبھی تمہیں کچھ احتیاج ہو کہدیا کرو راوی کہتے ہیں کہ وہ عثمانؓ کے پاس سے سیدھے عثمان بن حنیف کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ کی سفارش سے پہلے عثمانؓ نہ میری طرف دیکھتے تھے نہ میری حاجت کی طرف۔ کہا مجھ سے ان سے تو بات ہی نہیں ہوئی۔ یہ اثر اسی نماز و دعا کا ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی اس قسم کا واقعہ درپیش ہوا تھا کہ ایک نابینا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بصارت انکی پھر عود کرے حضرتؐ نے اسی نماز و دعا کی تعلیم فرمائی چنانچہ وہ شخص فوراً بینا ہوگئے

امام سخاویؒ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام احمد بن حنبل اور ابن خزیمہ اور حاکم اور بیہقی نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث

Marfat.com

صحیح اور شرط شیخین پر ہے۔ انشاء اللہ کسی مقام پر یہ حدیث بعینہٖ بھی نقل کی جائے گی۔ مقصود یہاں اسی قدر ہے کہ اس دعا میں صراحتاً نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بلا لقب کے مذکور ہے حالانکہ ابھی ممانعت اس کی ثابت کی گئی ہے۔ جواب اس اشکال کا امام سخاوی نے قول بدیع میں دیا ہے کہ وہ دعا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی تھی بعینہٖ انھیں الفاظ کے ساتھ عثمان بن حنیف نے بھی تعلیم کی اس لئے کہ دعاؤں کے الفاظ میں تصرف اور کمی و زیادتی نہیں چاہیئے اور جانتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال ہر مسلمان کے دل میں ہوا کرتا ہے۔

حیث قال یحتمل ان یکون الصحابی ومن نحا نحوہ فہموا اختصاص ھذا الموطن بما ارشدہ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ورای ان الفاظ الدعوات والاذکار لا یتصرف فیھا بالزیادۃ والنقص بل یقتصر فیھا علی النص واکتفی بما وقر فی قلب کل مسلم من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ واللہ الموفق۔

امام سخاوی رحؒ نے جو لکھا ہے کہ الفاظ دعا میں کمی و زیادتی نہیں چاہیئے اسی بنا پر بزرگان دین اور مشائخین رحؒ کے نزدیک جو اعمال و اشغال یا عزائم وغیرہ سینہ بسینہ چلے آتے ہیں ان میں کمال درجہ کا احتیاط کیا جاتا ہے کہ کمی و زیادتی بالکل نہ ہونے پائے اور تجربوں سے بھی ثابت ہے کہ اگر ان الفاظ معینہ میں فرق کر دیا جائے یا بغیر اجازت کے وہ اعمال عمل میں لائے جائیں تو نتیجہ تاثیر کچھ نہیں ہوتی

الحاصل اس دعا میں نام مبارک نہ ورتاً بلا لقب ذکر کیا گیا ورنہ صحابہ و تابعین جب کبھی نام مبارک کو ذکر کرتے لقب کے ساتھ ذکر کیا کرتے اسی وجہ سے متاخرین رحمہم اللہ نے مستحسن سمجھا کہ نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جب لیا جائے خواہ درود شریف میں یا سوائے اس کے لفظ سیدنا کہنا چاہیئے۔

Marfat.com

لفظِ سَیّدِ نا

خصوصاً حرمین شریفین کے علما و مشائخین کو تو اس میں نہایت ہی اہتمام ہے۔ اور چونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان کا مرجع مدینہ منورہ ہی ہوگا۔

کما فی المشکوٰۃ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیازر الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا متفق علیہ۔

اس لئے طالبین حق کو چاہیئے کہ جن امور کو وہاں کے علماء دینی حیثیت سے مستحسن سمجھتے ہیں اس میں ان کا اتباع کیا کریں۔ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفد بنی عامر میں تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا میں نے عرض کیا انت سیدنا فرمایا السید اللہ تبارک وتعالیٰ بظاہر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے اس لفظ کو جائز نہیں رکھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس موقع میں تواضعاً یہ فرمایا ہوگا ورنہ اطلاق اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں پر کئی حدیثوں میں وارد ہے چنانچہ حدیث قوموا الی سیدکم بخاری شریف سے بحث قیام میں ابھی نقل کی گئی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو بلفظ سیدنا ذکر کیا چنانچہ کنز العمال میں یہ روایت ہے:۔

عن عمرؓ قال ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا ابن سعد ش ح ك والخواطی فی مکارم الاخلاق۔

یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے سیّد ہیں اور انھوں نے ہمارے سیّد یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔ جب اطلاق اس لفظ کا صحابیوں پر جائز ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین پر جائز و مستحسن ہونے میں کیا کلام خود حضرتؐ فرماتے ہیں:۔

کما فی المستدرك للحاکم عن جابر بن عبد اللہ قال صعد رسول اللہؐ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال من انا قلنا رسول اللہ قال نعم ولکن من انا قلنا انت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قال انا سید ولد آدم ولا فخر قال الحاکم ھذا صحیح الاسناد۔

ترجمہ۔ روایت ہے جابر بن عبد اللہؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر چڑھے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا میں کون ہوں ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ہیں پھر وہی سوال فرمایا ہم نے عرض کیا آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور کچھ فخر نہیں کہا حاکمؒ نے یہ حدیث صحیح ہے انتہیٰ۔ اور مواہب لدنیہ اور زرقانی میں ہے :-

وقد روی الترمذی وقال حسن صحیح واحمد وابن ماجۃ وصححہ الحاکم عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وفی حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا عند البخاری ومسلم والترمذی واحمد انا سید الناس یوم القیمۃ وفی روایۃ للبیھقی انا سید العالمین انتھی ملخصًا۔

ان احادیث سے سید اولاد آدم بلکہ سید الناس بلکہ سید العالمین ہونا حضرتؐ کا ثابت ہے غرض حضرت کی سیادت اور لفظ سیدنا کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا البتہ اس میں کلام ہوسکتا ہے کہ ہم میں صلاحیت ہے یا نہیں۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے کہا ہے ؎

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ❊ زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

مگر چونکہ یہ بارگاہ رحمۃ للعالمینی ہے اس لئے امید قوی ہے کہ اس قسم کی بے ادبی کا لحاظ نہ ہوگا۔ اب رہا یہ کہ صاحب قاموس مجد الدین فیروزآبادی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ جن درودوں کی تعلیم حضرتؐ نے کی ہے اس میں لفظ سیدنا نہیں ہرچند تواضعًا یہ لفظ نہ فرمایا ہوگا۔ مگر تاہم امتثال امر اولیٰ ہے اور اسی طرح شیخ السنوسیؒ نے لفظِ سیّدنا کی زیادتی میں اس وجہ سے تردد کیا ہے کہ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اس مسئلہ کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ امتثال امر افضل ہے

Marfat.com

یا سلوک ادب امام سخاوی نے قول بدیع میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ادب بلفظ سیدنا شرعاً مطلوب ہے چنانچہ بروایت صحیحین ثابت ہے کہ قوموا الی سید کم خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اطلاق اس لفظ کا عموماً درست ہے۔ پھر اگر یہ لفظ درود شریف میں زیادہ کیا جاوے تو امتثال امر میں کوئی نقصان لازم نہ آئے گا۔ اور ایک ایسے امر واقعی کا بیان ہوگا جس میں ادب ملحوظ ہے اس لئے زیادتی اس لفظ کی افضل ہے۔

قال وقرات بخط بعض محققی من اخذت عنه ما نصه ان الادب مع من ذکر مطلوب شرعاً بذکر السید ففی الصحیحین قوموا الی سید کم ای سعد بن معاذ و سیادته بالعلم والدین وقول المصلین اللھم صل علی سیدنا محمد فیه الاتیان بما امرنا به وزیادة الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل من ترکه فیما یظھر من الحدیث السابق وان تردد فی افضلیته الشیخ الاسنوی ذکران فی حفظه قدیما ان الشیخ عزالدین بن عبدالسلام بناہ علی ان الافضل سلوک الادب او امتثال الامر واللہ المعین۔

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر لفظ سیدنا زیادہ کیا جاوے تو امتثال امر میں کس قدر فرق لازم آئے گا جس کی وجہ سے صاحب قاموس نے اس لفظ کو ترک کرنا مناسب سمجھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مقصود درود شریف کے پڑھنے سے یہ ہے کہ بارگاہ ربوبیت میں ظاہر کیا جائے کہ سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے دعاگو اور خیر خواہوں میں ہم بھی شریک ہیں ورنہ خود حق تعالیٰ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ صلوٰۃ بھیجتا ہو تو ہماری دعا و صلوٰۃ کس شمار میں دوسرا یہ کہ اگر درود دعا ہی ہوتا تو ہر شخص پر درود پڑھنا درست ہوتا حالانکہ کئی روایتوں سے کراہت اور ممانعت اس کی ثابت ہے۔

Marfat.com

سوائے انبیائ کے کسی پر درود جائز نہیں

چنانچہ ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ سوائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی پر درود پڑھنا نہیں چاہیئے۔ اور ایسا ہی سفیان ثوری رح بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور عمر بن عبد العزیز رح نے کسی عامل کو لکھا کہ قصہ گویوں نے بادشاہوں اور امیروں پر درود بھیجنا ایجاد کیا ہے ان کو حکم کردو کہ صلوٰۃ خاص انبیاء پر پڑھا کریں اور عام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں چنانچہ امام سخاوی رح نے قول بدیع میں لکھا ہے:۔

عن ابن عباس رض قال ما اعلم الصلوٰۃ ینبغی علی احد من احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن یدعی للمسلمین والمسلمات اخرجه ابن ابی شیبة واسمعیل القاضی فی احکام القران والصلوٰۃ النبویة والطبرانی والبیهقی وسعد بن منصور وعبد الرزاق بلفظ لا ینبغی الصلوٰۃ من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجاله رجال الصحیح وقال سفیان الثوری رح یکرہ ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجه البیهقی وفی روایة اخرجها هو وعبد الرزاق ایضاً یکرہ ان یصلی الا علی نبی وجاء عن عمر بن عبد العزیز فیما رویناہ فی فضل الصلوٰۃ لاسمعیل القاضی واحکام القران له من طریق ابی بکر بن ابی شیبة باسناد حسن ان عمر کتب اما بعد فان ناسا من الناس قد التمسوا عمل الدنیا بعمل الاخرۃ وان ناسا من القصاص قد احدثوا فی الصلوٰۃ علی

Marfat.com

خلفائهم وامرائهم عدل صلوتهم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاءك كتابی فمرهم ان تكون صلوتهم علی النبيين خاصة ودعاؤهم للمسلمين عامة ويدعوا ما سوی ذلك انتهی ۔

اور یہ بھی قول بدیع ہی میں لکھا ہے:۔

قال البیهقی رحمہ عقب حديث ابن عباس رضی وقول الثوری بالمنع مانصه و انما اراد والله اعلم اذا كان علی وجه التكريم عند ذكره تحية فانما ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة فاما اذا كان ذلك علی وجه الدعاء و التبرك فانه ذلك جائز لغيره انتهی هذا عبارة فی الشعب وقال نحوه فی السنن الكبری۔

یعنی بیہقی رحمہ نے شعب الایمان اور سنن کبریٰ میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اور سفیان ثوری رحمہ سے غیر انبیا پر درود کی ممانعت جو مروی ہے مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تکریم وتحیت نہ چاہیئے کہ وہ خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جو مخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ صرف دعا نہیں جس سے حضرت کی بھلائی مقصود ہو بلکہ مقصود اس سے ہماری بھلائی ہے اور فائدہ اس کا ہماری طرف ہی عود کرتا ہے۔ چنانچہ امام فاکہانی رحمہ نے الفجر المنیر فی الصلوٰۃ علی البشیر النذیر میں لکھا ہے:۔

فان قلت اذا كان الله صلے عليه فما فائدة طلب الحاصل وايجاد الموجود قلت صلوتنا عليه صلی اللہ علیہ وسلم عبادة لنا و زيادة حسنات فی اعمالنا وترقی البركات المبثوثة فينا المنزلة علينا۔

یعنی اگر کوئی کہے کہ جب حق تعالیٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے تو پھر دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ حضرت پر صلوٰۃ بھیجے اس سے کیا فائدہ یہ تو تحصیل حاصل اور ایجاد موجود ہے جواب

Marfat.com

اس کا یہ ہے کہ صلوٰۃ طلب کرنا ہمارے لئے عبادت ہے جس سے ہمارے اعمال ناموں میں زیادتی حسنات کی ہووے اور ہم پر برکات نازل ہوں اسی طرح ابن حجر ہیتمیؒ نے درمنضود میں لکھا ہے :-

فان جمیع فائدتها للمصلی لدلالتها علی وضوح العقیدة وخلوص النیة واظهار المحبة والمداومة علی الطاعة والاحترام للواسطة الکریمة فهی محبة له وتوقیره من اعظم شعب الایمان لما فیها من اداء شکره الواجب علینا بعظیم منّه علینا بنجاتنا من الجحیم وفوزنا بالنعیم المقیم۔

یعنی فائدے درود شریف کے درود پڑھنے والے کے لئے ہیں اس لئے کہ اُس سے حسن اعتقاد اور خلوص نیت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم محبت اور اطاعت و احترام میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرگرم ہیں جو مکرم واسطہ ہیں ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان میں اور اس سے محبت و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجاتی ہے جو ایک بڑا شعبہ ایمان کا ہے کیونکہ اُس سے حضرت کے احسانوں کی شکر گذاری ہوتی ہے جو ہم پر ثابت ہیں انتہی۔

الحاصل مقصود درود شریف سے اپنی بہبودی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہوں اور دعاگویوں میں شریک ہوکر مغفرت ذنوب کا استحقاق حاصل کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اکثروا الصلوة علیّ فان صلوتکم علیّ مغفرة لذنوبکم الحدیث ابن عساکر عن حسن بن علی ت ك عن ابی هریرةؓ رواه فی کنز العمال۔

ترجمہ ۔ ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی و حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر تم زیادہ درود پڑھو اس لئے کہ تمہارا

Marfat.com

مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے انتہیٰ۔

جب مقصود یہ ٹھہرا تو جس قدر ثنا وصفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی درود شریف میں کی جاوے بے موقع نہ ہوگی مؤید اس کی یہ حدیث شریف بھی ہوسکتی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم تعرضون علی باسمائکم وسیماکم فاحسنوا الصلوۃ علی عبد الرزاق عن مجاهد مرسلا صحیح کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پیش کئے جاتے ہو مجھ پر ناموں اور علامتوں کے ساتھ اس لئے اچھی طرح سے مجھ پر درود بھیجا کرو یہ روایت صحیح ہے انتہیٰ۔

الحاصل لفظ سیدنا کی زیادتی میں اس اعتبار سے تو کوئی تقصیر لازم نہیں آتی بلکہ من وجہ مقصود کی تائید ہی ہوگی۔ ہاں یہ البتہ کہہ سکتے ہیں کہ جو الفاظ زبان مبارک سے نکلے تھے اُن میں فرق پڑگیا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امتثال امر میں کوئی بے اعتنائی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ جتنے الفاظ کہنے کا ارشاد ہوا تھا اس زیادتی سے اُن میں کوتاہی نہ ہوئی۔ اگر کہا جاوے کہ خاص اُن الفاظ کی برکت اس میں نہ ہوگی تو ہم کہیں گے کہ اس برکت کے لئے وہ الفاظ بعینہا موجود ہیں اگر صرف اس لفظ زائد میں وہ برکت نہیں تو ادب وتعظیم وتوقیر جو اس لفظ سے معلوم ہوتی ہے خالی از برکت نہ ہوگی اور اس وجہ سے کہ مقصود اس لفظ سے ادب ہے تو اس کے زیادہ کرنے میں کوئی محل تردد نہیں اس لئے کہ جہاں قطعاً امتثال امر میں کوتاہی لازم آتی تھی صدیق اکبر اور علی رضی اللہ عنہما نے ادب ہی کو ترجیح دی جس کا حال ابھی معلوم ہوا تو پھر یہاں ادب کے اختیار کرنے میں کیا کلام۔ بادنیٰ تامل یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع اولین وآخرین بلکہ تمام عالم کا سردار بنادیا ہے جس کی خبر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تو ہم کو بھی

Marfat.com

چاہیئے کہ اس سیادت کا اقرار ہر وقت حق تعالیٰ کے روبرو یعنی بحضور قلب کیا کریں جیسا کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں حق تعالیٰ کے روبرو عرض کریں گے بلکہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کا القا ہوگا۔ چنانچہ کنز العمال میں مسند امام احمد اور دارمی اور ابن راہویہ اور حارث اور ابو یعلی اور ابو عوانہ اور صحیح ابنِ حبان وغیرہ کتب حدیث سے ایک روایت طویل ابو بکر صدیق رضؓ سے منقول ہے جس میں اُس کی تصریح ہے۔

فیفتح اللہ علیہ من الدعاء شیئًا لم یفتحہ علی بشر قط فیقول ای رب خلقتنی سید ولد آدم ولا فخر الحدیث۔

یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت لینے کا قصد فرمادیں گے اس وقت حق تعالیٰ ایک ایسی دعا کا الہام حضرت کو فرمائے گا کہ کسی کو وہ الہام نہ ہوا ہو عرض کریں گے اے رب تونے مجھے سردارِ بنی آدم کا پیدا کیا اور کچھ فخر نہیں وغیرہ وغیرہ اس سے اور ایک بات معلوم ہوئی کہ سیادت حضرت کی تخلیق ہی کے وقت ملحوظ تھی۔ جو لفظ خلقتنی سے ظاہر ہے۔ پھر اس سیادت کا کون انکار کرسکے۔

الحاصل لفظ سیدنا سے چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کی تعظیم مقصود ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ کما قال تعالیٰ لِتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اس میں کسی مسلمان کو کلام کی گنجائش نہیں۔

جس کا نام محمّد ہو اُس کی تعظیم

بطفیل حضرتؐ کے اس شخص کی تعظیم کی ضرورت ہے جس کا نام محمّد ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمّدًا فلا تضربوہ ولا تحرموہ رواہ البزار۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی رافع سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس کو مت مارو اور مت محروم کرو انتہیٰ۔

وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجہا قط۔

ترجمہ۔ روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تکریم کرو اور مجلس میں اس کے لئے جائے کشادہ کرو اور ہرگز مت کرو اس کی مذمت اور توہین انتہیٰ۔

وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ ولا تقبحوہ بورک فی محمد وفی بیت فیہ محمد ومجلس فیہ محمد رواہ الدیلمی۔

ترجمہ۔ روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام محمدؐ رکھو تو اس کو بے نصیب اور محروم مت کرو اور اسکی توہین نہ کرو برکت دی گئی ہے محمد میں اور اس گھر میں جس میں محمد ہو اور جس مجلس میں محمدؐ ہو انتہیٰ۔

وعن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون محمدا ثم تسبونہ رواہ عبد بن حمید۔

ترجمہ۔ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ نام محمد رکھتے ہو پھر اس شخص کو گالیاں دیتے ہو۔

وعن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون اولادکم محمدا ثم تلعنونہم البزار ع ک۔

ترجمہ۔ روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کا نام محمدؐ رکھتے ہو پھر اُن پر لعنت کرتے ہو انتہیٰ۔

Marfat.com

یہ پانچوں روایتیں کنز العمال میں ہیں۔

الحاصل۔ ان روایتوں سے ثابت ہے کہ علاوہ نام مبارک کی بزرگی کے جس شخص کا وہ نام رکھا جائے اس شخص کی بزرگی اور اُس کا ادب کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اب بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نام والے کی بزرگی کیوں کی جائے اگر نام کی توہین کا لحاظ ہے تو صرف نام لے کر بدگوئی کرنا ممنوع ہوتا تاکہ ایہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہو جیسا کہ عمرؓ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے:۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال نظر عمر بن الخطاب الی ابی عبد الحمید وکان اسمه محمداً ورجل یقول له فعل الله بك وفعل وجعل یسبه فقال عند ذلك یا ابن زید ادن منی انی اری ان محمداً یسب بك والله لا تدعی محمد اما دمت حیا وسماه عبد الرحمن ثم ارسل الی بنی طلحة وهم یومئذ سبعة واکبرهم وسیدهم محمد بن طلحة فاراد ان یغیر اسمه فقال محمد بن طلحة یا امیر المومنین انشدك الله ان سمانی محمد الا محمد فقال عمر قوموا فلا سبیل الی شیء سماه محمد صلی الله علیه وسلم ابن سعد حم وابو نعیم فی المعرفة ذکره فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ابی عبد الرحمن کو جن کا نام محمد تھا سخت سست کہہ رہا ہے اُن کو اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ محمد تمہاری وجہ سے گالیاں دئے جاتے ہیں قسم خدا تعالیٰ کی آج سے تم تا حیات بنام محمد کبھی نہ پکارے جاؤگے اور اُن کا نام عبد الرحمن رکھدیا پھر فرزندان طلحہ کو بلوایا جن میں بڑے فرزند کا نام محمد تھا اس غرض سے کہ اُن کا بھی نام بدل دیں محمد بن ابی طلحہ نے کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام محمد رکھا ہے فرمایا جب حضرت نے یہ نام رکھا ہے تو اس کے بدلنے کی کوئی سبیل نہیں اور اُن کو اجازت دی انتہی۔

Marfat.com

اگرچہ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ کا گالیاں دئے جانا گوارا نہ ہوا مگر اصل واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے نام لے کر گالیاں نہیں دیں جس میں شائبہ توہین نام کا ہوتا اس نے تو خطاب کر کے فعل اللہ بک وفعل کہا تھا نہ یہ کہ فعل اللہ بمحمد وفعل اگر باوجود ان کی حضوری کے نام لے کر یہ کہتا تو عمر رضی اللہ عنہ بے سزا دئے اس کو کبھی نہ چھوڑتے بہر حال عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ملال جو ہوا سو اس شخص ہی کی توہین سے ہوا اور مذکورہ احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اس نام والے کی تعظیم و توقیر چاہیئے کیونکہ اس کو مجلس میں کشادہ جگہ دینا اور محروم نہ کرنا ذات سے متعلق ہے نام سے ان امور کو کچھ تعلق نہیں۔ نہیں معلوم اس قدر شرافت اس شخص کی ذات میں کہاں سے آگئی کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ذات میں سرایت کر جائے وہ تو ایک لفظ ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے مسمیٰ سے اس کو کیا علاقہ پھر اس نام کی شرافت عقلاً ثابت ہونا دشوار ہے جب خود اس نام کی شرافت ثابت نہ ہو سکے تو دوسرا شخص اس نام کی وجہ سے کیونکر مشرف ومکرم ہو سکے گا۔ مگر چونکہ اس باب میں صراحتاً حدیثیں وارد ہوگئیں تو اہل ایمان سے پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ارشاد کے مقابلہ میں عقل کی سنیں ایمان تو اسی کا نام ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مان لیا پھر اگر وہ مطابق عقل کے بھی ہے تو فبہا ورنہ عقل کو اس ارشاد کے آگے قربان کر دیا۔ غرض کہ کسی چیز پر متبرک نام آنے کی وجہ سے اس کا مکرم ہونا شارع علیہ السلام کے ارشاد سے ثابت ہے۔

نامِ مُبارک کی تعظیم و برکت

نام مبارک کی برکت وعظمت کو دیکھئے :-

وفی الحلیۃ لابی نعیم عن وھب بن منبہ قال کان رجل عصی اللہ مائۃ سنۃ ای فی نبی اسرائیل ثم مات فاخذوہ فالقوہ فی مزبلۃ فاوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اخرجہ فصل علیہ قال یارب ان

بنی اسرائیل شهد وانه عصاك مائة سنة فاوحی الله الیه هکذا الا انه کان کلما نشر التوراة ونظر الی اسم محمد صلی اللہ علیه وسلم قبله ووضعه علی عینیه فشکرت له ذلك وغفرت له وزوجته سبعین حورًا انتهی ذکره فی سیر الحلبی ۔

ترجمہ۔ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہگار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کو لوگوں نے کسی مزبلہ میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی۔ ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے نکال لاؤ اور اس پر نماز پڑھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا ارشاد ہوا یہ سچ ہے لیکن اس کی عادت تھی کہ جب توراۃ کو کھولتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دے کر اس کو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا اس لئے میں نے اس کو قبولیت عطا کی اور اس کو بخش دیا۔ اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں انتہیٰ۔

اب یہاں کس کس چیز کا بیان کیا جائے اگر اُن بزرگوار کی بیباکی کو دیکھئے تو موسیٰ علیہ السلام کے سے نبی کے وقت میں عمر بھر نافرمانی کر کے ایمان سلامت لے جانا بغیر کسی تائید باطنی کے ایک امر خطرناک ہے اور اگر خوش اعتقادی کو سمجھئے تو باوجود اس ظاہری بیگانگی اور معاصی کے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے عملوں کے ساتھ اس قسم کے ادب سے کیا ہوگا اور سابقۂ ازلی کی طرف نظر بڑھائی جائے تو کیسا مقبول ذریعہ قائم کیا گیا کہ سو برس کے گناہ ایک طرف رکھے رہے اور اس سے وہ کام نکالا گیا کہ تمام عمر کی جانفشانی سے نکلنا دشوار ہو۔ اگر اس ادب کی وقعت کا خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کو غضب میں لانے والے عمر بھر کے اعمال پر سبقت کر کے سب کو بخشوا لینا اسی کا کام تھا غرض کہ جب ادب کا یہ رتبہ ہو کہ گذشتہ امت والوں کو اس خوبی کے ساتھ سرفراز کرادے تو ہم خاص غلاموں کو اس سے کس قدر توقع ہوگی۔ اس پر بھی اگر ہم نام مبارک کو دیکھکر اور سُن کر

Marfat.com

کبھی بوسہ نہ لیں تو اتنا ضرور چاہیئے کہ حق تعالیٰ سے اُس کی توفیق طلب کریں۔

تقبیل وقتِ سماعِ نامِ مُبارک

اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو اور ہم لوگ حضرت کا نامِ مبارک سُن کر تقبیل کیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ برکات دارین کے مستحق ہو سکتے ہیں چونکہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں مختلف فیہ ہو رہا ہے اس لئے کسی قدر اس میں بحث کی جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اہل انصاف کو اُس سے حظ وافر نصیب ہوگا۔ تفسیر روح البیان میں قہستانی کی شرح کبیر اور محیط۔ اور قوت القلوب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب موذن اشھد ان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور دوسرے بار میں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے اور قرۃ عینی یا رسول اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اللھم متعنی بالسمع والبصر۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک موذن سے سُن کر انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کو اُن کے دونوں ابہام کے ناخنوں میں جلوہ گر فرمایا انھوں نے اس پر بوسہ دے کر اپنی آنکھوں پر ملا۔

پس یہ سُنّت اُن کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام نے یہ قصّہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا حضرت نے جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور انگوٹھوں پر بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر ملے تو کبھی اندھا نہ ہوگا پوری عبارت تفسیر روح البیان کی یہ ہے:۔

قال القھستانی فی شرحہ الکبیر نقلا عن کنز العباد اعلم یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادۃ الثانیہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

Marfat.com

وعند سماع الثانیه قرة عینی بک یارسول الله ثم یقال اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابهامین علی العینین فانه صلی الله علیه وسلم یکون قائداً له الی الجنة انتهی (قال بعضهم)

پشت ابهامین بر چشم مالیده این دعا بخواند. اللهم متعنی الخ و در صلوات نجمی فرمود که ناخن هردو ابهام را بر چشم نهد بطریق وضع نه بطریق مد و در محیط آورده که پیغمبر صلی الله علیه وسلم بمسجد در آمد و نزدیک ستون بنشست وصدیق رضی الله عنه در برابر آں حضرت نشسته بود بلال رضی الله عنه برخاست وباذان اشتغال فرمود چون گفت اشهد ان محمداً رسول الله ابوبکر رضی الله عنه هردو ناخن ابهامین خود را بر هردو چشم خود نهاده گفت قرة عینی بک یارسول الله چوں بلال رضی الله عنه فارغ شد حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم فرمود که یا ابابکر هرکه بکند چنیں که تو کردی خدا بیامرزد گناہان جدید وقدیم اورا اگر بعمد بوده باشد وگر بخطا و حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رفع الله درجته در قوت القلوب روایت کرده از ابن عیینه رحمه الله که حضرت پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام بمسجد درآمد درده محرم وبعد ازاں که نماز جمعه ادا فرموده بود نزدیک اسطوانه قرار گرفت وابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه بظهر ابهامین چشم خود را مسح کرد وگفت قرة عینی بک یارسول الله وچوں بلال رضی الله عنه را از اذان فراغت روئے نمود حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم فرموده که اے ابابکر هرکه بگوید آنچه تو گفتی از روئے شوق بلقائے من وبکند آنچه تو کردی خدائے درگذارد گناہان ویرا آنچه باشد نو وکہن خطا وعمد نہاں وآشکارا ومن درخواستگیم جرائم ویرا و در مضمرات بریں وجہ نقل کرده.

وفی قصص الانبیاء وغیرها ان آدم علیه السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی الله علیه وسلم حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالیٰ الیه هو من صلبک ویظهر فی آخر الزمان فسال لقاء محمد صلی الله علیه وسلم حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالیٰ الیه فجعل الله النور المحمدی فی

اصبعه المسبحة من يده اليمنی فسبح ذلك النور فلذلك سميت تلك الاصبع مسبحة، كما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالی جمال حبيبه فی صفاء ظفری ابهاميه مثل المرآة فقبل آدم ظفری ابهاميه ومسح علی عينيه فصار اصلا لذريته فلما اخبر جبريل النبی صلی الله عليه وسلم بهذه القصة قال عليه السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهاميه ومسح علی عينيه لم يعم ابدا قال الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة ان هذا الحديث لم يصح فی المرفوع والمرفوع من الحديث هو ما اخبر الصحابی عن قول رسول الله عليه السلام و فی شرح اليمانی ويكره تقبيل الظفرين ووضعهما علی العينين لانه لم يرد فيه حديث والذی فيه ليس بصحيح انتهی۔ يقول الفقير قد صح عن العلماء تجويز الاخذ بالحديث الضعيف فی العمليات فكون الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل بمضمونه وقد اصاب القهستانی فی القول باستحبابه وكفانا كلام الامام المكی فی كتابه فانه قد شهد الشيخ السهروردی رح فی عوارف المعارف بوفور علمه وكثرة حفظه وقوة حاله وقبل جميع ما اورده فی كتابه قوت القلوب ولله در ارباب الحال فی بيان الحق وترك الجدال انتهی

اور امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے :۔

حديث مسح العينين بباطن انملتی السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلی الله عليه وسلم نبيا ذكره الديلمی فی الفردوس من حديث ابی بكر الصديق انه لما

سمع قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله قال هذا وقبل باطن
الانملتين السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله عليه وسلم
من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي ولا يصح
وكذا ما اورده ابو العباس احمد بن ابي بكر الرداد اليماني المتصوف
في كتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسند فيه مجاهيل مع
انقطاعه عن الخضر عليه السلام انه من قال حين يسمع المؤذن
يقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن
عبد الله صلى الله عليه وسلم ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه
لم يرمد ابدا ثم روى بسند فيه من لم اعرفه عن اخيه الفقيه محمد
بن البابا فيما حكى عن نفسه انه هبت ريح فوقعت منه حصاة في
عينه واعياه خروجها والمته اشد الالم وانه لما سمع المؤذن يقول
اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك فخرجت الحصاة من فوره
قال الرداد وهذا يسير في جنب فضائل الرسول صلى الله عليه وسلم
وحكى الشمس محمد بن صالح المدني امامها وخطيبها في تاريخه عن
المجد احد القدماء من المصريين انه سمعه يقول من صلى على
النبي صلى الله عليه وسلم اذا سمع ذكره في الاذان وجمع اصبعيه
المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا قال
ابن صالح وسمعت ذلك ايضاً من الفقيه محمد بن الزرندي عن
بعض شيوخ العراق او العجم انه يقول عند ما يمسح عينيه صلى الله
عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا
قرة عيني وقال لي كل منهما منذ فعلته لم ترمد عيني قال ابن صالح

وانا ولله الحمد والشکر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتهما تدوم دانی اسلم من العمی انشاء الله قال وروی عن الفقیه محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیه العالم ابوالحسن علی بن محمد الحدید الحسینی اخبرنی الفقیه الزاهد البلالی عن الحسن علیه السلام انه قال حین یسمع الموذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله علیه وسلم ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعمو ولم یرمد وقال الطاؤسی انه سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجه حدیث من قبل عند سماعه من الموذن کلمة الشهادة ظفری ابهامیه ومسحها علی عینیه وقال عند المس اللهم احفظ حدقتی و نورهما ببرکة حدقتی محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم ونورهما لم یعم ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شیٔ انتہی۔

ترجمہ۔ روایت کی دیلمی رح نے فردوس میں کہ جب ابوبکر صدیق رض نے موذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سنتے تو کہتے اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا اور بوسہ دیتے کلمہ کی انگلیوں کے باطن پر اور ملتے اُن کو اپنی آنکھوں پر اور کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی کرے جیسا کہ کیا خلیل نے میرے تو ثابت ہوگی اس کے لئے شفاعت میری لیکن یہ حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہنچی اور ایسا ہی وہ روایت جس کو ابوالعباس احمد بن ابی بکر الردادا لیمانی نے کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ میں خضر علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص موذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے پھر بوسہ دے انگوٹھوں پر اپنے اور رکھے اُن کو آنکھوں پر تو اس کی آنکھوں میں رمد کی بیماری کبھی نہ ہوگی۔ اس حدیث کی روایت میں بعض مجاہیل ہیں اور انقطاع

Marfat.com

بھی ہے پھر روایت کی ابوالعباسؒ نے اپنے بھائی فقیہ محمد بن البابا سے کہ ایک بار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری اُن کی آنکھ میں گری بہتیرا اس کو نکالا نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا جب موذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سنا حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی رواد کہتے ہیں کہ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اور شمس محمد بن صالح مدنی اپنی تاریخ میں مجدؒ سے جو قدمائے مصر میں سے ہیں حکایت کرتے ہیں کہ جو شخص نامِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان میں سن کر درود پڑھے اور انگشتانِ شہادت کو جمع کرکے اُن پر بوسہ دے پھر ملے دونوں آنکھوں پر تو مرض رمد میں کبھی مبتلا نہ ہوگا۔ ابن صالح مذکور کہتے ہیں کہ فقیہ محمد بن الرزندی سے بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے لیکن وہ روایت کرتے تھے بعض شیوخ عراق سے کہ آنکھوں پر انگوٹھے ملنے کے وقت کہتے تھے یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی ابن صالح کہتے ہیں کہ وہ دونوں شیخ کہتے تھے کہ جب سے ہم نے یہ شروع کیا ہے کبھی ہمیں آشوب چشم نہ ہوا اور الحمد للہ جب سے میں نے سنا ہے میرا بھی عمل اس پر جاری ہے اور مجھے بھی کبھی آشوب چشم نہ ہوا۔

الحاصل دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے۔ اور جس کسی کی طبیعت میں گستاخی اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ تدین میں اس کے کچھ نہ کچھ علت ہوگی۔

بے ادبی کی ابتداء

سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں گستاخانہ انا خیر منہ کہا اور ابدالاباد کے لئے مردود بارگاہ کبریائی ٹھیرا اسی وقت سے آدمیوں کی عداوت اس کے دل میں جمی اور ان کی خرابی کے درپے ہوا۔ کما قال ولاغوینھم اجمعین الآیہ اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو پوری کرنے میں اس سے بہتر کوئی

تدبیر ہو سکتی ہے جس کا تجربہ خود اسی کی ذات پر ہو چکا ہے۔ یعنی دعوئ انانیت اور ہمسری بزرگان دین۔ جب دیکھا کہ گستاخی اور بے ادبی کو مردود بنانے میں نہایت درجہ کا اثر اور کمال ہے اس لئے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کی عام تعلیم شروع کردی چنانچہ ہر زمانہ کے کفار انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں یہی کہا کئے اب اس کلام کو دیکھئے تو اس میں بھی وہی بات ہے جو اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ میں تھی۔ اور اگر کسی قدر فرق ہے تو وہ بھی بے موقع نہیں کیونکہ تابع و متبوع کی ہمتوں میں اتنا فرق ضرور ہے جس پر تفاوت درجات و درکات مرتب ہو۔ غرض کہ انبیا علیہم السلام نے ہزارہا معجزے دکھائے مگر کفار کے دلوں میں اُن کی عظمت اس نے جمنے نہ دی پھر جن لوگوں نے ان کی عظمت کو مان لیا اور مسلمان ہوئے اُن سے کسی قدر اس کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اُن سے تو وہ بیباکی نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کفار سے ظہور میں آئی یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز دکھائی جائے جو دین میں بھی محمود ہو آخر یہ سوچا کہ راست گوئی کے پردہ میں یہ مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھول دیا۔ اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہ ہو اس لباس میں آراستہ کرکے احمقوں کے فہم میں ڈال دیتا ہے اور کچھ ایسا بیوقوف بنا دیتا ہے کہ راست گوئی کی دھن میں نہ ان کو کسی بزرگ کی حرمت و توقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ چنانچہ کسی بیوقوف نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جو یہ مال بانٹتے ہیں اُس میں عدل و انصاف کیجئے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ انہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم قسما اذ اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمرؓ یارسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤون القرآن لا یجاوز تراقیھم

يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ينظر الى رصافه فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى نصله فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى نضيه وهو قدحه فلا يوجد فيه شئ ثم ينظر الى قذذه فلا يوجد فيه شئ قد سبق الفرث والدم آيتهم رجل اسود احدى عضديه مثل ثدى المرأة او مثل البضعة تدردر ويخرجون حين فرقة من الناس قال ابو سعيد فاشهد انى سمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم واشهد ان على ابن ابى طالب قاتلهم وانا معه فامر بذلك الرجل فالتمس فاتى به حتى نظرت اليه على نعت النبى صلى الله عليه وسلم الذى نعته۔

ترجمہ ۔ روایت ہے ابوسعید خدری رضؓ سے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ آیا جو قبیلۂ بنی تمیم سے تھا۔ اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے حضرتؐ نے فرمایا تیری خرابی ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا اور جب میں نے عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہوگیا۔ عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حکم دیجئے کہ اس کی گردن ماروں فرمایا جانے دو۔ اُس کے رفقا ایسے لوگ ہیں کہ ان کی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھوگے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے گلے کے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ کی آلائش و خون میں سے پار ہوتا ہے۔ مگر نہ اس کے پیکان میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اس کے بندن میں جس سے پیکاں باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں نشانی ان کی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیہ فام ہوگا جس کا ایک بازو مثل عورت کی پستان کے یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتا ہوگا۔ وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی

Marfat.com

دیتا ہوں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اُن لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی علیؓ کے ساتھ تھا انھوں نے بعد فتح کے حکم دیا کہ اس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرتؐ نے دی تھی چنانچہ جب اس کی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اس کی حضرتؐ نے کہی تھیں سب اُس میں موجود تھیں انتہیٰ۔

الحاصل شیطان نے اُس احمق کے ذہن میں یہی جمایا کہ عدل بے شک عمدہ شے ہے اگر صاف صاف حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہدیا جاوے تو کیا مضائقہ اس بیوقوف نے یہ نہ خیال کیا کہ بات تو چھوٹی ہے۔ مگر بہ نسبت شان نبوی کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اس کا کیا ہوگا چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب القتل ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام ہم مشربوں کے ساتھ مارا جائے اس لئے باوجود عمرؓ کی درخواست کے اس وقت اغماض فرمایا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن بنيط بن شريط قال لما فرغ من قتال اهل النهروان قال قلبوا القتلى فقلبناهم حتى خرج فى اخرهم رجل اسود على كتفه مثل حلمة الثدى فقال على الله اكبر والله ماكذبت ولا كذبت كنت مع النبى صلى الله عليه وسلم وقد قسم فجاء هذا فقال يا محمدؐ اعدل فوالله ما عدلت منذ اليوم فقال النبى صلى الله عليه وسلم ثكلتك امك ومن يعدل عليك اذا لم اعدل فقال عمر بن الخطاب يارسول الله الا اقتله فقال النبى صلى الله عليه وسلم لادعه فان له من يقتله فقال صدق الله خط كذا فى كنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے نبیط ابن شریط سے کہ جب فارغ ہوئے علیؓ اہل نہروان کے قتل سے کہا کشتوں میں اُس شخص کو تلاش کرو جب ہم نے خوب ڈھونڈا تو سب کے آخر میں ایک شخص سیہ فام نکلا جس کے شانہ پر ایک پارۂ گوشت مثل سر پستان کے تھا یہ دیکھتے ہی علیؓ

نے کہا اللہ اکبر قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اس کا مرتکب ہوا ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت غنیمت کا مال تقسیم فرمارہے تھے کہ یہ شخص آیا اور کہا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم عدل کیجئے کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کروں فرمایا نہیں چھوڑ دو اس کو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ علیؓ نے یہ کہکر کہا صدق اللہ انتہیٰ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اس کی لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھئے کہ اس ایک گستاخی نے اس شخص کو کہاں پہنچا دیا اور وہ کثرت عبادت اور ریاضت اسکی اس کے کس کام آئی جس کی تصریح اس حدیث میں ہے:۔

عن ابی برزۃ قال اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بدنانیر فجعل یقسمہا وعندہ رجل اسود مطموم الشعر علیہ ثوبان ابیضان بین عینیہ اثر السجود وکان یتعرض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطہ فاتاہ فعرض من قبل وجہہ فلم یعطہ واتاہ من قبل یمینہ فلم یعطہ شیئاً ثم اتاہ من قبل شمالہ فلم یعطہ شیئاً ثم اتاہ من خلفہ فلم یعطہ شیئاً فقال یا محمد ما عدلت منذ الیوم فی القسمۃ فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضباً شدیداً ثم قال واللہ لا تجدون احداً اعدل علیکم منی ثلاث مرات ثم قال یخرج علیکم رجال من قبل المشرق کان ہذا منہم ھکذا یقرؤن القران لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لا یعودون الیہ ووضع یدہ علی صدرہ سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون اخرھم مع المسیح الدجال فاذا رایتموھم فاقتلوھم ثلثا ھم شر الخلق والخلیقۃ یقولھا ثلثا حمن

وابن جریر طب لک کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی برزہؓ سے کہ کہیں سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے تھے اس کو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرتؐ کے پاس ایک شخص سیہ فام تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرمائیں مگر حضرتؐ نے کچھ نہ دیا۔ وہ روبرو آکر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا داہنی طرف سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا بائیں طرف سے آکر مانگا کچھ نہ ملا پیچھے سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ نے تقسیم میں عدل نہ کیا حضرتؐ اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین بار فرمایا خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے پھر فرمایا یہ اُن لوگوں میں سے ہے جو تم پر مشرق کی طرف سے نکلیں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ لوٹیں گے دین کی طرف اور دست مبارک سینہ پر رکھکر فرمایا نشانی اُن کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے۔ ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہوں گے پھر تین بار فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھو تو قتل کر ڈالو وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں یہ جملہ تین بار فرمایا روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور نسائی اور ابن جریر اور طبرانی اور حاکم نے انتہیٰ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرت صلوٰۃ سے پیشانی میں اس کے گٹھا پڑ گیا تھا۔ غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرت عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور اس کے ہم خیال جو واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھیرے وجہ اس کی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔

Marfat.com

خوارج کی بے ادبی اور اُن کا حال

اس قوم کا حال سُنیئے جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بے ادب اصحاب فرمایا ہے۔ ابن اثیرؒ نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ابتدا اس گروہ یعنی خوارج کی یہ ہوئی کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہؓ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں طرفین سے ہزارہا صحابہؓ اور تابعین شہید ہوئے آخر یہ ٹھیرا کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد قرار پائیں جو موافق کتاب وسنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی موقوف ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیسؓ اور معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ مقرر ہوئے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لے کر ہر ہر قبیلہ میں سنانا اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا جب قبیلۂ بنی تمیم میں پہنچے عروہ بن ادیہ تمیمی نے سن کر کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا یہ کہکر اشعث بن قیس کے سواری کے جانور کو تلوار ماری اور اس پر سخت جھگڑا ہوا جب علیؓ کو یہ خبر پہنچی فرمایا بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے اگر وہ لوگ سکوت کریں تو ہم اُن پر مصیبت ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو ان پر دلیل قائم کریں گے اور اگر مقابل ہوں تو ہم اُن سے لڑیں گے یہ سنتے ہی یزید بن عاصم محاربی اُٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ "حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے یا اللہ پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین میں دناءت اور کم ہمتی کو عمل میں لائیں کیونکہ اس میں مداہنت ہے اللہ کے امر میں اور ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غصہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علیؓ کیا ڈراتے ہو تم ہم کو قتل سے آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی میں امید رکھتا ہوں کہ ماریں گے ہم تم کو تلواروں کی دھارے تب تم جانوگے کہ ہم میں سے کون مستحق عذاب ہے پھر اس کے بھائی نکلے

Marfat.com

اور خوارج کے ساتھ مل گئے اسی طرح روز بروز جمعیت اُن کی بڑھتی چلی ایک روز سب عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور خواہش دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت بیان کی پھر کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں ہمیں لازم ہے کہ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کے طرف نکل جائیں تاکہ ان گمراہ کرنے والی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے۔ اس کے بعد حرقوص ابن زبیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ "لوگو متاع اس دنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جدائی اس سے قریب ہے کہیں زینت اور تازگی اس کی تمہیں اسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلب حق اور انکار ظلم سے نہ پھیرے اور یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے اس خطبہ کے بعد حمزہ ابن سنان اسدی نے کہا اے قوم رائے وہی ہے جو تم نے سوچی ہے مگر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی امور کا ہو سکے سب نے زید بن حصین طائی پر اتفاق کیا مگر اس نے امارت کو قبول نہ کیا۔ پھر حرقوص ابن زبیر پر سب کی رائے قرار پائی اس نے بھی انکار کیا اسی طرح حمزہ بن سنان اور شریح ابن اوفی عبسی نے بھی انکار کیا۔ پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی طرف رجوع کیا جب اس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا بمجبوری قبول کیا اور کہا خدا کی قسم مجھے اس امارت کے قبول کرنے میں مطلقاً خواہش دنیوی نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اس سے باز رہوں غرض کہ میں نے صرف اللہ کے واسطے قبول کیا ہے اگر اس میں مر جاؤں تو مجھے پروا نہیں پھر سب شریح ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے۔ اس مجلس میں ابن وہب نے کہا اب کوئی شہر ایسا دیکھنا چاہیئے کہ ہم سب اسی میں جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو سب نے بالاتفاق نہروان کو پسند کیا اور روانہ ہو گئے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو نامہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ طرف سے عبداللہ علی امیر المومنین کے زید بن حصین اور عبداللہ بن وہب

Marfat.com

اور اُن کے اتباع کو معلوم ہو کہ وہ دو حَکَم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے انھوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی جب انھوں نے قرآن وسنّت پر عمل نہیں کیا تو اللہ اور اللہ کے رسول اور سب اہل ایمان اُن سے بری ہوگئے۔ تم لوگ اس خط کے دیکھتے ہی ہماری طرف چلے آؤ تاکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف نکلیں اور اب ہم اپنی اسی پہلی بات پر ہیں انتہیٰ۔"

اس نامہ کے جواب میں انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اُس میں نفسانیت شریک ہے۔ اب بھی اگر اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کردیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا انتہیٰ۔

اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے موحد تھے کہ جن کے نزدیک آدمی کو حَکَم بنانا شرک تھا اور بدعت سے انھیں کس قدر تنفر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر ہے چھوڑ دیا اور دنیا کی بے ثباتی اور زہد وتقویٰ کی ترغیب وتحریص اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام اور امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا عذر وحیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جو شخص سنے کمال دینداری پر اُس گروہ کے گواہی دینے کو مستعد ہوجائے اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود صحابہؓ کو اُن کی حقانیت کا دھوکا ہوتا تھا جیسا کہ حضرت جندبؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

عن جندبؓ قال لما فارقت الخوارج علیًا خرج فی طلبھم وخرجنا معہ فانتھینا الی عسکر القوم فاذا لھم دوی کدوی النحل من قراءۃ القرآن واذا فیھم اصحاب النقبات واصحاب البرانس فلما رأیتھم دخلنی من ذلک شدۃ فتنحیت فرکزت رمحی ونزلت عن فرسی ووضعت برنسی فنشرت علیہ درعی واخذت بمقود فرسی فقمت اصلی الی

Marfat.com

رمحی وانا اقول فی صلاتی اللهم ان کان قتال هولاء القوم لک طاعة فأذن لی فیه وان کان معصیة فارنی برایك فانا کذلك اذا قبل علی بن ابی طالبؓ علی بغلة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما جاء الی قال نعوذ بالله یا جندب من شر السخط فجئت اسعی الیه ونزل فقام یصلی اذ اقبل رجل فقال یا امیر المؤمنین الک حاجة فی القوم قال وماذاك قال قطعوا النهر فذهبوا قال ما قطعوه قال سبحان الله ثم جاء آخر فقال قطعوا النهر فذهبوا قال ما قطعوه قال سبحان الله ثم جاء آخر فقال قد قطعوا النهر فذهبوا قال علی ما قطعوه ثم جاء آخر فقال قطعوا النهر فذهبوا فقال علی ما قطعوه ولا یقطعوه ولیقتلن دونه عهد من الله ورسوله ثم رکب فقال لی یا جندب اما انا فابعث الیهم رجلا یقرء المصحف یدعوا الی کتاب ربهم وسنة نبیهم فلا یقبل علینا بوجهه حتی یرشقوه بالنبل یا جندب انه لا یقتل منا عشرة ولا ینجو منهم عشرة ثم قال من یاخذ هذا المصحف فیمشی به الی هولاء القوم فیدعوهم الی کتاب الله وسنة نبیهم وهو مقتول وله الجنة فلم یجبه الا شاب من بنی عامر بن صعصعة فقال له علی خذ هذا المصحف اما انك مقتول ولست مقبلا علینا بوجهك حتی یرشقوك بالنبل فخرج الشاب بالمصحف الی القوم فلما دنا منهم حیث یسمعوا قاموا ونشبوا القوس قبل ان یرجع فرماه انسان فاقبل ان یرجع فرماه انسان فاقبل علینا بوجهه فقعد فقال علی دونکم القوم قال جندب فقتلت بکفی هذه ثمانیه قبل ان اصلی الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة کما قال طس کذا فی کنز العمال ۔

ترجمہ ۔ روایت ہے جندبؓ سے کہ جب خوارج علیحدہ ہوگئے علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے جب ہم اُن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑھنے کا سُنا گیا اور

حالت ان کی یہ کہ تہمد بندھے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوئے یعنی کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آتے تھے ان کا یہ حال دیکھنے سے تو ان کا قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا اور ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دیا اور گھوڑے سے اتر کر نیزہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کیا اور اس میں یہ دعا کی نہ الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو ہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا اے جندب شر نارضامندی سے پناہ مانگو میں یہ سنتے ہی اُن کی طرف دوڑا اور وہ اُتر کر نماز پڑھنے لگے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا یا امیر المومنین کیا آپ کو ان لوگوں سے کچھ حاجت ہے۔ فرمایا کیا بات کہا وہ سب نہر سے پار ہو گئے یعنی اب اُن کا تعاقب مشکل ہے فرمایا پار نہیں ہوئے اس نے کہا سبحان اللہ پھر دوسرا شخص آیا اور کہا کہ وہ لوگ نہر کے پار اُتر گئے فرمایا نہیں کہا سبحان اللہ پھر تیسرا شخص آیا ویسا ہی کہا اور وہی جواب پایا پھر چوتھا شخص آیا اور وہی کہا فرمایا نہ وہ پار اترے اور نہ اتریں گے اسی طرف سب قتل کئے جائیں گے۔ خدا و رسول کی طرف سے یہ بات ٹھیری ہوئی ہے۔ پھر سوار ہوئے اور فرمایا اے جندب میں ایک شخص کو اُن کی طرف بھیجتا ہوں جو قرآن پڑھ کے اُن کو اُن کے رب کی کتاب اور ان کے نبیؐ کی سنت کی طرف بلائے دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا کہ اُس کو تیروں سے مار لیں گے۔ اب جندب ہم میں سے دس شخص نہ مارے جائیں گے اور ان میں سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پھر فرمایا کوئی ہے کہ یہ مصحف اس قوم کی طرف لے جائے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُن کے نبیؐ کی سنت کی طرف بلائے اور مارا جائے پھر اس کے لئے جنت ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو بنی عامر سے تھا فرمایا کہ یہ مصحف لے جاؤ اور تم لوٹ کے نہ آؤ گے۔ وہ جوان قرآن لے کر اُن کی طرف روانہ ہوا جب ایسے موقع پر پہنچا کہ اس کی آواز اُن تک پہنچنے لگی وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور تیر مارنا شروع کیا۔ قبل اس کے کہ وہ لوٹے ایک شخص کا تیر اس کے لگا اس جوان نے نہر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف منہ کیا اور بیٹھ گیا اس وقت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حکم دیا کہ اب اس قوم کو لو۔

Marfat.com

جندبؓ کہتے ہیں کہ میں نے قبل نماز ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور اُن کے دس آدمی نہ بچے۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے انتہیٰ

دیکھئے جندب رضی اللہ عنہ پر اُن کے زہد و عبادت کا کس قدر اثر پڑا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں اُن کو تردد ہوگیا تھا۔ اگر وہ تمام پیشین گوئیاں علی کرم اللہ وجہہٗ کی وقوع میں آتیں تو معلوم نہیں کہ ملال اُس کا کیونکر رفع ہوتا۔ باوجود اُس کے قتل کے بعد پھر اُن کے حالات کا سب کو خیال آیا اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین آدمی ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہوئے ہوں اور اس فکر نے یہاں تک اثر ڈالا کہ سب کے سب رونے لگے۔

کما فی کنز العمال عن طارق بن زیاد قال خرجنا مع علی الی الخوارج فقتلھم قال اطلبوا فان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ یخرج قوم یتکلمون بکلمۃ الحق لایجاوز حلوقھم یخرجون من الحق کما یخرج السھم من الرمیہ سیماھم ان فیھم رجلا اسود مخدج فی یدہ شعرات سود فانظروا ان کان ھو فقد قتلتم شر الناس وان لم یکن فقد قتلتم خیر الناس فبکینا فقال اطلبوا فطلبنا فوجدنا المخدج فخررنا سجودا وخر علیؓ معنا الدورقی وابن جریر۔

ترجمہ۔ روایت ہے طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ خوارج کی طرف اور اُن کو قتل کیا پھر علیؓ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی جن کی بات حق ہوگی لیکن اُن کے حلق کے نیچے۔ وہ بات نہ اترے گی نکل جائیں گے وہ لوگ حق سے جیسا کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ علامت اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص ہوگا اور اس پر سیاہ بال ہوں گے اس کو ڈھونڈو اگر وہ شخص اُن میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے سب آدمیوں سے بدتر لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تم نے

Marfat.com

قتل کیا یہ سن کر سخت پریشانی ہوئی اور سب رونے لگے فرمایا ڈھونڈو تو سہی جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی تمام اہلِ لشکر مارے خوشی کے سجدۂ شکر میں گرے اور علیؓ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر بجالایا۔ انتہیٰ

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس قوم کا تقویٰ اور تورع اور عبادت و زہد کس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ بعد قتل کے اُن حضرات کو اس قدر خوف ہو اور نہ یہی حضرات لشکرِ معاویہؓ کو برابر قتل کرتے رہے جن میں ہزارہا صحابہ و تابعین شریک تھے۔ پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ اُن کے قتل میں ایسے متردد ہوئے ہوں اس قوم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے سے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد میں نے کبھی نہیں دیکھے جیسا کہ اس حدیث میں مصرح ہے جس کو امام نسائیؒ نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے

عن ابی زمیل سماك الحنفی قال حدثنا عبد اللہ بن عباس قال لما خرجت الحروریۃ اجتمعوا فی دارھم ستۃ الاف اتیت علیا علیہ السلام فقلت یا امیر المومنین ابرد الظھر لعلی اتی ھولاء القوم فاکلمھم قال انی اخاف علیك قلت کلا قال فخرجت الیھم ولبست احسن ما یکون من حلل الیمن قال ابوزمیل کان ابن عباس جمیلا جھیرًا قال ابن عباس فاتیتھم وھم مجتمعون فی دارھم قائلون فسلمت علیھم فقالوا مرحبا بك یا ابن عباسؓ فما ھذہ الحلۃ قال قلت ما تعیبون علی لقد رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن ما یکون من الحلل ونزل قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قالوا فما حالك قلت اتیتکم من عند صحابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المھاجرین والانصار لابلغکم ما یقولون واخبرھم بما تقولون فعلیھم نزل القرآن

وهوا علم بما يوحى منكم وفيهم انزل وليس فيكم منهم احد فقال بعضهم لا تخاصموا قريشا فان الله تعالى يقول هم قوم خصمون قال ابن عباس واتيت قوما لم ار قوما قط اشد اجتهادا منهم منهمة وجوههم من السهر كان ايديهم وركبهم تثنى عليهم قمص مرحضة فقال بعضهم لنكلمنه ولننظرن ما يقول قلت اخبرونى ماذا نقمتم على ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وصهره والمهاجرين والانصار قالوا ثلثا قلت ما هن قالوا اما احداهن فانه حكم الرجال فى امر الله تع وقال الله تعالى ان الحكم الا لله وما للرجل والحكم فقلت هذه واحدة واما الثانية فانه قاتل ولم يسب لم يغنم فلئن كان الذى قاتل كفارا لقد حل سبيهم وغنيمتهم ولئن كانوا مؤمنين ما حل قتالهم قلت هذه ثنتان فما الثالثة قالوا انه محى اسمه من امير المومنين فهو امير الكافرين قلت اعندكم سوى هذا قالوا حسبنا هذا فقلت لهم ارايتم ان قرات عليكم من كتاب الله ومن سنة نبيه صلى الله عليه وسلم ما يرد به قولكم اترضون قالوا نعم فقلت لهم اما قولكم حكم الرجال فى امر الله تعالى فانا اقرا عليكم ما قد رد حكمه الى الرجال فى ثمن ربع درهم فى ارنب ونحوها من الصيد فقال - يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم الى قوله تعالى يحكم به ذوا عدل منكم فنشدتكم بالله احكم الرجال فى ارنب ونحوها من الصيد افضل ام حكمهم فى دمائهم وصلاح ذات بينهم وان تعلموا ان الله تعالى لو شاء لحكم ولم يصير ذلك الى الرجال وفى المراة وزوجها قال الله عز وجل وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا

حکما من اھلہ وحکما من اھلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما فجعل
اللہ تعالیٰ حکم الرجال سنۃ ماضیۃ۔ اخرجت من ھذہ قالوا نعم قلت
واما قولکم قاتل ولم یسب ولم یغنم اتسبون امکم عائشہ رضی اللہ عنہا
ثم تستحلون منہا ما یستحل من غیرھا فلئن فعلتم فقد کفرتم وھی امکم
وان قلتم لیست بامنا لقد کفرتم ان اللہ تعالیٰ یقول النبی اولیٰ بالمؤمنین
من انفسہم وازواجہ امہاتہم فانتم تدورون بین ضلالتین ایہما
صرتم الیہا صرتم الی ضلالۃ فنظر بعضہم الی بعض قلت اخرجت من
ھذہ قالوا نعم قلت اما قولکم محی اسمہ من امیر المؤمنین فانا انبئکم
بمن ترضون واراکم قد سمعتم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیہ
کاتب سہل بن عمرو وابا سفیان بن حرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لامیر المومنین اکتب یا علی ھذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ فقال
المشرکون لا واللہ ما نعلم انک رسول اللہ لو نعلم انک رسول اللہ ما
قاتلناک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انک تعلم انی
رسول اللہ اکتب یا علی ھذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ فواللہ لرسول
اللہ خیر من علی وما اخرجہ من النبوۃ حین محی نفسہ قال عبد اللہ بن
عباس فرجع من القوم الفان وقتل سائرھم علی ضلالۃ انتہی۔ قال
الحاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابو زمیل سماک حنفی سے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب نکلے حروریہ اور جمع
ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں میں نے علی رضؓ کے پاس جا کر کہا کہ یا امیر المومنین نماز ظہر میں
کسی قدر توقف کیجئے میں چاہتا ہوں کہ اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو کروں۔ فرمایا میں
ڈرتا ہوں کہ تمہیں کہیں ضرر نہ پہنچائیں میں نے کہا کچھ خوف نہ کیجئے پھر میں عمدہ حلہ یمنی پہن کر نکلا۔

Marfat.com

ابوزمیل کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور بلند آواز تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس قوم میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے اور ان پر سلام کیا انھوں نے اس کے جواب میں کہا مرحبا اے ابن عباس اور یہ حلہ کیسا میں نے کہا مجھ پر کیا عیب دھرتے ہو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ حلہ دیکھا ہے اور یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے:۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ. یعنی کہیئے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اپنے بندوں کے لئے پھر میں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس سے جن میں مہاجرین و انصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں اُن کے اقوال پہنچادوں وہ لوگ وہ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں انھیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا اور اُن میں سے تم میں کوئی نہیں ہے۔ جب انھوں نے یہ سُنا تو بعضوں نے کہا قریش سے مباحثہ مت کرو کیونکہ حق تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے۔ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ یعنی وہ لوگ جھگڑنے والے ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں گیا کہ عبادت میں کوشش کرنے والے اُن سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا چہرے اُن کے زیادہ جگنے سے سوکھے سوکھے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ٹیڑھے سفید کپڑے پہنے ہوئے غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم مباحثہ کرتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں میں نے کہا یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد میں اور مہاجرین و انصار میں تم نے کیا عیب دیکھا ہے کہا تین عیب میں نے کہا وہ کیا۔ کہا ایک تو یہ کہ انھوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حکم بنایا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے آدمی کو حکم سے کیا علاقہ کہا دوسرا یہ کہ انھوں نے جنگ کیا پھر نہ ان لوگوں کو قید کیا نہ اُن کا مال لوٹا اگر وہ لوگ کافر تھے تو اُن کا مال حلال اور غنیمت تھا اور اگر مسلمان تھے تو ان کے ساتھ لڑنا ہی درست نہ تھا۔ کہا میں کہ دو ہوئے، تیسری بات کیا ہے کہا انھوں نے اپنے نام سے لفظ امیر المومنین کو مٹا دیا تو اب

وہ امیر الکافرین ہیں۔ میں نے کہا اس کے سوائے بھی کچھ اور الزامات ہیں۔ کہا بس یہی ہیں۔ میں نے کہا اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی آیتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھوں تو کیا تم راضی ہو گے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے امر میں انھوں نے آدمیوں کو حکم بنایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالیٰ نے ربع درہم کے معاملہ کو آدمیوں کی رائے پر رکھا یعنی محرم اگر خرگوش برابر جانور کو شکار کرے تو اس کی جزا میں جس کا اندازہ ربع درہم ہوگا دو شخص عدل کے حکم کی ضرورت ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِلٰی قولہٖ تعالیٰ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ اب میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ آدمیوں کا حکم ہونا خرگوش کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون اور اُن کے اصلاح کے معاملہ میں۔ اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرماتا اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں حکم بنانے کی اجازت اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حکم بنانا سنتِ جاریہ ہے کیا اس اعتراض کا جواب ہوگیا۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ انھوں نے جنگ کی مگر کسی کو قیدی نہ بنایا۔ اور نہ غنیمت لی سو میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنالوگے اور اُن سے حلال سمجھو گے جو اوروں سے حلال سمجھتے ہو اگر اس کے قائل ہوئے تو کافر ہوگئے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں۔ اور اگر تم نے کہا کہ ماں نہیں ہیں تب بھی کافر ہوگئے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ اس صورت میں تم دو گمراہیوں میں سرگرداں رہو گے جس کو اختیار کیا گمراہ ہوئے یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے میں نے کہا اس اعتراض کا بھی جواب ہوگیا۔ کہا ہاں پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ لفظ امیر المومنین کو مٹا دیا سو میں اُن کے حال سے خبر دیتا ہوں جس سے تم راضی ہو جاؤ گے اور میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سنا ہوگا کہ جب حدیبیہ کے روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب

Marfat.com

کے ساتھ مصالحت کی اور صلحنامہ امیر المومنین کے ہاتھ لکھوایا۔ فرمایا اے علی لکھو ہٰذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ ان لوگوں نے کہا یہ نہ ہوگا۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے حضرت نے فرمایا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں لکھو اے علیؓ ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبداللہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر ہیں علیؓ سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ رسول اللہ کو مٹانے سے رسالت سے ہرگز نہیں نکلے۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ تقریر سن کر دو ہزار شخصوں نے توبہ کی اور باقی اسی گمراہی پر مارے گئے انتہیٰ۔

اس حدیث سے اُن کے عبادات اور خیالات کا حال معلوم ہوا احتیاط کا یہ حال تھا کہ بات بات پر قرآن وحدیث سے دلیل طلب کی جاتی تھی اور رائے سے بالکل احتراز تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:۔

عن علی بن ابی ربیعہ قال سمعت علیاً علی المنبر واتاہ رجل فقال یا امیر المومنین مالی اراک تستحل الناس استحالۃ الرجل ابلہ ابعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوشیئاً رائیتہ قال واللہ ما کذبت ولا ضللت ولا ضل بی بل عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدہ الی وقد خاب من افتری عہدا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین البزار کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ:۔ روایت ہے علی ابن ربیعہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المومنینؓ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی خونریزی ایسی حلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے اونٹوں کو ذبح کرتا ہے کیا کوئی وصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس باب میں آپ کو ہوئی ہے یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھ کو جھوٹی خبر دی گئی اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا اور بے نصیب ہے جو افترا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی کہ جو لوگ عہد شکنی کریں اور حق بات سے عدول کریں اور خروج کریں۔ ان

Marfat.com

کے ساتھ جنگ کروں انتہیٰ۔

اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہے:

عن الحسن قال لما قدم علی البصرة فی امر طلحة واصحابه قام عبد اللہ بن الکوا وابن عباد فقالا یا امیر المؤمنین اخبرنا عن مسیرك هذا وصیة اوصاك بها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ام عهد عهده ام رأی رأیته الحدیث رواه ابن راهویه وصحح کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے حسن بصری رحمے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے۔ عبداللہ بن کواد اور ابن عباد کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیرالمومنین خبر دیجئے کہ یہ آپ کا جانا کیسا ہے کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے یا اقرار لیا ہے یا صرف آپ کی رائے ہے انتہیٰ۔

مقصود یہ کہ اگر رائے ہو تو ہم اتباع نہ کریں گے۔ اُن لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا احتراز تھا کہ اُس کو بالکل بیکار ہی کر دیا تھا اسی وجہ سے بھانجے اور بھتیجوں کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز رکھتے تھے اس لئے کہ قرآن شریف میں صرف لڑکیوں اور بھانجی بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے اُن کی اولاد کا ذکر نہیں۔ یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھی ہے اور قرآن شریف پر عمل کرنے میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ جب تک نص قطعی سے کوئی بات ثابت نہ ہو کسی کی نہ مانیں یہاں تک کہ زانی کے رجم کے قائل نہ تھے اور نہ اس حد قذف کے قائل تھے جو محصن مرد کو کوئی گالی دے اس لئے کہ ان دونوں مسئلوں کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے صراحتاً قرآن شریف میں مذکور نہیں کذا فی الملل والنحل۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں تو تنگ ہو کر ایکبار قرآن منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر۔

کما ورد عن عبد اللہ بن عیاض بن عمرو الفارسی قال جاء عبد اللہ بن شداد

Marfat.com

فدخل علی عائشة ونحن عندها جلوس مرجعه من العراق لیالی قتل علیؓ فقالت له یا عبداللہ بن شداد هل انت صادق عما اسالك عنه حدثنی عن هولاء القوم الذین قتلهم علیؓ قال ان علیا لما کاتب معاویة وحکم الحکمین علیه خرج علیه ثمانیة الاف من قراء الناس فنزلوا ارضا یقال لها حروراء من اجانب الکوفة وانهم عتبوا علیه فقالوا انسلخت من قمیص البسك اللہ واسم سماك اللہ به ثم انطلقت فحکمت فی دین اللہ ولاحکم الا اللہ فلما بلغ علیا ما عتبوا علیه وفارقوه امر موذنا فاذن لا یدخل علی امیر المومنین الا رجل قد حمل القران فلما ان امتلات الدار من قراء الناس دعا بمصحف امام عظیم فوضعه بین یدیه فجعل یصکه بیده ویقول ایها المصحف حدث الناس فقالوا یا امیر المومنین انسئال عنه فانما هو مداد فی ورق ونحن نتکلم بمارؤینا عنه فما ترید قال اصحابکم هولاء الذین خرجوا بینی وبینهم کتاب اللہ الحدیث حم والعدنی ع ك کرص کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ:۔ روایت ہے عبداللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبداللہ بن شداد حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے عائشہؓ نے اُن سے فرمایا اے عبداللہ سچ بتاؤ کہ علیؓ نے جن لوگوں کو قتل کیا اُن کا حال کیا تھا کہا جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے صلحنامہ لکھا اور دو شخصوں کو حکم قرار دیا آٹھ ہزار قاری قرآن علیحدہ ہو گئے اور حروراء میں جو ایک مقام ہے کوفہ کے گرد و نواح میں جا ٹھہرے اور علیؓ پر الزام لگایا کہ جو قمیص اللہ نے تمہیں پہنائی تھی اس کو تم نے نکال دیا اور جو لقب کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اس کو تم نے مٹا دیا اور اپنے ہاتھ سے آپ ہی معزول ہو گئے۔ اور اللہ کے دین میں تم نے حکم بنایا حالانکہ حکم خاص اللہ کے لئے ہے۔ علیؓ نے یہ سُن کر اعلان دیا کہ جو شخص امیر المومنین کے پاس آوے قرآن ساتھ لیتے آئے جب دار الحکومت

قاریوں سے بھر گیا مصحف امام کو منگوا کر روبرو رکھا اور اس کو مار مار کہنے لگے اے مصحف ان لوگوں سے بات کر۔ اُنھوں نے کہا اے امیرالمومنین ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو سیاہی ہے کاغذوں میں ہم اس میں کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے آپ چاہتے کیا ہیں۔ فرمایا یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اُن کے اور میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے روایت کیا اس کو امام احمد اور عدنی اور ابو یعلی اور حاکم اور ابن عساکر نے انتہی۔

قیاس کرنا چاہیئے ان لوگوں نے دلائل پوچھ پوچھ کر علیؓ کو کس قدر دق کیا ہوگا کہ یہ حرکت ان سے صادر ہوئی۔ اور تنزیہ جناب باری میں اُن لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا کہ سورۂ یوسف کو قرآن شریف سے اس لحاظ سے خارج کر دیا کہ خدائے تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے۔ اور عمل میں اُن کو اس قدر اہتمام تھا کہ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار اور صغیرہ پر اصرار کرنے والوں کو مشرک کہتے تھے صاحب ملل ونحل نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ نماز کو ترک کرنے والا کافر ہے نہ اس وجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کو نہیں جانا کیونکہ اگر جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالیٰ تمام احوال پر مطلع اور طاعت پر جزا اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اس گناہ پر جرأت نہ کرتا اس جرأت سے معلوم ہوا کہ اُس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے تو تکلیف کی کچھ پروا نہ کی۔ اس باب میں تارک صلوٰۃ اور ہر مرتکب کبیرہ کافر ہونے میں برابر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مرتکب ہونے سے کافر ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ اس کی توحید میں کسی قسم کا شک نہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھ لینا یا چھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اس پر اصرار ہو تو شرک ہو جاتا ہے خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لئے ہوں گے اُن کے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ جتنے ذریعے نجات کے آدمی خیال کر سکتا ہے وہاں سب منقطع ہیں۔ دوزخ ہر وقت پیش نظر ہے کہ جہاں امر الٰہی کے امتثال میں سستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہو گیا قطعاً دوزخی بن گئے اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید ہے کیونکہ

Marfat.com

کفار کا رحمتِ الہی سے مایوس ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اس خیال شبانہ روزی نے ان کے چہروں پر کیسا رنگ خضوع جمایا ہوگا۔ اور اعضا پر کیسی کیفیت انکسار طاری ہوگی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے کہا اُن کی سی حالت کسی قوم کی ہیں نے نہیں دیکھی اور ظاہر بھی یہی ہے اس لیے صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں مل سکتی پھر اُن حضرات پر ان کی سی مصیبت ہی کیوں آتی جو ویسی حالت بنتی۔ غرضکہ توحید عبادت زہد تقویٰ وغیرہ وغیرہ امور جن کا حال بتفصیل معلوم ہوا ان لوگوں میں نہایت درجہ بڑے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ ہوتے تو بادی النظر میں اولیاء اللہ سمجھے جاتے اور ان کے مخالف کو نہیں معلوم لوگ کیا سمجھتے۔ مگر الحمد للہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کارروائیوں اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہلِ اسلام پر اُن کی قلعی کھل گئی۔ اور بے دین اور دوزخی ہونا اُن کا ثابت ہوگیا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسی بات تھی جس نے باوجود ان اوصاف کمال کے اُن پر بے دینی کا حکم صادر کردیا اصل منشا اگر دیکھا جائے تو صرف بیباکی اور بے ادبی اُن کی پیش نظر ہوجائے گی جس سے پہلی خرابی یہ ہوئی کہ بزرگانِ دین کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسری کا دعویٰ کرکے خود مجتہد بن بیٹھے۔ حضرت علیؓ کے قول کا جب اُن کے نزدیک کچھ اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں ان سے دلیل طلب کرتے تھے تو اور کسی بزرگ کے قول کو وہ کب مانتے تھے حالانکہ علیؓ کا قول و فعل خود واجب القبول اور بجائے خود دلیل تھا۔ آخر یہی ترک تقلید جس کو انھوں نے تحقیق سمجھا تھا عین مادۂ گمراہی ہوا۔ دیکھ لیجئے جب مسئلۂ حکم اُن کے سمجھ میں آیا تب بھی اس میں تقلید نہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شرک و کفر کا الزام لگادیا اور خود کافر بنے۔ نعوذ باللہ من ذالک اس سے بڑھکر اور کیا گستاخی اور بے ادبی ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کی انھوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم ہوگا اور مخبر صادق کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔

ملل ونحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن امیہ نے عروہ ابن ادبیہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما

کا حال کیا تھا کہا اچھے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا ابتداء میں چھ سال تک ان کو میں بہت دوست رکھتا تھا پھر جب انھوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں ان سے علحدہ ہوگیا اس لئے کہ وہ آخر میں نعوذ باللہ کافر ہوگئے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہا وہ بھی اوائل میں اچھے تھے جب حکم بنایا نعوذ باللہ کافر ہوگئے اس لئے ان سے بھی علحدہ ہوگیا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو ان کو ایک سخت گالی دی پھر زیاد بن امیہ نے اپنا حال پوچھا کہا تمہارا اول حال زینت تھا اور آخر گندگی اور دونوں حالتوں کے بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو زیاد نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور اس کے غلام کو بلاکر کہا کہ اس کا مختصر سا حال بیان کر کہا جب میں اس کے پاس کھانا لے جاتا یا بچھونا کرنے کو جاتا غرض ہر حال میں یہی اعتقاد اور اجتہاد اس کا دیکھتا تھا۔ لکھا ہے کہ طلحہ زبیر عائشہؓ عبداللہ بن زبیر اور تمام اہل اسلام جو ان کے ساتھ تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) سب کی تکفیر کیا کرتے اور سب کو مخلد فی النار کہتے تھے نعوذ باللہ من ذلک اور ان کا یہ بھی قول تھا کہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت کے کافر ہو جائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حق تعالیٰ عجم میں ایک نئی ملت صابیہ سے پیدا کرے گا اور اس پر ایک کتاب وقت واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جاچکی ہے اور وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دیگا ملل ونحل میں سوائے اس کے اور کئی اعتقاد ان کے نقل کئے ہیں بخوف تطویل اسی پر اکتفا کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسر شان نبوت بھی ان کو مقصود تھی چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن ابی یحییٰ قال سمع رجلا من الخوارج وھو یصلی صلوٰۃ الفجر یقول ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین قال فترک سورتہ التی کان فیھا قال وقرء فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون۔

Marfat.com

روایت ہے ابی یحییٰ سے کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ
یعنی آپ کی طرف اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر شرک کروگے تم تو تمہارے عمل اکارت
ہو جائیں گے اور بنوگے تم نقصان پانے والوں میں سے انتہیٰ

پھر اس سورہ کو چھوڑ کر دوسرے سورہ کی یہ آیت پڑھی فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ الآیہ
یعنی صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ ہلکا کریں آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے۔ اس
قسم کی آیتیں چُن چُن کے پڑھنے سے مقصود اس شخص کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عظمت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے دلوں سے کم ہو جائے کیونکہ اگر اس کو قراءت ہی مقصود ہوتی تو
مرتب آیتیں پڑھتا راوی کو بھی حیرت ہوئی پھر وہ سمجھ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو نہیں سکتی بعد
تحقیق کے پہلے تصریح اس امر کی کردی کہ وہ شخص خارجی تھا پھر وہ قصہ بیان کیا اگر اُس شخص کی
برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہ ہوتا تو اس قصہ کے بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ
قرآن ہر شخص نماز میں پڑھتا ہے۔ ان تمام احادیث وغیرہ سے اس قوم کا طریقہ اور طرز رفتار
معلوم ہو گیا کہ جب اپنی سمجھ کے کوئی بات خلاف پائے اس پر اعتراض کر بیٹھے اور ادب کو پاس
آنے نہ دیتے۔ توحید کی حفاظت اور شرک و بدعت کے مٹانے کو اپنا فرض منصبی ٹھیرایا تھا۔ پھر
اس دُھن کے آدمیں ہزارہا مسلمانوں کی تکفیر کردی جو آیتیں کفار کی شان میں نازل ہوئیں مسلمانوں
کو ان کا مصداق بنایا جیسا کہ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ کو جو کفار قریش کی شان میں ہے صحابہ
کے مقابل پڑھ دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی آیتیں ڈھونڈا کرتے
وغیر ذلک۔

الحاصل گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا اور
مقتدا تھے۔ جس مسئلہ و مقام میں انھوں نے کچھ کلام کیا ان کے پیروؤں میں وہ مسئلہ معرکۃ الآرا بنا جیسا
کہ انشاءاللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا۔ پھر ان بے دینیوں پر ان کو اتنا وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو
کافر اور اُن کے مال کو غنیمت سمجھے تھے۔ کما فی الملل والنحل ظاہراً اس بات پر وہ لوگ

Marfat.com

دلیل بھی رکھتے تھے کہ نہ اُن کا سا کوئی عابد و زاہد اُس وقت تھا نہ صاف صاف کہنے والا دینی امور میں کسی کی رو رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا نبی جہاں خلاف بات دیکھی فوراً کہدیا۔ ہر چند یہ دلیل ظاہراً قوی معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار کے معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہو گیا کہ واقع میں وہ دلیل بالکل باطل اور سیدھی دوزخ میں لیجانے والی تھی اب اُن کے انجام کار کا حال سُنیئے مصنف ابن ابی شیبہ میں لکھا ہے:۔

عن سعید بن جمہان قال کانت الخوارج قد دعونی حتی کدت ان ادخل فیھم فرایت اخت ابی بلال فی المنام کانھا رأت ابا بلال قالت فقلت یا اخی ما شانك قال فقال جعلنا بعدکم کلاب اھل النار۔

روایت ہے سعید بن جمہان سے وہ کہتے ہیں کہ خوارج مجھے اپنے طرف بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں اُن میں مل جاؤں ایک رات ابی بلال کی بہن کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا کہ ہم لوگ تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنائے گئے انتہیٰ۔

یہ خواب تصدیق اس حدیث شریف کی ہے جو کنز العمال میں ہے:۔

عن ابی غالب قال کنت فی مسجد دمشق فجاؤا السبعین راسا من رأس الحروریۃ فنصبت علی درج المسجد فجاء ابو امامۃ فنظر الیھم فقال کلاب جھنم شر قتلی قتلوا تحت ظل السماء ومن قتلوا خیر قتلی تحت ظل السماء وبکی قال یا ابا غالب تقرأ آل عمران قلت نعم قال منھن آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ وقال تعالیٰ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم

Marfat.com

تکفرون قلت یا ابا امامة انی رایتک تہرق عبرتک قال نعم رحمة لھم انھم کانوا من اهل الاسلام قال افترقت بنو اسرائیل علی واحدة وسبعین فرقة وتزید هذه الامة فرقة واحدة کلها فی النار الا السواد الاعظم علیهم ما حملوا وعلیکم ما حملتم وان تطیعوه تهتدوا والسمع والطاعة خیر من الفرقة والمعصیة فقال له رجل یا ابا امامة امن رایک تقول هذا ام شئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اذا لجرئ بل سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مرة ولا مرتین ولا ثلثة حتی ذکر سبعًا ش وابن جریر۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابو غالب سے کہ خارجیوں کے ستر سر دمشق میں مسجد کی سیڑھیوں پر نصب کیے گئے ابوامامہؓ نے اُن کی طرف دیکھکر کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدتر ہیں تمام روئے زمین کے مقتولوں سے اور اُن کے قاتلوں میں سے جو شہید ہوئے وہ تمام روئے زمین کے مقتولوں سے بہتر ہیں پھر یہ آیتیں پڑھیں اور کہا کہ جتنے فرقے سواد اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں کسی نے کہا اے ابوامامہ یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں کہا اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھ میں بڑی جرأت ہوگی یہ باتیں ایک دو بار نہیں سنیں سات بار سے زیادہ سُنی ہیں روایت کیا اس کو ابن شیبہ اور ابن جریر نے انتہی ملخصًا۔

اور یہی روایت بادنیٰ اختلاف مستدرک حاکم میں دو طریقوں سے مروی ہے ایک میں ان کا کلاب النار ہونا مصرح ہے۔ غرضکہ اس قوم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کتے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اُس خواب سے ہوگئی۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجود اُن فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی نہیں کتے بنے اس کی کیا وجہ ہوگی۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں کتوں کی صفت غالب تھی کہ بزرگان کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر بیجا کا نہ حملہ کرنا گویا اُن کا شعار ہوگیا تھا۔ چونکہ یہ صفت راسخ تھی اُس عالم میں اس کا

Marfat.com

یہ اثر ہوا کہ صورت ظاہری بھی اس کے تابع کردی گئی نعوذ باللہ من ذالک اس قوم کی ایک ظاہر نکبت یہ تھی کہ جس کے دل میں ان کی محبت آئی آثار برکت کے اُس سے جاتے رہے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے۔

عن ابی الطفیل ان رجلا ولد له غلام علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا له واخذ ببشرة جبهته فقال بها هکذا وغمز جبهته ودعا له بالبرکة قال فنبت شعرة فی جبهته کانها هلب فرس فشب الغلام فلما کان زمن الخوارج احبهم فسقطت الشعر عن جبهته فاخذ ابوه فقیده مخافة ان یلحق فیهم قال فدخلنا علیه فوعظناه وقلنا له فیما نقول الم تران برکة دعوة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قد وقعت من جبهتك فما زلنا به حتی رجع عن رأیهم فرد اللہ الیه الشعر بعد فی جبهته وتاب واصلح کذا فی مصنف ابن ابی شیبة۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابو الطفیل سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرتؐ نے اس کو دعا دی اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اُس کا یہ ہوا کہ پیشانی پر اس کی خاص طور پر بال اُگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پہنچا اور اُن سے اس کو محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے اس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا اس کو قید کردیا کہ کہیں اُن میں مل نہ جائے ابو الطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس کے پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور کہا دیکھو تم جو اُن لوگوں کی طرف مائل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی غرض جب تک اس شخص نے اُن کی رائے سے رجوع نہ کیا ہم اُس کے پاس سے ہٹے نہیں پھر جب اُن کی محبت اس کے دل سے جاتی رہی حق تعالیٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اُس کی پیشانی میں پھر پیدا کردی پھر تو اس نے بالکلیہ اُن کے عقائد سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہوگیا انتہی

Marfat.com

اس حدیث سے کئی امور مستنبط اور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ گیا اس مقام کو ہمیشہ کے لئے ایک خصوصیت اور برکت حاصل ہوگئی پھر کبھی تو حق تعالیٰ نے اُس کے آثار ظاہر بھی فرما دئے اور کبھی ظاہر نہ فرمائے تو اس مقام میں برکت تو ضرور رکھی اسی وجہ سے بخاری شریف وغیرہ کتب صحاح سے ثابت ہے کہ ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ حضرتؐ کے مآثر کو تلاش کرنے میں نہایت اہتمام کیا کرتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ کسی مقام میں یہ بحث بھی مفصل آجائے گی۔ دوسرا یہ کہ اُن آثار کے ظہور کے لئے وہ مقامات خاص کئے جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں پھر جہاں کسی قسم کی ان میں خرابی آگئی وہ آثار اور صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تاکہ طالبان حق کو اس سے عبرت حاصل ہو تیسرا یہ کہ اُن آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہل حق ہوں یعنی اس برکت کے قابل اہلِ ایمان ہی ہوا کرتے تھے اہلِ باطل کو اس طرف توجہ نہ تھی۔ چوتھا یہ کہ جس کو حضرت نے براہِ شفقت دست مبارک لگا دیا عقائد باطلہ کا اثر اس کے دل میں ہونے نہ پایا دیکھ لیجئے اگر اس شخص کے دل میں اول عقائد کا پورا اثر ہو جاتا تو پھر اُس کے رجوع کی امید نہ تھی جیسا کہ ابی ہریرہؓ کی روایت سے معلوم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کے عقائد کا پورا اثر جس کے دل میں ہو جاتا ہے تو کبھی راہِ راست پر نہیں آتا۔ احادیث و آثار جو خوارج کے باب میں ہیں اس کثرت سے وارد ہیں کہ اُن کی نقل کے لئے کئی جز چاہیئے جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم دی ہے اتنا بھی اُن کے لئے کافی ہے ہر چند یہ فرقہ خاص ان عقیدوں کے ساتھ جس پر بانی مذہب ابتداءً تھی معلوم نہیں اب تک موجود ہے یا نہیں مگر اتنا تو یقین ہے کہ اس رفتار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے پاس بے ادبی اور بیباکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس کا تجربہ خود اس کی ذات پر ہو چکا ہے اور بیباکیاں اور بے ادبیاں اس فرقہ کے اصول میں داخل ہیں اور سوائے اس کے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے:

Marfat.com

عن ابی جعفر الفراء مولی علیؓ قال شهدت مع علی رضی الله عنه النهروان فلما فرغ من قتلهم قال اطلبوا المخدج فطلبوه فوجدوه فی وهدة رجل اسود منتن الریح فی موضع یده کهیئة الثدی علیه شعرات فلما نظر الیه قال صدق الله ورسوله فسمع احد ابنیه اما الحسنؓ او الحسینؓ یقول الحمد لله الذی اراها امة محمد صلی الله علیه وسلم من هذه الاصابة فقال علیؓ لو لم یبق من امة محمد صلی الله علیه وسلم الا ثلثة لکان احدهم علی رای هولاء انهم لفی اصلاب الرجال وارحام النساء کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ ابوجعفر فراء کہتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہروان کی لڑائی میں شریک تھا جب علیؓ ان کے قتل سے فارغ ہوئے فرمایا اس شخص کو ڈھونڈھو جس کا ہاتھ ناقص ہے چنانچہ اس شخص کی لاش ملی وہ شخص سیاہ فام تھا اور اس سے بدبو آتی تھی اور اس کے ہاتھ کی جگہ بشکل پستان ایک گوشت پارہ تھا جس پر چند بال تھے۔ علیؓ نے اس کو فرمایا سچ کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور انھوں نے امام حسن یا حسین علیہ السلام کو یہ کہتے سنا خدا کا شکر ہے کہ جس نے امت محمدی کو ایسی صحیح پیشگوئیاں دکھلائیں علیؓ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلعم کی امت میں سے صرف تین ہی شخص رہ جائیں ان میں بھی ایک شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا وہ لوگ ہنوز مردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے رحم میں ہیں روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں انتہیٰ۔

وہابیانِ نجد کا حال

اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کرے گا۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخرج الناس من المشرق یقرؤن القران لا یجاوز تراقیھم کل ما قطع قرن نشا قرن حتی یکون اٰخرھم یخرج مع المسیح الدجال جو طب ک حل۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کئی لوگ مشرق کے طرف سے نکلیں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اُترے گا جب ایک سینگ کاٹا جائے گا تو دوسرا نکلے گا۔ یعنی جب ایک فرقہ کا استیصال کیا جاوے گا تو دوسرا ظہور کرے گا یہاں تک کہ وہ آخریں دجال کے ساتھ رہیں گے روایت کیا اس کو امام احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے انتہیٰ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کے طرف سے نکلے اور وہابی بھی جن کا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالباً یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا فقال قال اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا قال قال ھنالک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام و یمن میں برکت دیجیو صحابہ نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت دعا میں شریک فرمالیں پھر وہی دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام و یمن میں برکت دیجیو پھر صحابہ نے نجد کے لئے عرض کیا حضرت نے فرمایا وہاں زلزلے

Marfat.com

اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگھ نکلے گا روایت کیا اُس کو بخاری نے انتہیٰ۔

اس حدیث شریف سے بتصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہوں گے اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے اگرچہ شرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے مگر مدینہ طیبہ کے عام و خاص لوگ نجد ہی کو شرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں جن کی اقامت ملک نجد میں ہے پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی چند علامتیں بیان فرمائیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور ایک یہ کہ بات نہایت عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی اٰخر الزمان سفہاء الاحلام یقولون من قول خیر البریۃ یقرؤن القراٰن لایجاوز تراقیھم من لقیھم فلیقتلھم فان فیہ اجرا لمن قتلھم الحدیث کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں بیوقوف لوگ بات نہایت اچھے لوگوں کی سی کہیں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہ اترے گا جو شخص اُن سے ملے چاہیئے کہ اُن کو قتل کر ڈالے کیونکہ اُن کے قتل میں ثواب ہے انتہیٰ۔

ظاہر ہے کہ اُن کا دعویٰ یہی تھا کہ شرک وبدعت کو مٹاتے ہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من امتی قوم یقرؤن القراٰن لایجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام فاذا خرجوا فاقتلوھم فطوبیٰ لمن قتلھم وطوبیٰ لمن قتلوہ کلما طلع

Marfat.com

منهم قرن قطعه الله عزوجل حم كذا في كنز العمال ۔

ترجمہ:۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے گی ایک قوم میری امت سے کہ قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے حلق سے نہ اترے گا قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو خوشخبری ہے اُس کو جس نے انھیں قتل کیا اور جس کو انھوں نے شہید کیا جب کوئی شاخ اُن کی نکلے گی حق تعالیٰ اُس کو قطع کر دے گا روایت کیا اس کو امام احمد نے انتہی

یہ بات ثابت ہے کہ ہزارہا مسلمانوں کو اُن لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور تمامی ملک عرب پر تسلط کر لیا تھا اب بیباکی کو ان کی دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔ یعنی جو شخص مسجد حرام میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اس کو عذاب دردناک انتہی۔

حافظ محی السنۃ بغوی رح تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں۔ ان تقتل فيه من لا يقتلك او تظلم من لا يظلمك یعنی الحاد بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھ کو نہ مارے یا ظلم کرے تو اس پر جو تجھ پر ظلم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے لو ان رجلا هم بخطيئة لم يكتب عليه ما لم يعملها ولو ان رجلا هم بقتل رجل بمكة وهو بعدن او ببلاد اخر اذاقه الله من عذاب اليم ۔ اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جب تک اُس کا وقوع نہ ہوگا گناہ لکھا نہ جائے گا بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اس کے قتل کے قصد پر عذاب الیم چکھایا جائے گا اگرچہ قصد کرنے والا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔ اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے

عن عائشة رضي الله عنها قالت سمعت سعدًا قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح في الماء رواه البخاري ۔

یعنی بخاری شریف میں روایت ہے سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں

Marfat.com

کے ساتھ مکر و حیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے ابن حجرؒ فتح باری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اهل المدینة بسوء الا اذابه اللہ فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو برائی پہنچانے کا ارادہ کرے گلائے گا اس کو حق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے انتہیٰ جب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنھوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پہنچائیں جس سے ہزار ہا لوگ جلا وطن ہو گئے ان کا کیا حال ہوگا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ ہے کہ قرآن پڑھیں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں اس قدر اہتمام تھا کہ دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلا دئے تاکہ اس کا وقت بھی تلاوت قرآن ہی میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیہ میں مذکور ہے ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہو اس کے پھرنے کی توقع نہیں۔

عن ابی بردة رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی اخر الزمان قوم کان هذا منهم یقرؤن من القران لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة ثم لا یرجعون الیه سیماهم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرهم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموهم فاقتلوهم هم شر الخلق والخلیقة ش حم ن طب ک کذا فی کنز العمال۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی بردہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نہ اترے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ پھریں گے اسلام کی طرف علامت ان کی یہ ہے کہ سر

Marfat.com

منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہے گی یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہوں گے جب کبھی تم اُن سے ملو ان کو قتل کر ڈالو کیونکہ وہ کل آدمیوں اور جانوروں سے بدتر ہیں روایت کی اس کو ابن شیبہ اور امام احمد نسائی طبرانی اور حاکم نے انتہیٰ۔

اس میں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقہ میں ضرور ہے جس کی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر دین میں نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع شرک وبدعت کے غرور میں محبوبان بارگاہِ الٰہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں بلکہ مثل اصول دین کے تعلیم وتعلم میں اس کو داخل کرتے ہیں جس کی وجہ سے غیرت الٰہی ان کو تباہ کر دیتی ہے اور ایک علامت یہ کہ بنی تمیم سے ہونا جیسا کہ درر السنیہ میں کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے کہ ظن غالب ہے کہ محمد ابن عبد الوہاب ذو الخویصرہ تمیمی کی اولاد سے ہوگا جس کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دی ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من ضئضئ ھذا اوفی عقب ھذا قوما یقرؤن القرآن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد رواہ البخاری۔

ترجمہ:۔ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے حلق سے نہ اُترے گا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں ان کو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد انتہیٰ روایت کیا اس کو بخاری نے انتہیٰ۔

اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا چنانچہ اس حدیث ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے۔

Marfat.com

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم قسما اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ الحدیث۔

ترجمہ۔ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جس کا نام ذوالخویصرہ تھا اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے فرمایا حضرتؐ نے خرابی ہو تیری اگر میں نہ عدل کروں تو پھر کون کرے گا عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اس کی گردن ماروں فرمایا جانے دو اس کے ساتھ والے ایسے لوگ ہوں گے کہ تم اپنی نماز و روزہ کو ان کی نماز و روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے روایت کیا اس کو مسلم رحؒ نے انتہیٰ ملخصاً۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں کہ اس کی نسل سے ہو اور اگر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ سر کے بال منڈایا کریں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہو چکا۔

عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج قوم من المشرق حلقان

الرؤس یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم طوبیٰ لمن قتلوہ وطوبیٰ لمن قتلھم ابو نصر السنجری فی الابانۃ والخطیب وابن عساکر کذا فی کنز العمال

ترجمہ ۔ روایت ہے عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم مشرق سے نکلے گی جو سرمنڈوائے ہوئے ہوں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق سے نہ اُترے گا خوشخبری ہے اس کو جو اُن کے ہاتھ سے شہید ہوا اور جس نے ان کو قتل کیا انتہیٰ۔

دُررِ سنیہ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ :-

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق ویقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لا یعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ سیماھم التحلیق ۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرقہ نکلے گا کہ قرآن پڑھیں گے مگر نکل جائیں گے دین سے پھر نہ لوٹیں گے جیسے تیر کمان سے نکل کر لوٹتا نہیں علامت ان کی یہ ہے کہ سرمنڈوایا کریں گے انتہیٰ ۔

پھر قول عبدالرحمن اہدل مفتی زبید کا نقل کیا کہ ابن عبدالوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں صرف یہ نشانی کافی ہے جس کی خبر مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ (سرمنڈوایا کریں گے) کیونکہ اُس شخص نے جیسا سرمنڈوانے میں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ میں نہ ہوا اس نے دستور ٹھہرا دیا تھا کہ جو شخص اسکی ملت میں داخل ہو اس کو سرمنڈوانا ضروری ہے یہاں تک کہ عورتوں میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا ایک روز کسی عورت نو گرفتار سے بحسب عادات سرمنڈوانے کو کہا اُس نے جواب دیا کہ عورتوں کے سر کے بال اور مردوں کی داڑھیاں برابر ہیں اگر مردوں کی ڈاڑھیاں منڈوائی جائیں تو عورتوں کے سر کے بال منڈوانا بجا ہوگا یہ سُن کر مبہوت ہوگیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

الحاصل ۔ علامات مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرقہ وہابیہ کے نکلنے کی خبر دے چکے ہیں اور جو علامتیں بیان فرمائیں سب اس میں پائی گئیں اور سوائے احادیث مذکورۂ بالا کے درر سنیہ میں کئی حدیثیں نقل کئے جن میں علامتیں اس گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب ان میں پائی گئیں احادیث مذکورہ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فرقۂ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اس وجہ سے کہ نئے طور پر اس کا خروج ہوا اس لئے اس کا نام جداگانہ قرار پایا اور اس کے بانی کی طرف منسوب کیا گیا اسی وجہ سے یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں مگر محتاط علمائے جب دیکھا کہ عوام الناس ان کو ضرور گالیاں دیں گے اور اس میں توہین لفظ نام مبارک کی ہوگی اس لئے محمد ابن عبدالوہاب کے نام سے جزو دوم کی طرف منسوب کر کے باختصار لفظ وہابی مقرر کیا۔ غرض وہابی اور محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب کا مجملاً حال یہ ہے سنہ ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے سنہ ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس میں اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کے واسطے خطۂ نجد میں گیا پہلے صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کی حالت روز بروز گھٹتی جا رہی ہے اس وقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو مٹانے کا فکر کرے چونکہ یہ دعویٰ قابل تسلیم تھا لوگ اس کے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ سنہ ۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس میں اس کی شہرت ہوئی اور درعیہ اور اس کے اطراف و جوانب کے لوگ اس کے تابع ہو گئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی جب کسی قدر جمع ہو گیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے ہواخواہوں کو جمع کر کے لکچر دیا کہ سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں اب ہم کو لازم ہے کہ جہاد کر کے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اس کے لئے جنت ہے پھر سب سے بیعت لیکر جہاد کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزارہا مسلمانوں کو شہید اور جلا وطن کر دیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال حکم رانی کی آخر سنہ ۱۲۲۷ھ بارہ سو ستائیس ہجری میں بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادۂ تاریخ ان کے اخراج

Marfat.com

کا قطع دابر الخوارج ہے اس فتنہ کی کسی قدر تفصیل اور حال اُن مصیبتوں کا جو اہل حرمین شریفین پر گذریں۔ شیخ دحلان مکی رحمہ نے الدرر السنیہ میں لکھا ہے۔ اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہاں تک کہ تارک فرض کو کافر حلال الدم سمجھتے اور توحید میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والے اور بزرگوں سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے ابن عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبیؐ کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ احسا سے مدینہ طیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے گیا تھا واپسی کے وقت جب درعیہ پہنچا جہاں وہ تھا اُس نے ان کی یہ سزا ٹھیرائی کہ ڈاڑھیاں سب کی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس رسوائی کے ساتھ سوار کئے جائیں کہ دُم کی طرف منہ ہو اور یہی حالت احسا تک رہے جہاں ان کا گھر ہے تا تشہیر ہو جائے کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اس کی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بدعت سے اُن لوگوں کو اس قدر احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں جلادی گئیں اس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ پر باآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے ابن عبدالوہاب نے اس کو منع کیا جب انھوں نے نہ مانا قتل کر ڈالا اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے اور مولود شریف کسی کو پڑھنے نہ دیتا صرف ونحو و فقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا اس کا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا جو اس میں چار مذہب کردئے کبھی کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں اور کبھی کہتا وہ تو حق پر تھے مگر اُن کے اتباع کتابیں تصنیف کر کے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ شیخ سلیمان بن سحیم حنبلی نے جو معاصر ابن عبدالوہاب کے ہیں ایک استفتا کیا جس کا جواب علامہ احمد بن علی قبتانی نے دیا ہے استفتا میں لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے یہاں اقسام کی بدعتیں نکالیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھی ہے منجملہ ان کے چند یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنے سے

Marfat.com

منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی بن جاتا ہے دلائل الخیرات اور روض الریاحین کے کئی نسخے اس نے جلا دئے اس کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ سیّدنا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت ہوگی قبۂ شریف کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ڈھادے گا۔ زید بن خطابؓ اور اُن کے ساتھ والے صحابہؓ کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔ غرضکہ اس کی بیباکیاں اور گستاخیاں کوئی شمار و حساب نہیں رکھیں اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سُن کر چُپ رہتا ہے چنانچہ رسولؐ کے معنی طارش کہتا ہے جو کہ ان لوگوں کی زبان میں ہرکارہ کو کہتے تھے اور اس کے اتباع کہتے تھے کہ جتنا اس عصا سے کام نکلتا ہے اتنا بھی اُن سے نہیں نکلتا اور وہ ایسی باتیں سُن کر خوش ہوتا اور سوائے اس کے صدہا خرافات ان لوگوں کے زبان زد تھے یہ فرقہ نجد میں اب تک موجود ہے اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا ہوگا کہ ان اعتقادوں کو پسند کرے گا مگر ہمارے حضرات زیادتی کر کے ادنیٰ احتمال پر کسی کو بھی وہابی کہدیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ و فساد کے شرعًا جائز بھی نہ ہوگا۔

Marfat.com

متنِ انوارِ احمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر
جس سے ایماں تازہ ہو اور ہوں دلِ اعدا پہ تیر

ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلا ریب و نکیر
جو محدث ہیں وہ اس کو مان لیں گے ناگزیر

گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دیں

تھا یہی لم جو محمد حسان کے تھے روح الامیں
کعب اور ابنِ رواحہ کو اسی کا تھا یقیں

ذکر ختم المرسلیںؐ اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

حضرتِ عباسؓ نے جب نعت میں اس شاہ کی
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو خجل سحبان بھی

سن کے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی
ہم نے دی اس کے صلہ میں سلطنت اسلام کی

مل گیا پروانہ با مہر قضا اک بات میں
سلطنت کی کنجیاں دیں خانداں کے ہاتھ میں

ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیاء
اور از قسم عبادت ہو جو ذکر انبیاءؑ

پھر ہو ذکر سرورِ عالم کا کیسا مرتبا
جن کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا

رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہِ ذی جاہ سے

Marfat.com

ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنم سرد ہو
اور سمی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے گا کبھو

بو البشرؑ نے کی وصیت وقتِ آخر شیثؑ کو
کہ قرینِ ذکرِ حق ذکرِ محمدؐ کیجیو

وحشتِ آدم گئی نامِ شہِ لولاکؐ سے
مُردہ زندہ ہوگئے تاثیرِ نامِ پاک سے

حضرت آدمؑ نے اس فرزند سے یہ بھی کہا
میں تفرج کے لیے جب آسمانوں پر گیا

دیکھا ذکرِ احمدی میں ہر مَلک مصروف تھا
اور ہر اک پتہ پہ جنت کے ہے نام اُن کا لکھا

سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالمِ علوی میں نقش

ہے درودِ پاک ہی ذکرِ شہِ عالی مقام
ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام

بھیجتا ہے خود درود اس فخرِ عالم پر مدام
اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جس میں تمام

کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود
بھیجتا ہے اس پہ ستر رحمتیں ربِّ ودود

ہو ملائک کے درود اس پر کریں پیہم ورود
ہو مدام اس کی ترقیٔ مدارج زود زود

دیکھ لے گا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام

محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اس کے لاکلام
دفع ہوں سب ہمّ و غم جو کوئی پڑھتا ہو مدام

نکلیں اس کی وجہ سے دونوں جہاں کے سارے کام
جو پڑھے دائم رہے منصور و محبوب انام

ذکرِ خالق اور دعا ذکرِ نبیؐ کے ساتھ ہے
کیا صلاتِ احمدیؐ بھی افضل الطاعات ہے

جو وضو کے وقت حضرت پر نہ پڑھتا ہو صلات
ہے طہارت اس کی ناقص اس میں ہیں کیا کیا نکات

ہے صلاتِ احمدیؐ کامل نہ ہو ہرگز صلات
التحیات اس کی ہو جاتی ہے بالکل واہیات

Marfat.com

اور جو نام شاہ دیں سن کر نہ پڑھتا ہو دُرود
جائے رغماً نار میں وہ ابخل الناس عنود

حضرتِ آدم کو پہلے میل طبعی جب ہوا عرض کی خاتوں نے حضرت مہر ہو اول ادا
بولے یارب مہر کیا دوں حق تعالیٰ نے کہا صاحب لولاہ پر پڑھ لو درود باصفا
یعنی استحلال چاہیئے درودِ پاک سے
تا کھلیں گل رشکِ افلاک و ملائک خاک سے

جتنا کل اہلِ زمیں پاویں عمل کرکے ثواب بھیجئے اتنا پڑھ کے دم بھر میں درود مستطاب
لکھی جائیں نیکیاں اس کی بدولت بیحساب ساتھ اس کے جو دعا کیجئے ہو بیشک مستجاب
ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات سے
حج سے اور صدقات سے اعتاق سے غزوات سے

جو کہ پڑھتا ہو درود اس کو شفاعت ہو نصیب راضی ہوگا حق گواہی دیں گے جب اس کے حبیبؐ
عرش کا سایہ ملے گا ہوگا حضرتؐ کے قریب ہووے روزِ عید اُس کو حشر کا روزِ مہیب
اور اس کثرت سے ہوگا نور اس دن اسکے ساتھ
جس کی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات

ہے بہت سارے فرشتوں کی عبادت بس یہی کہ کریں دائم تلاش شخص ہمنام نبیؐ
پھر جو پاویں ٹھیریں اس کے گھر پہ باصدق دلی دیکھئے کس طرح ہے تعظیم نام پاک کی
صرف نام پاک جب ہووے ملائک کا مطاف
کیوں نہ دران کا ہو روحوں کا محل اعتکاف

جس مکاں میں ہو سمی حضرت کا وہ گھر دائما رزق و برکت سے رہے مملو بصد نشوونما
توبہ حضرت صفی اللہ قبول اس دم ہوا کہ وسیلہ شاہِ دیںؐ کے نام اطہر کو کیا
خاتمِ حضرت سلیمان میں جو وہ تسخیر تھی
نقش نام شاہ جن وانس کی تاثیر تھی

Marfat.com

گرچہ ان کی مدح میں قرآں ہے ناطق سربسر   وصف انکی کر سکے کیا کوئی بیچارہ بشر
رتبہ ان کا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر   عقل حیراں ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر

ہر مسلماں چھوڑے کیونکر نعت کو بالکلیہ
لیسَ یترک کل مالا یدرک کُ بالکلیہ

خود خدانے کی ثنائے رحمۃ للعالمین   اَنبیا دائم رہے مداح ختمؐ المرسلین
اور جماد و جانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں   بُت زبان قال سے کرتے تھے وصف شاہؐ دیں

ہاں مگر شیطاں کو شاید ہو تو ہو اسمیں کلام
ماسوی کی اس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام

نعت وہ ہے جس کا حضرت نے کیا خود اہتمام   حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوںؑ سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اس کا ناتمام   اور جو دشمن ہو تو اس کے کفر میں پھر کیا کلام

کی بذاتِ خود خدانے نعت جب محبوبؐ کی
پھر ثنا دل سے کریں کیونکر نہ سب محبوبؐ کی

کیونکہ دل میں جب کسی کی ہو محبت جاگزیں   اس کو بے ذکر و ثنائے دوست چین آتا نہیں
جس طرح ہوتا ہے دل میں جب کسی سے بغض و کیں   اس کی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب جیں

قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور
دل کی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

پھر خطبہ جب ہوا منبر کا مستحکم اساس   اور ستوں نے جانِ عالم کو نہ پایا اپنے پاس
عاشقِ صادق تھا جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس   گریہ وزاری لگا کرنے وہ غمگیں بے قیاس

تھا تو چوب خشک پر عشق نبیؐ میں تازہ تھا
زمرۂ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

ہے جو خالق کو محبت اُن سے اس کا ذکر کیا   ہو جو تابع ان کا اُس کو دوست اپنا کہہ دیا
جس کو ان سے ہو محبت ہے وہ محبوب خدا   رتبہ اُس کا پا نہیں سکتی کبھی عقلِ رسا

Marfat.com

ہوگا روز حشر خود خیر الورٰی کے ساتھ وہ

پاوے عالی مرتبہ بے کثرتِ طاعات وہ

حق نے حب اولیا اللہ میں دیکھو کیا کہا — کہ میں ہو جاتا ہوں اُن کے چشم و گوش و دست و پا

جب محبت ہو طفیلیوں سے یہ بے انتہا — حُبِ شاہ مرسلیں ہو کس قدر سوچو ذرا

انتہا اس حب کی عقلوں سے ہمارے دُور ہے

ما رمیت کی حقیقت جس طرح مستور ہے

الغرض یہ حمد ہے اور نعت محبوبِ خدا — لب پہ ہو صلِ علیٰ اور قلب میں جل و علا

ہو زباں پر نام احمد کا احد دل میں چھپا — چاہیئے اب ہوں سراپا چشم و گوش اہلِ صفا

جلوۂ نور خدا از خود عیاں ہونے کو ہے

راز جو مخفی تھا خود صرف بیان ہونے کو ہے

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو — اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو

فیض بخش کن فکاں گنجینۂ اسرار ہو — کنج تاریک عدم جولانگہِ انوار ہو ۶۷

نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال

اور محمدؐ اس کا رکھا نام حمداً لایزال

گرچہ حضرت ہیں محمدؐ پر ستودہ ہے خدا — کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سوئے ربّ العلا

لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمدؐ کہدیا — پھر محمدؐ ہم نے گر اُن کو کہا تو کیا ہوا

عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ

ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبریٰ ہیں وہ

حمد ہے اس خالق کون و مکاں کو بے عدد — جس نے اُن کو کر دیا ذاتِ محمدؐ تا ابد

اور مقام ان کا کیا محمود باصد شد و مد — پھر بنایا ان کو حامد اپنا وہ رب صمد

تھی جو اصل خلق بس لائق انھیں کے تھا یہ کام

تا ہو ان کا حمد سب کے حمد کے قائم مقام

الغرض اُس نور سے پیدا کیا عالم تمام　　لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کیسا تھ ان کا نام
نام ان کا لے کے نبیوںؑ نے نکالے اپنے کام　　دی یہ شہرت ان کو تا جانیں انھیں سب خاص و عام

وہ نبی اس وقت تھے کہ آدم آب و گل میں تھے
جان جب آئی ان میں وہ جاں میں زباں پر دل میں تھے

پھر کیا یک شان سے آدم میں اس کو جلوہ گر　　رکھا پیشانی میں تا ہو سجدہ گاہ بوالبشرؑ
پھر ملائک سے کرائے سجدے باصد کروفر　　اور لیا اقرار سب پیغمبروںؑ سے معتبر

کہ وہ ختمؐ الانبیا اور خیر خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیا گر انبیا سب ماہ ہیں

تھا جو منظورِ خدا ہو مستقل اُس کا ظہور　　منتقل ہونے لگا اولادِ آدم میں وہ نور
جو کہ قابل تھا ہوا اس نور کا اس میں مرور　　جس میں آیا وہ ہوا اُس جا کرامت کا وفور

اس کی ٹھنڈک سے کہیں گلزار بن جاتی تھی نار
حُسن کی گرمی کہیں کرتی دلوں کو بے قرار

الغرض پھر ظہور نور عین جان و دیں　　ٹھیرے عالم میں عرب منظور رب العالمین
تا کہ ہوویں مطلع اس رمز سے اہلِ یقیں　　کہ ہے جسمانی تمکین کا ظہور اور کچھ نہیں

گو مقر اُس کا عرب ہے پر وہ کُل کا شاہ ہے
سایہ گستر دو جہاں پر ایک ظلّ اللہ ہے

رفتہ رفتہ صلب عبداللہؓ میں آیا وہ نور　　جلوہ گر اُن میں ہوا جس وقت مثلِ شمعِ طور
عشق سے ہونے لگے دل قابلوں کے چور چور　　یعنی شیدا ہوتی تھیں ان پر زنانِ رشکِ حور

پر ہر اک عورت قرین ہر شرف ہوتی نہیں
قابلِ یک دانہ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں

اس امانت کے لئے تھیں آمنہ خاتون بی　　آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ ام نبی
رکھا ایمان کا مادہ اُن میں تھا پہلے سے ہی　　پھر تو پھیلی امن و ایماں کی انھیں سے روشنی

جس کے ہوں فرزند وہ اس کو شرف کیونکر نہ ہو
گوہر نایاب سے فخر صدف کیونکر نہ ہو

گرچہ رسم جاہلیت ان دنوں تھا بیشتر — لیک تھا حافظ خدا اس خانداں کا سر بسر
اس لئے سب تھے بَری اس رسم سے تا بوالبشر — پس نکاح ان کا ہوا دینِ خلیل اللہ پر

تھی یہ وہ شادی کہ جس کی آسماں پر دھوم تھی
تہنیت کی ہر طرف کون و مکاں میں دھوم تھی

تھا فقط منظور گہلانا بشر ورنہ وہ نور — جس کی دولت آدم و جملہ جہاں کا ہو ظہور
اس کو رحم مادر و صلب پدر تھے کیا ضرور — عقل عاجز ہے یہاں اور فہم ہے جفت قصور

جب خدا قدرت نمائی کا کوئی ساماں کرے
کیا ہو جز تسلیم مقدور اور جو انساں کرے

میں ہوں ابن دو ذبیح ارشاد حضرتؐ نے کیا — یعنی اسمٰعیل جو جد عرب ہیں برملا
اور عبداللہ جو ہیں والدِ خیرؐ الوریٰ — ذبح کرنے کے لئے تھا باعث الہام کیا

اس میں یک نکتہ ہے یعنی جس کے ہو ایسا پسر
باپ دادا چاہیئے قرباں ہوں اس پہ سر بسر

الغرض وہ نور پاک حضرت خیرؐ الوریٰ — شمس کے مانند جب برج حمل میں آگیا
شام مثل صبح گھر سے آپ کے روشن ہوا — بلکہ تھی ساری زمیں اس وقت واں چہرہ نما

ہو نہ کیونکر روشنی تھی آمد عالیجناب
صبح صادق چاہیئے قبل طلوع آفتاب

پھر تو ہر جانب سے عالم میں بشارت کی تھی دھوم — پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کے جھوم جھوم
اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ سنجان علوم — کہ مٹے جاتے ہیں اب سارے نحوست کے رقوم

ہاں رہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چاہتا ہے اب
ہے یہ قطعا صدرہ باطل شق ہوا چاہتا ہے اب

Marfat.com

تھے جہاں تبخانے بُت واں سب نگوں سر ہوگئے — لٹے اورنگ جہاں بانانِ خودسر ہوگئے
سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سر ہوگئے — قلعہ ہائے دولت و اقبال سب سر ہوگئے

کشتِ عالم سبز ہے باد بہاری آتی ہے
صاحبِ انّا فتحنا کی سواری آتی ہے

صرف اہلِ عقل ہی میں تھا نہ اس کا اہتمام — وحشیوں میں بھی مبارکباد کی تھی دھوم دھام
کوئی تو کہدے سُنا ہے اس طرح کا جشن عام — ابتدائے عالم تکویں سے تا یوم القیام

ہوگی اخلاق جہاں کو اُن دنوں کیسی خوشی
جس کے پرتو سے عیاں تھی ہر طرف ایسی خوشی

جب ولادت کا زمانِ باسعادت آگیا — پہنچیں خدمت کے لئے جلدی سے مریم آسیا
باندھے حوروں نے پرے جس تھا سارا گھر بھرا — اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جابجا

شب برات و قدر ہو جس پر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوۂ شانِ خدا کیا رات تھی

پس وہ نورِ پاکِ ربّ العالمیں پیدا ہوئے — مبدءِ کونین و ختم المرسلیں پیدا ہوئے
جانِ عالم قبلۂ اہلِ یقیں پیدا ہوئے — شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نورِ قدم طالع ہوا

پھر تو سب اصنام سر کے بل زمیں پر گر گئے — اور گرے ایوانِ کسریٰ کے بھی کتنے کنگرے
بجھ گئیں ناریں پڑے بیکار سب آتشکدے — واسطے تعظیم کے تارے بھی سارے جُھک گئے

تھا غرض تعظیم کا ارض و سما میں اہتمام
کوئی راکع کوئی ساجد کوئی تھا صرف قیام

سامعین سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا — تھا ذبیح اللہ کا فرحت فزا جو واقعہ
وہ معین روز روزِ عید ٹھہرا گیا — تہنیت کے سب رسوم اس روز ہوتے ہیں ادا

Marfat.com

روزِ میلادِ نبیؐ جس میں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیونکر واجب التعظیم پیشِ حق مدام

مجلسِ میلاد بھی حاکی ہے وقتِ خاص کی
جس میں حسب حکم خالق خلق نے تعظیم کی

پھر بھلا تعظیم وقت ذکر میلادِ نبیؐ
ہو خلاف مرضی حق یہ نہیں ممکن کبھی

حق تعالیٰ تو کراوے سجدے باصد عز و شاں
اور کھڑا رہنا نہ ہو جائز یہ کیسا ہے گماں

بولہب جس کے ہے ذم میں سورتِ تبت یدا
مژدۂ میلاد حضرت جب ثوبیہ سے سنا

ہو کے شاداں انت حرۃ اذہبی اس کو کہا
ساتھ اس کہنے کے اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا

عین آتش میں ہے جاری آب اُس کے ہاتھ سے
جس کے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے

یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا
کفر و دوزخ میں ہو جس کی آب یاری برملا

پھر جو ایماں بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو ذرا
مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا

یہ نہیں ممکن کہ رنج و شادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

پھر ہوا ظاہر مکاں میں ایک نورانی سحاب
چھپ گئے سردار عالم اس میں مثل آفتاب

اور منادی نے کیا پھر غیب سے اس کو خطاب
جلوہ گر سارے عوالم میں انھیں کر دے شتاب

تا خدائی جملہ اُن کو دیکھ لے پہچان لے
یعنی ہر ایک اپنے آقا کو بخوبی جان لے

پس ہوئے حضرتؐ روانہ جانبِ بر و بحار
تاکہ حیوانات بر و بحر کو دیں افتخار

پھر ہوئے روحانیوں کی سمت شاہ دیں سوار
تاکہ ارواحِ ملائک کو بھی کر لیویں شکار

پھر تو ہر ایک کی زباں پر تھا کہ لو معراج ہے
رویت نورِ خدا ہم کو میسّر آج ہے

Marfat.com

پھر حلیمہ وہ کہ جن کا خاندان تک سعد تھا　　آئیں خدمت میں تو دیکھا ان کو شہ نے مسکرا
داہنی جانب کا اُن کے دودھ نوشِ جاں کیا　　جانبِ چپ اُن کے بچے کے لئے رکھی بچا
طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل ان کی رسا
عدل و احسان و کرم تھی جلوہ گر صبح و مسا

شاہِ دیں کو پھر سواری کے جو لائیں متصل　　تین سجدے شکر کے اُس نے کئے با صدقِ دل
پھر بڑھی سب سے اگرچہ تھی بہت ہی مضمحل　　یہ عجائب دیکھ کر سب ہو گئے تھے با بجگل
بولی تم کچھ جانتے ہو میرا راکب کون ہے
آج میں وہ ہوں کہ مجھ پہ شاہؐ ہر دو کون ہے

جب شہ ارض و سما کو لائیں خاتوں اپنے گھر　　تھے پئے گہوارہ جنبانی ملک باندھے کمر
دل کے بہلانے کو تھا حلقہ بگوشانہ قمر　　جس طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جھکتا اُدھر
مہد میں بھی ہیں تو سیر عالم ملکوت ہے
فکر تمہید مہادِ رونق ناسوت ہے

جب ہوا رفتار کا عزم اک تماشا تھا بپا　　خاک کی پابوسیاں تھیں دم بدم رشک سما
دھوپ میں رہتا تھا سر پر ابر رحمت چتر سا　　یا چھپا لیتا تھا منہ خورشید از فرطِ حیا
تابشِ خور خنکی رحمت سے ہو کیونکر قریں
زیب خاور عرش کی زینت سے ہو کیونکر قریں

پھر تو شاہِ بحر و بر کا جس طرف ہوتا گذر　　سجدۂ تعظیم کرتے جھاڑ۔ پتھر۔ جانور
تھے جو مرفوع القلم کر لیتے سجدے بے خطر　　بلکہ تھا کچھ حکم خالق ہی انھیں اس طور پر
ورنہ یاں تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام
کر نہیں سکتا تھا کوئی دست بوسی یا قیام

پھر جو چاہا حق نے اظہار نبوت بر ملا　　حالتیں پھر وہ کہاں نقشہ دگرگوں ہو گیا
عالم اسباب کی تاثیر کا خاکہ کھنچا　　اور دبستاں عبدیت کے رسم و آئیں کا کھلا

آفتاب حسن پر ابر تعصب چھا گیا
دیدۂ خفاش کا پردہ دلوں پر آگیا

یعنی اہل کفر کی ہر سمت سے یورش ہوئی
درپئے آزار ختم المرسلیں تھا ہر شقی

کافروں نے کوتہی ایذا رسانی میں نہ کی
جس سے ایذا خود خدائے پاک کو ہونے لگی

پھر تحمل آپ کا قدرت خدا کی تھی عیاں
صبر تھا یا سر بسر رحمت خدا کی تھی عیاں

اک اشارہ سے بھلا شق القمر جس نے کیا
اُس کے آگے لشکر کفار کا کیا حوصلہ

پر فقط اخفائے اسرار خدا منظور تھا
دیکھ لو الحرب خدعہ سے اشارہ کر دیا

پھر پہاڑوں سے بھلا تائید لیتے کس طرح
اور ملائک کو مدد کا حکم دیتے کس طرح

باوجود اس کے اٹھائے جبکہ صدمے اس قدر
تب کیا دعویٰ کہ ہوں میں بھی تمہیں سا یک بشر

ورنہ جو مسجود اک عالم کا ہووے سر بسر
اہل دانش کس طرح رکھتے وہ دعویٰ معتبر

کس مصیبت سے چھپایا راز کو اغیار سے
پھر بھی لست مثلکم فرما دیا اخیار سے

اولیں و آخریں کا علم گو موجود تھا
پر بحسب مصلحت کرتے تجاہل بار بار

تھی غرض تعلیم گو کرتے تھے شورائے ظاہرا
حق نے لما یعلم اللہ گر کہا تو کیا ہوا

حوصلہ چاہیئے عالی چشم پوشی کے لئے
چاہیئے ہو شرح صدر ایسی خموشی کے لئے

جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے بالیقیں
کہ ہیں واقف موت سے ہر یک بشر کے شاہ دیں

بلکہ تاخیر اجل چاہیں تو کچھ دقت نہیں
جس کی جو مرنے کی جا ٹھیراتے وہ مرتا وہیں

اہل خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقش مقدر ہاتھ میں

Marfat.com

دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے زباں — کیونکہ دستِ عقل خود پہنچا نہیں اب تک وہاں
کل خزانوں کی انھیں ہاتھوں میں ہیں سب کنجیاں — اور انھیں ہاتھوں سے ہوگی فتح ابوابِ جناں

ہو تصرف کیوں نہ پھر اس ہاتھ کا اکوان میں
جس کو خالق نے "ید اللہ" کہدیا قرآن میں

تھا نظر سے شاہِ دیں کے قدرتِ حق کا ظہور — یعنی تھا پیشِ نظر یکطور پر نزدیک و دور
دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور — یکساں تھی چشمِ نورانی کو تاریکی و نور

دیکھتے تھے واقعے روزِ قیامت کے عیاں
جس طرح ہیں دائماً احوالِ اُمت کے عیاں

حضرتِ موسیٰ نے جب دیکھی تجلی طور پر — گو نہ دیکھا حق کو تس پر بڑھ گئی ایسی نظر
کو شبِ یلدا میں دس فرسخ پہ چیونٹی ہو اگر — دیکھ لیتے۔ طور کی رویت کا تھا یہ کچھ اثر

پھر جو خود اللہ کو دیکھا شہِ دیں نے دوبار
کونسی شے ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

غزل

حبذا اے چشم کز تو دید نیہا دیدہ ام — مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام
اے نگاہم تا بطوف گنبد خضر استی — دل بصد جانست مصروف طواف دیدہ ام
اے مشامم جملہ اجزائے دماغم محو تست — بوئے انس از خاک پائے تا بتو بوئیدہ ام
اے دل رہبر فدایت باد سرتا پائے من — کز طفیلت دیدہ ام لطفیکہ اینجا دیدہ ام
زیر بار منت او گردنِ من ہست خم — تا بریں درگہ فرود آمد سر شوریدہ ام
از پے بوسہ لبم خم میشود برپائے من — زانکہ از سعیش رسید اینجا تن کاہیدہ ام
خندہ ام باد افدائے مقدمت اے گریہ ام — زاب یاری تو من بر خویشتن بالیدہ ام
کے تواند چشم گریانم ادائے شکر تو — اے دہان اینجا بتو من شادماں خندیدہ ام

اے لبانم جان من مرہون احسان شماست
زانکہ از وجہ شما این عتبہ رابوسیدہ ام

چشم من فرش قدومت اے خیال یار من
گز تو شد بیدار بخت روزہا خوابیدہ ام

مردم چشمم زدست من بجان منت کش اند
گرد کوئی یار تا بر روئے شان مالیدہ ام

قامتم گشتہ دوتا از بار احسان سرم
جبہ را تا بر سر خاک درش سائیدہ ام

انور را اینجا فدائے خود خودم در بیخودی
سخت حیران بودہ ام از حالت پیچیدہ ام

غزل

تشنہ کاماں در جوار آب حیواں آمدیم
پیش عیسٰی استخوانے چند بیجاں آمدیم

گرچہ از روز ازل خود زیر فرماں آمدیم
حالیا از فیض لطفت زیر داماں آمدیم

خواہ بخشی خواہ بکشی مابصد شوق و ہراس
یا امید و بیم تو خنداں و گریاں آمدیم

ہرکسی را می کشد میلش بخوبی درجہاں
مابحمد اللہ پیش شاہ خوباں آمدیم

رحمتی بر حال زار ما کہ از دور و دراز
زیر بار معصیت افتاں و خیزاں آمدیم

بر مساکیں ہم نگاہے تا شود دفع علل
اے دوائے دردمنداں بہر درماں آمدیم

گریہ برخود کردنی چوں بود حال زار ما
بیخودانہ زیں سبب چوں اشک غلطاں آمدیم

ماکجا و ذات پاک تو کجا لیکن ز دور
ذرہ آسا در ہوائے شمس رقصاں آمدیم

سرخ رو آمد ہر آنکو در مدینہ آمدہ است
ما ہم انور آمدیم اما پشیماں آمدیم

غزل

ہرکسی را با تو رازے دیگرے
ناز و انداز و نیازے دیگرے

شمع آسا دم بدم عشاق را
میرسد سوز و گدازے دیگرے

Marfat.com

عاشقاں را تا بخلوت گاہ دوست — ہست پنہاں ترک تازے دیگرے
میرسد در راہ پیچا پیچ عشق — ہر زماں شیب و فرازے دیگرے
ہست صناعی کہ صنعش میدہد — ہر عدم را امتیازے دیگرے
عاشقاں را در بیانِ راز ہاست — ہر حقیقت را مجازے دیگرے

انورِ افتادہ را اے دستگیر
نیست جز تو چارہ سازے دیگرے

غزل

بجسم پاکیزہ تر زجانی بجاں چہ گویم کہ جان جانی — مرا چہ یارا کہ گویم آنے بروں ز تخمین ہر گمانی
کلیم مدہوش لن ترانی حبیب مامور من رآنی — بمرتبہ فرق درمیانے از انست ظاہر چنانکہ دانی
بیکدم از لطف کبریائی جمیع افلاک طے نمائی — عجب ترانکہ زعرش آئی بکاخ جو بین ام ہانی
تو اولیں نور کبریائی باحمدی نیز دل ربائی — ہر آنچہ وصفت کنم سزائی کہ مبدءِ امرِ کن فکانی
بکرسی حق تو ہاشی آنکہ نفسی نفسی بگوید آدم — ترا چہ نسبت بود بہ عالم مگر پئے مصلحت ازانی
فلک حبابی ز بحر جودت نمی بحار از یم وجودت — جہاں گل از گلشن نمودت تو اصل ایجاد دو جہانی
زمین و افلاک فرش راہت مقام محمود جائیگاہت ہست — ملائک و انس و جاں سپاہت تو در عوالم شہ شہانی

بکوئے تو اوفتادہ انور زکار ماندہ و بحال ابتر
ببخش اے شاہ بندہ پرور ہر آنچہ میخواہی میتوانی

غزل

الٰہی آنکہ نامش را بنام خویش ضم کردی — مرا سوئیش نمودی رو چہا بر من کرم کردی
جز اک اللہ خیر اگر جفا کردی ستم کردی — ہزاراں جور بر عشاق کردی باز کم کردی
ہلال ابیں خم کہ میداری بدیں حسن انچہ رو بناشد — مگر ابروئے یارم دیدہ تا انگشت خم کردی

دلا تسلیم زلفی شو که صد چین است تسخیرش — سراپا آهوت خوانم اگر زین دام رم کردی
بیک تیر نگاهت یافت تسکینی ز بیتابی — هزاران لطف و احسان دل بیچاره ام کردی
ثنای تیغ ابرویت بود اینها که می گویم — که سر هرگز نه پیچم گر جدا از تن سرم کردی
روان تا ساحل مقصود کردی کشتی ما را — بسی لطف و کرم بر جانم ای چشم ترم کردی
بشادی می توان مردن بکوی یار ای انور
نباشی لائق گر بار دیگر چشم نم کردی

غزل

ای آنکه تجلی نخستین خدائی — با حسن که داری بکسی رو ننمائی
حلم تو چه حلمی که بآن فوج ملائک — مجروحی واز بهر جزا لب نکشائی
گردید همه سر نهفته ز تو مکشوف — آئینهٔ روشن گر اسرار خدائی
آرام گهت را نه رسد وهم فلک هم — هر چند که در خیمه گه ارض و سمائی
زان وجه که دوری نتوان یافت بعقلت — زین طرفه که با این همه نزدیک بمائی
بودی که بما هست نشان میدهد انتو — از ما نشدی دور که گوئیم کجائی
باز آ و نگاهی بکن از لطف بر انور
رفتی نه چنان دور کزان باز نیائی

غزل

یا الهی دل ز دستم می برد این لوی کیست — دین ربودار وهای جانهای عزیزان سوی کیست
یارب این آشوب عید شام غریبان موی کیست — فتنهٔ روز قیامت قامت دلجوی کیست
والضحی را وجه می یابی که قصد روی کیست — معنی واللیل میدانی که آن گیسوی کیست
کیست آنکه روضه اش کرد بیان الله معاف — سجده گاه آسمانها بر زمین مشکوی کیست

Marfat.com

باکہ مانی اے قمر تا منظرت للّٰہ دلپذیر — دیں حکایت اے ہلال عید از ابروے کیست

آنکہ خواندش رحمۃ للعالمین رب العلیٰ — مہر معنی را ازاں دریاب تا ہم خوے کیست

ہر کہ میجوید احد گوئیش احمد را بجوے — تا کشاید بر وے ایں معنی کہ حیرت دجوے کیست

ناصحا گوئی کہ تسکین دل آوارہ کن — آنکہ دل گوئیش باشد لیک در قابوے کیست

از فسردہ وضع تسکین دلم ہرگز مجوے — از نفس ہر دم نمیدانی کہ ہائے و ہوے کیست

انورا قصد تقرب باسگ کویش کنی
ہیچ میدانی کہ آں سگ پاسبانِ کوے کیست

غزل

شکر ایزد کہ سرم بر در کاشانۂ تست — جان آتش زدۂ ہجر تو پروانۂ تست

دیدہ تا روے تو مدہوش فتادہ است زمیں — رقص افلاک بیک جرعۂ پیمانۂ تست

موقفہ جن و ملک بارگہ عام تو ہست — دخل کس نیست بجائیکہ نہاں خانۂ تست

دل عشاق فقط حجلہ گہ یاد تو نیست — در عوالم ہمگی شہرۂ افسانۂ تست

رو کسے رانمائی و دلش صید کنی — دلبری شیوۂ انداز جداگانۂ تست

عاشقا ہیچ مترس از سخن دانشمند — عقل خود حلقہ بگوش دل دیوانۂ تست

درد دی قلع مرضہائے درونیست شود
انورا کوے مدینہ چو شفاخانۂ تست

قصیدۂ نعتیہ

محتاجِ گدا جود کند اہل کرم را — از سکہ بود دام دل آویز درم را

از مہر فزا سعی کند ہم تنگ کافور — خورشید بکف مشعلۂ نور ظلم را

کے جذبہ عرق ریزی اجرام تواں شد — آرائش انواع حلل خاک دژم را

Marfat.com

از فیض دل نطق سرا منبع الہام — منقار نوا سنج بود چوب قلم را
افراشت ز پا مردی روح ملک اسپاہ — برخاک فتادہ تن افسردہ علم را
استادہ ازل محض پئے تربیت شاں — آرد بدبستان وجود اہل عدم را
یعنی طبق چرخ پر از انجم رخشاں — ہر صبح نثاریست چنیں خاک دژم را
خورشید پئے آنکہ دہد نور بسایہ — در راہ تعقب نہ کند سست قدم را
در کام جسد نفس بصد حیلہ بریزد — بے منّ و اذا لذت اصناف نعم را
گر طفل ز مادر سپرد راہ تغافل — از شیر بمہرش کند آمادہ سقم را
رو تا بد و ہم سر کشد از مہر سہ تو — لیک او بعطارد ندہد کاہش کم را
زاں ساں کہ نہ آرام گہش رحمت عالم — کردہ پئے بہبود جہاں رنجہ قدم را

مطلع دوم

اے نیّر برج شرف اسرار قدم را — سوزندہ بیک دم زدن اظلام عدم را
مہر شرفت راز شرف نیست ہبوطے — گو چند خساں قدر ندارند خدم را
زاں ساں کہ محاق است بدر زو بفلک گاں — دائم کند انگشت نما بدر اتم را
سر باز بماندہ است کہ تا بد و ثنی سر — زاں در کہ بر آں سر بسجود است صنم را
نام تو بمالش چو زند دست بکوشش — زہرہ ہمہ تن آب شود شیر اجم را
عزمت چو قمر زہرۂ شیراں بشگافد — انست برد از آہوئے وحشت زدہ رم را
عشاق درت شاں نظر انداز نمانید — حوراں کہ بیارند بجلوہ خم و چم را
کیف عجبش را بدر آرد ز تناہی — کمیکہ باضعاف رسیدہ ز تو کم را
طبعت چو شود ملتفت خاطر اصلاح — از تغذیہ چارہ نبود قوت سم را
زاں بحر سخاوت کہ محیط است بعالم — نم سر زدہ و نام پدید آمدہ یم را
آں روز کہ حق مسند اقبال تو آراست — افراشت پئے ظلگیش ہفت خیم را

Marfat.com

آں کیست کہ گوئے سبق از تو بر باید — گوئے بکنند اشتر رقصاں رہ سم را
از فیض گدایانِ تو گردد شہ شاہاں — ہم پہلوئے خاک آنکہ کند مسند جم را
مدحے کہ زند دم با صابت زرہ فخر — از فکر و نظر دور بیفراشت علم را
واں مدح کہ نازند حریفاں بادایش — نسبت بجناب تو شبیہ آمدہ ذم را
بر نعت نہ ہر خیرہ سرے چیرہ تواں شد — منطق نہ تواں کرد بفن جبذر اصم را
بالغرض ہست ایں نتواں رفت گراں سر — زیبد کہ زسر باز تراشند قدم را
نے ہمچو کسانیکہ سپردند ہمیں راہ — لیکن ز سر فخر عصا کردہ منم را
نہ دزد کہ خطا سرزدہ زانہا بفزونی — آنجا کہ خجالت بود افزونی ہم را
پل از سر محویکہ زہستی بدر آرد — وستی نبود نیز بران محض عدم را
تا بیخود و باخود ہمہ تن نعت تواں شد — وزیر توش انوار دہد دست ظلم را
نعتت چہ کیم و مدح سرائیم ازاں نم — از بے سرو پائے کہ خرد صورت نم را
با فعلیت حسن تہی کار من از رہن — دادیم من و کار بہر تہلکہ ہم را
در نعت تو با فکر ردیف است خیالم — زاں سانکہ بجستم ز پئے قافیہ غم را
ورنہ چہ سرو کار رہی را بچنیں ہا — آقا تو رہانی ز غم و فکر امم را

عمریست کہ از عشق تو دم میزند انور
قربان تو درکار کن ایں تیغ دو دم را

قطعہ تاریخ طبع کتاب انوار احمدی از محمد مظفر الدین معلی

قطعہ اردو

حضرت انوار اللہ نے جو لکھی یہ کتاب — ہیں مضامیں اس کے پُر گنجینۂ اسرار سے
مصرعۂ تاریخ طبع اس کا معلیٰ نے لکھا — پر تقدس ہے دو عالم احمدی انوار سے
۱۳۲۳ ھ

قطعہ فارسی بصنعت تخرجہ

مضمون ایں کتاب ز ارشاد بارشاد
مملو ز فیض اقدس لمعات سرمدیست
مالیدہ چشم اعمش جاہل ببیں منش
پرنور دل ز جلوۂ انوار احمدیست

۲۴ ۱۲ ۵

(۱)

قطعۂ فارسی بصنعت تدخلہ از محمد اکرام علی بودھنی

کردایں کتاب حضرت استاد من رقم
از انتخاب دفتر اخبار احمدی
ازغور وقت صحت کاپی شد ایں یقیں
ہرحرف اوست گوہر شاہوار احمدی
اکرام سال طبع بگو از زبان جاں
زیبا کتاب روشن انوار احمدی

۲۰ ۱۳
۳
۲۳ ۱۳

تمام شد

ناشر
مستجاب کمپنی
باہتمام پیرزادہ شاہ غلام محمود قادری (مستجاب رقم)
مستجاب منزل ۲۶ حیدرآباد کالونی کراچی

مارچ ۱۹۶۷ء

کتابت احمد ولی الدین کاتب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

Marfat.com

Marfat.com

مطبوعات

(۱) بحر عشق	حضرت خواجہ حمیدالدین ناگوری رح	مترجمہ حضرت قاضی احمد عبدالصمد فاروقی قادری چشتی رح
(۲) یازدہ رسائل	حضرت خواجہ بندہ نواز رح	" "
(۳) رسالہ غوث الاعظم رح —شروح	حضرت خواجہ بندہ نواز رح حضرت سلک شاہ صدیقی رح	" "
(۴) مکتوبات	حضرت عبدالحق محدث دھلوی رح	" "
(۵) امواج خوبی	حضرت خوب محمد چشتی رح	" "
(۶) انوار احمدی	عارف باللہ حضرت علامہ انواراللہ رح	

زیر طبع

(۱) آداب مریدین	حضرت خواجہ بندہ نواز رح	" "
(۲) خاتمہ	" "	" "
(۳) عین المعارف	حضرت خواجہ مسعود بک رح	مترجمہ میرارشدالدین حسین
(۴) اولیاء اورنگ آباد دکن	مؤلفہ	مولوی نذرعلی درد کاکوروی پیرزادہ سید شاہ غلام محمود قادری (مستجاب رقم)
(۵) عسل مصفیٰ		
(۶) تذکرہ علامہ سیدقمرالدین اورنگ آبادی رح		ڈاکٹر بشارت علی

ناشر

مستجاب کمپنی

ناشر قرآن مجید و معارف اسلامی

حیدرآباد کالونی کراچی پاکستان

Marfat.com

مطبوعات

(۱) بحر عشق	حضرت خواجہ حمیدالدین ناگوری رح	مترجمہ حضرت قاضی احمد عبدالصمد فاروقی قادری چشتی رح
(۲) یازدہ رسائل	حضرت خواجہ بندہ نواز رح	" "
(۳) رسالہ غوث الاعظم رح —شروح	حضرت خواجہ بندہ نواز رح حضرت سلک شاہ صدیقی رح	" "
(۴) مکتوبات	حضرت عبدالحق محدث دہلوی رح	" "
(۵) امواج خوبی	حضرت خوب محمد چشتی رح	" "
(۶) انوار احمدی	عارف باللہ حضرت علامہ انواراللہ رح	

زیر طبع

(۱) آداب مریدین	حضرت خواجہ بندہ نواز رح	" "
(۲) خاتمہ	" "	" "
(۳) عین المعارف	حضرت خواجہ مسعود بک رح	مترجمہ میرارشدالدین حسین
(۴) اولیاء اورنگ آباد دکن	موٴلفہ	مولوی نذرعلی درد کاکوروی پیرزادہ سید شاہ غلام محمود قادری (مستجاب رقم)
(۵) عسل مصفیٰ		
(۶) تذکرہ علامہ سید قمرالدین اورنگ آبادی رح		ڈاکٹر بشارت علی

ناشر

مستجاب کمپنی

ناشر قرآن مجید و معارف اسلامی

حیدرآباد کالونی کراچی پاکستان

Marfat.com